سیدنا مصلح موعودؓ

(الفضل آن لائن کے اوراق سے)

ادارہ الفضل آن لائن لندن

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)

مرتبہ

زاہد محمود

ادارہ الفضل آن لائن لندن

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا

ادارہ الفضل آن لائن کی 25ویں کاوش

رابطہ کرنے کے لیے

ویب سائٹ: www.alfazlonline.org

ای میل ایڈریس: info@alfazlonline.org

editor@alfazlonline.org

فون نمبر: +44 7951 614020

+44 7376 159966

آن لائن ایڈیشن

عرض حال

آج مجھے اس اعزاز پر خوشی محسوس ہو رہی ہے اور دربار الٰہی میں شکر گزار بھی ہوں کہ وہ مجھے ایک ایسی عظیم مبارک ہستی کی تعریف اور عظمت پر الفضل آن لائن میں گزشتہ تین سالوں میں لکھے گئے مضامین، آرٹیکلز اور منظوم کلام کے مجموعہ کا عرض حال لکھنے کی توفیق مل رہی ہے۔ ہاں وہ عظیم ہستی جو ایک پیشگوئی کے مطابق بطور رحمت کے نشان پیدا ہوئی۔ اس پیشگوئی کی 52 علامات ایک ایک کرکے بڑی شان سے اس وجود باوجود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی ذات بابرکات میں دو اور دو، چار کی طرح پوری ہوئیں جو مصلح موعود کہلایا، ہاں وہی فضل عمر جو اپنے آنے کے ساتھ فضل لے کر آیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے بطور خلیفۃ المسیح الثانی کے منتخب کیا، وہ دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر 52 سال ظاہر کرتا ہوا اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

مجھے آج اس نُور اللہ، اس کلمۃ اللہ اور اس صاحب شکوہ ہستی بارے الفضل آن لائن میں شائع ہونے والے تمام مواد کو ایک جگہ پر جمع کرنے کا خیال یوں آیا کہ جب بھی کوئی اہم دن جیسے میلاد النبیؐ، یوم مسیح موعود، یوم خلافت یا یوم مصلح موعودؓ قریب آتا ہے تو ہر طرف سے والدین، اطفال، ناصرات، ممبرات لجنہ اماء اللہ، انصار، خدام اور عہدیداران کی طرف سے تقاریر لکھ کر دینے کا مطالبہ سامنے آنے لگتا ہے۔ یوں الفضل آن لائن کے حضرت مصلح موعودؓ بارے تمام مواد کو یوم مصلح موعودؓ 2023ء کے موقع پر قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ الحمد للہ! ادارہ چار صد سے زائد صفحات پر مشتمل اس اہم، مبارک اور علمی مواد کو پیش کرنے کی سعادت پا رہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اخباری شکل میں اس روحانی و علمی مائدہ کی تیاری میں میری ٹیم کے قابل علماء، رضاکارانہ کام کرنے والوں کی ایک بڑی ٹیم مشتمل بر مستورات اور مرد حضرات نے بھرپور تعاون فرمایا اور

کتابی شکل میں اسے ایک رضاکار عزیزم زاہد محمود نے نہایت خوبصورتی سے ایک مالا میں پرو کر اسے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ

یہاں ان تمام قلمکاروں کا بھی شکریہ ادا کرنا مقصود ہے۔ جنہوں نے اس عظیم ہستی پر قلم اٹھایا اور ان کا مضمون / نظم روزنامہ الفضل آن لائن کی زینت بنا۔ ان کے اسمائے گرامی مضامین کے ساتھ ہونے کے علاوہ الگ فہرست میں بھی دیئے جا رہے ہیں تا تاریخ میں ان کے نام محفوظ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام خواتین و مرد حضرات کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے مَیں ان تمام کرمفرماؤں کا پیشگی شکریہ بھی ادا کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ جو اس مائدہ کو اپنے Gadgets کے ذریعہ تقسیم فرما کر ساری دنیا میں لاکھوں گھروں میں مہیا فرمائیں گے۔ فجزاھم اللہ خیراً

مجھے خیال گزرا کہ میں فائدہ اٹھاتے ہوئے ان قارئین کے لئے بھی دعا کی درخواست کر دوں جو اسے پڑھیں گے، اپنی فیملی اور اپنے سرکل و حلقہ احباب میں، درس و تدریس و تقاریر میں اسے سنائیں گے۔ اللہ ان کے بھی ساتھ ہو اور جزائے خیر دے۔ آمین

ادارہ الفضل ان تمام ایام (جن کو یاد رکھنے کا قرآنی حکم موجود ہے) جیسے میلاد النبیؐ، یوم مسیح موعودؑ اور یوم خلافت کے حوالے سے مواد یکجا کر کے پیش کرنے پر کام کا آغاز کر چکا ہے، جو اپنے اپنے وقت پر منظر عام پر آجائے گا۔ ان شاء اللہ۔ یہ وہ نہ ختم ہونے والے احسان ہیں جن کو جاری و ساری رکھنے کے لئے ادارہ الفضل کی پوری ٹیم مع تمام رضاکار مستعد نظر آتے ہیں۔ کان اللہ معھم

سات ماہ کے قلیل عرصہ میں یہ ادارہ الفضل کی پچیسویں کاوش ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

حنیف محمود

ایڈیٹر

روزنامہ الفضل آن لائن لندن

6 فروری 2023ء

انڈیکس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	پیشگوئی دربارہ مصلح موعود	1
2	روزنامہ الفضل کی اہمیت و برکات	3
3	حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ سے مجلس انصار اللہ کا قیام	6
4	حضرت مصلح موعودؓ کا نوجوانوں سے پہلا خطاب	34
5	اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں	59
6	ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟	60
7	یوم مصلح موعود کے جلسے	64
8	چلہ کشی کے نتیجہ میں بشارتیں	65
9	پیشگوئی مصلح موعود کی جزئیات	66
10	ہوشیار پور میں خلوت کی عبادت، الہام پسرِ موعود اور ایک کتاب کی تصنیف	69
11	انٹرویو صاحبزادی ناصرہ بیگم بنت حضرت مصلح موعودؓ	72
12	مصلح موعودؓ کا ایک کارنامہ	82

13	آ رہی اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے	85
14	ایک مقدس عہد	89
15	قرآن کریم اور حضرت مصلح موعودؓ	94
16	تعلیم القرآن کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی شاندار تحریکات	106
17	حضرت مصلح موعودؓ کا بے مثال عشق رسولؐ	123
18	حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی نظر میں مصلح موعودؓ کا مقام	142
19	اے فضل عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا (قسط 1)	147
20	اے فضل عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا (قسط 2)	153
21	لفظ رَستگار کا صحیح تلفظ	171
22	اخلاقِ محمودؓ	172
23	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ملی خدمات	186
24	غیر از جماعت کا حضرت مصلح موعودؓ کو خراج عقیدت	193
25	وابستگی و اطاعت خلافت۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں	202
26	اسی کے موافق جو تو نے مانگا	210
27	سیرت حضرت مصلح موعودؓ کے حسین پہلو	217

28	ارضِ ربوہ جس کی شاہد ہے، وہ معمولی نہ تھا	223
29	پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ بابت مصلح موعودؓ اور مخالفانہ پیشگوئی لیکھرام بابت پسر موعود کا تقابلی نقشہ	228
30	پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق	233
31	پیشگوئی مصلح موعودؓ اور سبز اشتہار	255
32	سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ	258
33	تربیت اولاد کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مبارک اسوہ اور قیمتی نصائح	264
34	"دل کا حلیم"..... حضرت مصلح موعودؓ	275
35	حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت کے متعلق چند پہلو	284
36	حضرت مصلح موعودؓ۔ خدائی تائیدات اور نصرت الٰہی کے نظارے	289
37	مُصلحِ موعودؓ کے دور میں فن لینڈ	296
38	پیشگوئی مصلح موعود کی تیسری علامت "وہ قربت کا نشان ہو گا"	306
39	حضرت مصلح موعودؓ کا الہامی نام "محمود"	329
40	طبقہ نسواں پر حضرت مصلح موعودؓ کے احسانات	349
41	وتین: حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ	356

42	اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا	368
43	حضرت مصلح موعودؓ کا ایک عظیم کارنامہ	371
44	حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے۔ قسط 1	377
45	حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے۔ قسط 2	390
46	حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے۔ قسط 3	401
47	در مدح حضرت مصلح موعودؓ	414
48	اے فضل عمرؓ	417
49	پسر موعودؓ	419
50	دن رات مسیحا کی دعاؤں کا صلہ ہے	421
51	”ان کے لئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں“	423
52	ادارہ الفضل آن لائن کی دیگر کتب	425

﴿1﴾

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”بِاِلْهَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِهٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّاِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے مُوافِق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تَضَرُّعَات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پَایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کَلِید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وَجِیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تُخم سے تیری ہی ذُرِّیَّت و نَسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَنْمَوَاِیْل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک

ہے۔ اور وہ نُورُ اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صَاحِبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوحُ الحَق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیورِی نے اسے اپنے کَلِمَہ تَمجِید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دو شَنبَہ ہے مبارک دو شَنبَہ۔ فَرزَند دِلبَند گرَامِی اَرجمَند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُالْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عِطر سے مَمسُوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اَسیروں کی رَستگَارِی کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نُقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔“

(سبز اشتہار 20 فروری 1886ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 100-102)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴾2﴿

روزنامہ الفضل کی اہمیت و برکات
افاضات حضرت مصلح موعودؓ

سب سے آسان ذریعہ کتاب ہے یا تازہ اخبار کا مطالعہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”ہفتہ واری یا دوسرے اخبار گو مفید ہوتے ہیں مگر اس سے معلومات روزانہ اخبار کی طرح نہیں ہوسکتے۔ میرے پاس پانچ روزانہ اخبار، پندرہ سولہ رسالے آتے ہیں مگر میں اپنے گھر میں دیکھتا ہوں کہ روزانہ اخبار کے مطالعہ کی طرف بہت کم توجہ ہے۔ رسالے تو پڑھ لیتی ہیں حالانکہ رسالوں سے زیادہ اخباروں میں معلومات ہوتی ہیں۔ علم کی ترقی خبروں سے ہوتی ہے نہ کہ مضمونوں سے۔ رائے پڑھنا بیوقوفی ہے خبریں زیادہ مفید ہوتی ہیں۔ میں نے اخبار والوں کی رائے کو کبھی نہیں پڑھا کیونکہ میں خود رائے رکھتا ہوں۔ چاہئے کہ ہم اپنی رائے رکھیں۔

خبروں کی طرف خاص توجہ ہو۔ دوسروں کے آراء پر کبھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ آراء تو مختلف بھی ہوا کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ہی الہام سے کوئی کافر ہو جاتا ہے کوئی مومن۔ یعنی کسی کی رائے ہوتی ہے کہ یہ جھوٹ ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ درست ہے۔ اس پر صداقت کھل جاتی ہے۔ غرض دونوں رائیں اپنی اپنی طرز کی ہوں گی۔ رائے پڑھنے والا رائے سے متاثر ہوگا نہ اصل حقیقت سے۔ میں اس کی مثال کے طور پر غیر مبائعین کے اخبار پیغام صلح کی ایک خبر بتاتا ہوں۔ میری خلافت کے شروع ایام میں اس میں ایک خبر شائع ہوئی جس کے عنوان اس قسم کے تھے کہ ”حقیقت کھل گئی“۔ ”راز طشت از بام ہوگیا“۔ ”محمود کی سازش ظاہر ہوگئی“۔ لیکن نیچے میری نسبت خبر درج تھی کہ میں رات کو لوگوں کو جگاتا پھرتا تھا کہ اٹھو اور نمازیں پڑھو اور دعائیں کرو تا اللہ تعالیٰ جماعت کو فتنہ سے بچائے۔ اس پر کئی دوستوں کے میرے پاس خط آئے کہ کیا یہ صحیح

بات ہے۔ میں نے لکھا کہ گھبراتے کیوں ہو۔ کیا دعا کرنا گناہ ہے؟ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ چوری کرو، ڈاکے ڈالو، تو اخباروں کی ہیڈنگ سے ڈرنا نہیں چاہئے۔

الفضل کا مطالعہ ضروری ہے

خصوصیات سلسلہ کے لحاظ سے یہاں کے اخباروں میں سے دو اخبار الفضل و مصباح کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس سے نظام سلسلہ کا علم ہو گا۔ بعض لوگ اس وجہ سے ان اخباروں کو نہیں پڑھتے کہ ان کے نزدیک ان میں بڑے مشکل اور اونچے مضامین ہوتے ہیں ان کے سمجھنے کی قابلیت ان کے خیال میں ان میں نہیں ہوتی۔ اور بعض کے نزدیک ان میں ایسے چھوٹے اور معمولی مضامین ہوتے ہیں وہ اسے پڑھنا فضول خیال کرتے ہیں۔ یہ دونوں خیالات غلط ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کبھی کوئی لائق استاد بھی ملا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ایک بچے سے زیادہ کوئی نہیں ملا۔

اس نے مجھے ایسی نصیحت کی کہ جس کے خیال سے میں اب بھی کانپ جاتا ہوں۔ اس بچے کو بارش اور کیچڑ میں دوڑتے ہوئے دیکھ کر میں نے اسے کہا۔ میاں کہیں پھسل نہ جانا۔ اس نے جواب دیا۔ امام صاحب! میرے پھسلنے کی فکر نہ کریں اگر میں پھسلا تو اس سے صرف میرے کپڑے ہی آلودہ ہوں گے مگر دیکھیں کہ کہیں آپ نہ پھسل جائیں آپ کے پھسلنے سے ساری امت پھسل جائے گی۔ پس تکبر مت کرو اور اپنے علم کی بڑائی میں رسائل اور اخبار کو معمولی نہ سمجھو۔ قوم میں وحدت پیدا کرنے کے لئے ایک خیال بنانے کے لئے ایک قسم کے رسائل کا پڑھا ضروری ہے۔

(مستورات سے خطاب انوار العلوم جلد 11 صفحہ 66-67)

اخبار نویسی

پانچواں علم اخبار نویسی کا علم ہے۔ انگریزی میں اس کو جرنل ازم (Journalism) اور عربی میں صحافت کہتے ہیں۔ یہ علم بھی بڑا وسیع علم ہے۔ ہمارے ملک میں تو نہیں مگر یورپ اور امریکہ میں اس کے بڑے بڑے مدرسے ہیں جن میں اخبار نویسی کا فن سکھایا جاتا ہے۔ اس فن کی بہت سی شاخیں ہیں۔ کس طرح اخبار کا لیڈر لکھا جائے۔ خبروں کو کس طرح چنا جائے اور کس طرح

پر ان کی ترتیب ہو۔ عنوان کیسے قائم کئے جائیں کہ اخبار پڑھنے والے پر اس کا فوری اثر ہو اور وہ اس کے مضمون کو عنوان ہی سے سمجھ لے۔ کس طرح پر ایک مضمون یا واقعہ کو لکھا جائے کہ وہ اپنے مفید مطلب ہو سکے۔ مثلاً زید اور بکر لڑتے ہیں۔ زید کا دوست ایسے طور پر بیان کرتا ہے کہ زید مظلوم تھا اور بکر کے دوست ایسے طور پر کہ بکر مظلوم سمجھا جائے غرض یہ بڑا علم ہے اور اس کی مختلف شاخیں ہوتی ہیں جن میں سے بڑی یہ ہیں کہ کس طرح پر اخبار مفید اور دلچسپ ہو سکے اور پبلک کی رائے کا وہ آئینہ ہو جائے اور وہ اپنا اثر ڈال سکے۔ پھر اخبارات کی حد بندی ہوتی ہے مثلاً بعض مذہبی اخبار ہوتے ہیں بعض تجارتی بعض کسی خاص جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور سیاسی اغراض میں بھی ان کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔

(تقاریر ثلاثہ انوار العلوم جلد 7 صفحہ 137)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴾3﴿

خطبہ جمعہ حضرت مصلح موعودؓ

حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ سے مجلس انصار اللہ کا قیام

حضرت مصلح موعودؓ نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے متعلق ایک دعا کی تھی جس کا قرآن کریم میں ذکر آتا ہے اور وہ دعا یہ تھی کہ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ

1۔اے میرے رب !تُو ان میں ایک نبی مبعوث فرما جس کا کام یہ ہو کہ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وہ تیری آیتیں انہیں پڑھ کر سنائے وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ اور شریعت کے احکام اور ان کی حکمتیں انہیں سمجھائے وَيُزَكِّيۡهِمۡ اور انہیں پاک کرے یا يُزَكِّيۡهِمۡ کے دوسرے معنوں کے مطابق انہیں ادنیٰ حالتوں سے ترقی دیتے دیتے اعلیٰ مقامات تک پہنچادے۔ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی ہے۔ اس کے بالمقابل انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق ایک عام دعا بھی کی ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کی انہوں نے فرمانبرداری کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خدمت کو قبول کیا اور فرمایا کہ ہم تم کو امام بناتے ہیں تو اِنِّيۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا 2 کی خبر سننے کے بعد انہوں نے فرمایا وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِيۡ 3۔ میری امامت تو میرے زمانہ کے لوگوں تک ختم ہو جائے گی لیکن دنیا تو اماموں کی ہمیشہ محتاج رہے گی اور جب دنیا ہمیشہ اماموں کی محتاج رہے گی تو اے خدا میری ذریت میں سے بھی امام مقرر کئے جائیں۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ کوئی نبی ہمیشہ ہمیش کے لئے دنیا کے لئے رہبر نہیں رہ سکتا بلکہ بار بار خدا تعالیٰ کی طرف سے امام آنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اب ایک طرف وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار امام آنے کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق اپنی اولاد میں سے متواتر امام بنانے کی درخواست کرتے ہیں اور دوسری طرف مکہ سے تعلق رکھنے والے سلسلہ کے متعلق یوں دعا فرماتے رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ کہ اے میرے رب ان میں ایک رسول بھیج۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہاں انہوں نے صرف ایک رسول مبعوث کئے جانے کی کیوں دعا کی جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ایک رسول کافی نہیں ہوتا بلکہ دنیا ہمیشہ رسولوں کی محتاج رہتی ہے اور اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ میری امامت کبھی اچھے نتیجے پیدا نہیں کر سکتی جب تک میری اولاد میں سے بھی امام نہ ہوں اور جب تک ہدایت کا وہ بیج جو میرے ہاتھوں سے بویا جائے اس کا بعد میں بھی نشوونما نہ ہوتا رہے۔ میں تو امام ہو گیا لیکن اگر بعد میں دنیا گمراہ ہو گئی تو میری امامت کیا نتیجہ پیدا کرے گی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپ کی ذریت سے تعلق رکھنے والے اماموں میں سے ایک امام ہیں ان کے متعلق بھی قرآن کریم میں ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ تیری قوم جس شرک میں مبتلا ہوئی کیا اس کی تُو نے لوگوں کو تعلیم دی تھی اور کیا تُو نے یہ کہا تھا کہ میری اور والدہ کی پرستش کرو تو اس کے جواب میں وہ کہیں گے وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ کہ جب تک میں ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا مگر جب مجھے وفات دے دی گئی تو حضور پھر میں کیا کر سکتا تھا؟ اور مجھے کیونکر معلوم ہو سکتا تھا کہ میری قوم بگڑ گئی ہے؟ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہ امر تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کا اثر ایک عرصہ تک ہی چلتا ہے اس کے بعد اگر قوم بگڑ جاتی ہے تو كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ خدا تعالیٰ کو ان کی ہدایت کا کوئی اور سامان کرنا پڑتا ہے۔

یہ بھی تصدیق ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی کہ وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ یعنی میری ذریت میں سے بھی ایسے لوگ ہونے چاہئیں ورنہ دنیا کی ہدایت قائم نہیں رہ سکتی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان ایک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا دو۔ یہ اس بات کے شاہد ہیں جو قرآن

کریم میں بیان ہوئی کہ دنیا میں ہدایت کے قیام کے لئے متواتر اماموں کا ہونا ضروری ہے۔ جب متواتر اماموں کا ہونا ضروری ہے اور اس کے بغیر ہدایت قائم نہیں رہ سکتی تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے کیا معنی ہوئے کہ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اے میرے رب ان میں ایک رسول بھیج۔ پھر تو انہیں یہ دعا مانگنی چاہئے تھی کہ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رُسُلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُوۡنَهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکُّوۡنَهُمۡ اے میرے رب! ان میں بہت سے انبیاء بھیجیو جو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر انہیں سنائیں اور تیری شریعت کے احکام اور ان کی حکمتیں انہیں بتائیں اور انہیں اپنی قوت قدسیہ سے پاک کرتے رہیں۔ مگر وہ تو یہی دعا کرتے ہیں کہ رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اے میرے رب !ان میں ایک رسول بھیج۔ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وہ تیری آیتیں پڑھے نہ کہ پڑھیں وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ وہ ان کو کتاب اور حکمت سکھائے نہ کہ سکھائیں۔ وَیُزَکِّیۡهِمۡ اور وہ ان کو پاک کرے نہ کہ پاک کریں مگر خود ہی دوسرے موقع پر دعا کے ذریعہ اس امر کا اقرار کر چکے ہیں کہ میری نبوت کافی نہیں ہو سکتی جب تک میری اولاد میں سے بھی انبیاء نہ ہوں اور جب تک نبیوں کا ایک لمبا سلسلہ دنیا میں قائم نہ ہو۔

اس ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کیوں دعا کی کہ ان میں ایک نبی مبعوث کیجیو۔ یہ ایک سوال ہے جس کو اگر ہم قرآن کریم سے ہی حل نہ کر سکیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خطرناک الزام آتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی دعا کی جس سے دنیا کو ہدایت کامل نہیں مل سکتی تھی اور دنیا کے لئے نور کا ایک رستہ کھولتے ہوئے انہوں نے اسے معاً بند کر دیا۔ تو کہا جا سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذہن آگے کی طرف گیا ہی نہیں۔ انہوں نے صرف یہ چاہا کہ میرے بعد ایک نبی آجائے اور آئندہ کے متعلق وہ خود دعا کرتا رہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا نے بتا دیا کہ ان کے دل میں یہ خیال آیا اور انہوں نے اس کے متعلق دعا بھی کی چنانچہ فرمایا کہ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ کہ میری اولاد میں سے بھی ائمہ ہوتے رہیں۔ تو یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بعد کے زمانہ کی ضروریات کی طرف ذہن ہی نہیں گیا بالکل غلط

ہے کیونکہ ان کی دوسری دعا نے بتا دیا کہ انہیں قیامت تک لوگوں کی ہدایت کا خیال تھا اور جب انہیں اس امر کا خیال تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ائمہ کا ہمیشہ آتے رہنا ضروری ہے تو پھر اس دعا پر انہوں نے کیوں کفایت کی کہ خدایا ان میں ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیات پڑھ پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب اور حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔

اس سوال کا جواب ہمیں قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ 5 یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے استعمال کئے تھے۔ فرماتا ہے وہ خدا بڑی بلند شان والا ہے جس نے ابراہیمؑ کی دعا کو سن کر اُمیین میں اپنا رسول مبعوث کیا۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وہ ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔ وَ يُزَكِّيْهِمْ اور ان کو پاک کرتا ہے يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ اور ان کو آسمانی کتاب سمجھاتا اور شرائع کی باریک در باریک حکمتیں بتاتا ہے۔ یہ بتا کر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہو گئی اور اب اس اعتراض کا ازالہ کرتا ہے جو بعض طبائع میں پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا نامکمل ہے کیونکہ جہاں اپنی اولاد کے متعلق عام دعا انہوں نے یہ کی تھی کہ ان میں متواتر رسول آتے رہیں وہاں مکہ والوں کے متعلق انہوں نے صرف یہ دعا کی کہ ان میں سے ایک رسول مبعوث ہو۔ چنانچہ فرماتا ہے وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ ان دعاؤں میں بے شک ایک فرق ہے مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیمی اولاد کے بعض حصوں میں ایسے نبی آنے تھے جنہوں نے اپنی ذات میں مستقل ہونا تھا مگر ابراہیمؑ نے مکہ والوں کے متعلق جو دعا کی وہ صرف ایسے رسول کے متعلق تھی جس نے ایک ہی رہنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدّر تھا کہ آئندہ دنیا میں ہمیشہ اس کے اظلال و اتباع پیدا ہوتے رہیں۔ پس چونکہ یہ خدا کا فیصلہ تھا کہ اس رسول نے بار بار متبع

اظلال کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوتے رہنا ہے اس لئے یہ الفاظِ دیگر اماموں کا سلسلہ بھی ہمیشہ قائم رہنا تھا اور رسول بھی ایک ہی رہنا تھا۔

کیونکہ ان کی امامت اور رسالت جداگانہ نہیں ہونی تھی بلکہ محمد ﷺ کی نبوت و رسالت میں شامل ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ اس دعا کے نتیجہ میں چونکہ ایک ایسا رسول آنا مقدر تھا جس نے بار بار اپنے اظلال کے ذریعہ دنیا میں آنا تھا اس لئے رُسُلًا کہنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ رَسُوْلًا ہی کہنا چاہئے تھا۔ تو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ میں اس اعتراض کا جواب دے دیا گیا ہے کہ جہاں انہوں نے اپنی اولاد کے متعلق عام دعا کی وہاں تو ان میں بار بار رسول اور امام بھیجنے کی التجا کی مگر جہاں مکہ والوں کے متعلق خاص طور پر دعا کی تو وہاں صرف ایک رسول بھیجنے کی دعا کر دی۔ اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ بے شک مکہ والوں کے متعلق انہوں نے بھی دعا کی تھی کہ ان میں ایک رسول مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ آئے مگر اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ رسول ایسا کامل تھا کہ اس پر اس قسم کی موت آ ہی نہیں سکتی تھی کہ اس کی تعلیم کا اثر لوگوں کی طبائع پر سے کلیۃً جاتا رہے بلکہ مقدر یہ تھا کہ جب بھی طبعی طور پر یہ اثر جاتا رہے گا خدا اسی رسول کو دوبارہ مبعوث کر دے گا اور چونکہ اس رسول نے اپنے متبع اظلال کے ذریعہ بار بار دنیا میں آنا تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت سے رسول مانگنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ غرض اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ دعا کی تھی کہ کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ تو اس رَسُوْلًا مِّنْھُمْ سے مراد خاتم النبیین تھا اور چونکہ خاتم النبیین کی نبوت میں بعد میں آنے والے تمام نبیوں اور رسولوں کی نبوت شامل تھی اس لئے یہ ضرورت ہی نہ تھی کہ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ کی بجائے رُسُلًا مِّنْھُمْ کہا جاتا۔

پس ہمیں اس آیت سے یہ نکتہ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت اپنی ذات میں ہی بعد میں آنے والے رسولوں اور اماموں کی خبر دیتی تھی۔ آپ کے علاوہ دنیا میں اور کوئی ایسا رسول نہیں جو اپنی ذات میں آنے والے انبیاء کی خبر دیتا ہو۔ موسیٰ کا نفس اپنی ذات میں منفرد تھا،

داؤد کا نفس اپنی ذات میں منفرد تھا۔ اسی طرح اور انبیاء کے نفوس اپنی اپنی ذات میں منفرد تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد انبیاء آئے مگر وہ ان کے ظِلّ نہیں تھے بلکہ تابع تھے۔ عیسیٰؑ موسیٰؑ کے ظِلّ ان معنوں میں نہیں تھے جن معنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے ظِلّ ہیں۔ یوں تو ظِلّ پہلوں کے بھی ہوتے رہے ہیں مگر اس ظلیت کے معنے صرف مشابہت کے ہؤا کرتے تھے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام الیاسؑ کے ظِلّ تھے مگر ظِلّ کے یہ معنے نہیں تھے کہ وہ الیاسؑ کے ماتحت تھے۔ وہاں ایک تابع ہو سکتا تھا جو ظِلّ نہ ہو اور ایک ظِلّ ہو سکتا تھا جو تابع نہ ہو۔ عیسیٰؑ ظِلّ تھے الیاسؑ کے مگر الیاسؑ کے تابع نہ تھے بلکہ تابع وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہی تھے۔ تو ظلیت اور اتباع الگ الگ چیزیں ہؤا کرتی تھیں۔ ظلیت کے معنے صرف "اس جیسا" کے ہؤا کرتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی کہ میرے بعد ایک میرے جیسا رسول آئے گا۔

7 اب اس سے مراد رسول کریم ﷺ تھے مگر رسول کریم ﷺ حضرت موسیٰؑ کے تابع نہیں تھے۔ پس پہلے انبیاء میں یہ تو ہو سکتا تھا کہ ایک نبی کسی دوسرے نبی کا ظل تو ہو مگر تابع نہ ہو یا تابع تو ہو مگر ظل نہ ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تابع تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ظل نہیں تھے۔ اسی طرح وہ ظل تھے الیاسؑ کے مگر وہ ان کے تابع نہ تھے بلکہ تابع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔ مگر یہاں جو خبر دی گئی ہے کہ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ اس میں کام بھی وہی رکھا گیا ہے جو محمد ﷺ نے کیا اور نام بھی وہی رکھا گیا ہے جو آپ کا تھا کیونکہ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ۔ وہی رسول پھر آخرین میں مبعوث ہو گا اور "وہی رسول" کے معنے یہی ہو سکتے ہیں کہ صفات بھی ویسی ہوں گی، کام بھی وہی ہو گا اور نام بھی وہی ہو گا۔ گویا صفات کے لحاظ سے وہ ظِلّ ہو گا رسول کریم ﷺ کا اور کاموں کے لحاظ سے وہ تابع ہو گا رسول کریم ﷺ کا۔ جس طرح وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے اسی طرح یہ نمازیں پڑھے گا، جس طرح وہ روزے رکھا کرتے تھے اسی طرح یہ روزے رکھے گا، جس طرح وہ زکوٰۃ دیا کرتے تھے اسی طرح یہ

زکوٰۃ دے گا، جس طرح وہ احکام الٰہیہ پر چلتے تھے اسی طرح یہ احکام الٰہیہ پر چلے گا۔ یہ تابعیت ہے جو اسے رسول کریم ﷺ کی حاصل ہو گی اور دوسری طرف جو آپ کی خصلتیں ہوں گی وہی اس کی خصلتیں ہوں گی اور جو آپ کے اخلاق ہوں گے وہی اس کے اخلاق ہوں گے اور یہ اس کے ظِلّ ہونے کا ثبوت ہو گا۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الیاسؑ والے کام نہیں کئے۔ الیاسؑ نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق تعلیم دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق تعلیم دی۔ پس گو وہ ظل تھے الیاسؑ کے مگر الیاسؑ کے تابع نہیں تھے بلکہ تابع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہی تھے لیکن محمد ﷺ کے متعلق فرمادیا کہ آپ کی نیابت میں جو لوگ کھڑے ہوں گے وہ آپ کے ظل بھی ہوں گے اور آپ کے تابع بھی ہوں گے۔

اور یہ دونوں باتیں ان میں پائی جاتی ہوں گی۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں بارہا اپنے متعلق یہ ذکر فرمایا ہے کہ میں امتی نبی ہوں یعنی محمد ﷺ کے نقطۂ نگاہ سے میں امتی ہوں مگر تم لوگوں کے نقطۂ نگاہ سے میں نبی ہوں۔ جہاں میرے اور تمہارے تعلق کا سوال آئے گا وہاں تمہیں میری حیثیت وہی تسلیم کرنی پڑے گی جو ایک نبی کی ہوتی ہے۔ جس طرح نبی پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجھ پر ایمان لانا ضروری ہو گا جس طرح نبی کے احکام کی اتباع فرض ہوتی ہے اسی طرح میرے احکام کی اتباع تم پر فرض ہو گی مگر جب میں محمد ﷺ کی طرف مُنہ کر کے کھڑا ہوں گا تو اس وقت میری حیثیت ایک اُمتی کی ہو گی اور محمد ﷺ کا ہر فرمان میرے لئے واجب التعمیل ہو گا اور آپ کی رضا اور خوشنودی کا حصول میرے لئے ضروری ہو گا۔ گویا جس طرح ایک ہی وقت میں دادا اور باپ اور پوتا اکٹھے ہوں تو جو حالت ان کی ہوتی ہے وہی محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہے۔ ایک باپ جب اپنے باپ کی طرف مُنہ کرتا ہے تو وہ باپ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ بیٹے کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن وہی باپ جب اپنے بیٹے کی طرف مُنہ کر کے کھڑا ہوتا ہے تو اس کی حیثیت باپ کی ہو جاتی ہے اور بیٹے کا فرض ہوتا ہے کہ اس کا ہر حکم مانے۔ بیٹا یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب تم اپنے باپ کی طرف مُنہ کر کے کھڑے تھے تو اس وقت

تمہاری حیثیت بیٹے کی تھی نہ کہ باپ کی تو اب تمہاری حیثیت باپ کی کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ اب اس کا مُنہ اپنے باپ کی طرف نہیں بلکہ اپنے بیٹے کی طرف ہو گا۔

یہی حیثیت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی عطا فرمائی ہے۔ وہ اُمتی بھی ہیں اور نبی بھی وہ نبی ہیں ہم لوگوں کی نسبت سے اور وہ اُمتی ہیں محمد ﷺ کی نسبت سے۔ عیسیٰؑ نبی تھے موسیٰؑ کی طرف مُنہ کر کے بھی صرف اپنی اُمت کی طرف مُنہ کر کے ہی نبی نہیں تھے۔ اسی طرح داوٗد نبی تھے موسیٰ کی طرف مُنہ کر کے بھی، صرف اپنی امت کی طرف مُنہ کر کے نبی نہیں تھے۔ اسی طرح سلیمانؑ، زکریاؑ اور یحییٰ نبی تھے موسیٰؑ کی طرف مُنہ کر کے بھی۔ یہ نہیں کہ صرف اپنی اُمت کی طرف مُنہ کر کے نبی ہوں اور موسیٰ کی طرف مُنہ کر کے اُمتی۔ مگر رسول کریم ﷺ کے ذریعہ یہ عجیب قسم کی نبوت جاری ہوئی کہ ایک ہی نبی جب ہماری طرف مخاطب ہوتا ہے تو وہ نبی ہوتا ہے اور جب محمد ﷺ سے مخاطب ہوتا ہے تو امتی بن جاتا ہے اور وہ کسی ایسے کام کا دعوے دار نہیں ہو سکتا جو محمد ﷺ نے نہیں کیا بلکہ اس کا فرض ہوتا ہے کہ اسی کام کو چلائے جس کام کو محمد ﷺ نے چلایا کیونکہ فرماتا ہے کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ اللہ تعالیٰ اسے آخرین میں بھی مبعوث کرے گا جو ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ گویا محمد ﷺ کی دوبارہ بعثت ہو گی اور یہ ظاہر ہے کہ محمد ﷺ کے دو کام نہیں ہو سکتے۔ وہی کام جو آپ نے پہلے زمانہ میں کئے وہی آخری زمانہ میں کریں گے۔

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مسیح ناصری کے بھی ظل یا مثیل تھے مگر آپ سے ان کو صرف ظلیت کا تعلق تھا تابعیت کا نہیں کیونکہ گو آپ کو نام مسیح کا دیا گیا تھا کام مسیح کا نہیں دیا گیا تھا۔ کام آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کا سپرد کیا گیا تھا جیسا کہ سورۂ جمعہ سے ثابت ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کو جو مشابہت آنحضرت ﷺ سے حاصل ہے وہ زیادہ شدید ہے بہ نسبت اس کے جو آپ کو مسیح ناصری سے حاصل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار پس ہماری جماعت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتی ہے اس کے

افراد کو یہ امر اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ یا تو وہ یہ دعویٰ کریں کہ حضرت مرزا صاحب کو وہ کوئی ایسا نبی سمجھتے ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی اتباع اور آپ کی غلامی سے آزاد ہو کر مقامِ نبوت حاصل کیا ہے۔ اس صورت میں وہ بے شک کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ہمارا نبی آزاد ہے اس لئے ہم نئے قانون بنائیں گے۔ اور جو کام ہماری مرضی کے مطابق ہو گا وہی کریں گے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کریں گے۔

پس اگر ہمارا یہ عقیدہ ہو کہ ہمارا نبی مستقل ہے اور وہ رسول کریم ﷺ کی غلامی اور آپ کے احکام کی اتباع سے آزاد ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم ﷺ یا صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت نہیں۔ جو باتیں ہمیں اچھی لگیں گی اور جو ہماری مرضی کے مطابق ہوں گی صرف ان میں حصہ لیں گے باقی کسی میں حصہ نہیں لیں گے لیکن اگر ہمارا یہ دعویٰ ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۂ جمعہ کے مطابق اُمتی نبی ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہو کہ رسول کریم ﷺ ہی وہ رسولاً ہیں جن کی نبوت و رسالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت شامل ہے تو پھر ہمیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ محمد ﷺ نے جو کام کئے وہی کام مسیح موعود کے بھی سپرد ہیں اور جو کام صحابہ نے کئے وہی کام جماعت احمدیہ کے ذمہ ہیں۔ مگر میں تعجب سے دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو ہماری جماعت کے دوست یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول کریم ﷺ کے کامل ظل اور اُمتی نبی ہیں اور وہی شریعت جو رسول کریم ﷺ نے قائم فرمائی اسی کو دوبارہ قائم کرنا ہماری جماعت کا فرض ہے اور دوسری طرف جماعت کا ایک حصہ صحابہؓ کے طریق عمل کی جگہ ایک نئی راہ پر چلنا چاہتا ہے اور اس راستہ کو اختیار ہی نہیں کرتا جو رسول کریم ﷺ کے صحابہ نے اختیار کی۔ گویا ان کی مثال بالکل شتر مرغ کی سی ہے کہ جہاں درجوں اور انعامات کا سوال آتا ہے وہاں تو کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم ﷺ سے کوئی الگ وجود نہیں بلکہ آپ کی بعثت در حقیقت رسول کریم ﷺ کی ہی بعثت ثانیہ ہے۔ اس وجہ سے جو صحابہؓ کا مقام وہی ہمارا مقام۔ چنانچہ وہ اس قسم کے استدلال کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں آتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ

الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کہ جیسے اولین میں سے ایک بہت بڑی جماعت نے خدا کا قرب حاصل کیا اسی طرح آخرین خدا کی بہت بڑی رحمتوں کے مستحق ہوں گے۔ پس جیسے صحابہؓ کی جماعت تھی ویسی ہی ہماری جماعت ہے۔ جیسے وہ رسول کریم ﷺ کی بعثتِ اولیٰ سے مستفیض ہوئے اسی طرح ہم رسول کریم ﷺ کی بعثتِ ثانیہ سے مستفیض ہوئے۔ پس

ہم میں اور صحابہؓ میں کوئی فرق نہیں مگر جب قربانی کا سوال آتا ہے تو ایسے لوگ کہتے ہیں کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے۔ گویا وہ بالکل شتر مرغ کی طرح ہیں جو اپنی دونوں حالتوں سے فائدہ تو اٹھالیتا ہے مگر کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کسی شتر مرغ سے کسی نے کہا کہ آؤ! تم پر اسباب لادیں کیونکہ تم شتر ہو (شتر کے معنی اونٹ ہیں اور مرغ کے معنی ہیں پرندہ) وہ کہنے لگا کیا پرندوں پر بھی کسی نے اسباب لادا ہے؟ اس نے کہا اچھا تو پھر اڑ کر دکھاؤ کہنے لگا کبھی اونٹ بھی اڑا کرتے ہیں؟ پس جس طرح شتر مرغ اڑنے کے وقت اونٹ بن جاتا ہے اور اسباب لادتے وقت پرندہ اسی طرح ہماری جماعت کا جو حصہ کمزور ہے کرتا ہے۔ یعنی جب قربانی کا وقت آتا ہے تو وہ کہتا ہے ہمارا حال اور ہے اور صحابہ کا حال اور مگر جب درجوں اور انعامات اور جنت کی نعماء کا سوال آتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ حضرت صاحب تو رسول کریم ﷺ کے ظِلّ تھے۔ پس جو حال صحابہؓ کا وہی حال ہمارا۔

میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ کوئی پوربیا مر گیا تھا۔ پوربیے عام طور پر دھوبی ہوتے ہیں۔ اس کی عورت نے باقی دھوبیوں کو اطلاع دی اور سب اکٹھے ہو گئے۔ رسم و رواج کے مطابق عورت نے ان سب کے سامنے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ ان میں طریق یہ ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو عورتیں اور لڑکیاں اکٹھی ہو کر پیٹتی ہیں اور مرد انہیں تسلی دیتے ہیں۔ اس پوربیے کی عورت نے بھی رونا پیٹنا شروع کر دیا اور روتے روتے اس قسم کی باتیں شروع کیں کہ ارے اس نے فلاں جگہ سے اتنا روپیہ لینا تھا اسے اب کون وصول کرے گا۔ ایک پوربیا آگے بڑھ کر کہنے لگا اری ہم ری ہم۔ وہ کہنے لگی ارے اس نے ادھیارے پر گائے دی ہوئی تھی اب اسے کون لائے گا؟ وہی پوربیا پھر بولا

اور کہنے لگا اری ہم ری ہم۔ پھر وہ روئی اور کہنے لگی ارے اس کی تین ماہ کی تنخواہ مالک کے ذمہ تھی اب وہ کون وصول کرے گا؟ وہ پوربیا پھر آگے بڑھا اور کہنے لگا اری ہم ری ہم۔ پھر وہ عورت رو کر کہنے لگی ارے اس نے فلاں کا دو سو روپیہ قرض دینا تھا اب وہ قرض کون دے گا؟ اس پر وہ پوربیا باقی قوم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ارے بھئی میں ہی بولتا جاؤں گا یا برادری میں سے کوئی اور بھی بولے گا۔ ان کمزور احمدیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ جہاں جنت کی نعماء اور مدارج کا سوال آتا ہے وہاں تو کہتے ہیں ارے ہم رے ہم مگر جب یہ کہا جاتا ہے کہ صحابہؓ نے بھی قربانیاں کی تھیں تم بھی قربانیاں کرو تو کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہم ہی بولتے جائیں یا برادری میں سے کوئی اور بھی بولے گا؟ یہ حالت بالکل غیر معقول ہے اور اسے کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقل نبی تھے تو بے شک کسی نئی شریعت، نئے نظام اور نئے قانون کی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن اگر وہ محمد ﷺ کے تابع اور اُمتی نبی ہیں تو پھر جو محمد ﷺ کا حال تھا وہی مسیح موعود کا حال ہے۔ اور جو ان کے صحابہؓ کا حال تھا وہی ہمارا حال ہے۔ مگر یہ کمزور لوگ جب اپنی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت تو قرآن کریم کی آیات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات پڑھ پڑھ کر اپنے سر ہلاتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے یہ انعام بھی ہے اور ہمارے لئے وہ انعام بھی ہے مگر جب کام کا سوال آتا ہے تو کوئی یہ کہنے لگ جاتا ہے کہ اگر میں کام پر گیا تو میری دکان خراب ہو جائے گی اور کوئی یہ عذر کرنے لگ جاتا ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ حالانکہ صحابہؓ کی بھی دکانیں تھیں اور صحابہؓ کے بھی بیوی بچے تھے مگر انہوں نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ پھر اگر ہم بھی صحابہؓ کے نقش قدم پر ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر تو ان باتوں سے ڈرنے اور گھبرانے کے معنے کیا ہوئے؟

ہمارا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم ﷺ کے ظِلّ اور آپؐ کے تابع تھے۔ ان کی تمام عزت اور ان کا تمام رتبہ اسی میں تھا کہ خدا نے ان کو محمد ﷺ کا

عکس بنا دیا تھا اور وہ اسی کام کے لئے مبعوث کئے گئے تھے جس کام کے لئے محمد ﷺ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے مبعوث ہوئے۔ بلکہ قرآنی اصطلاح میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد ﷺ دوبارہ زندہ ہو کر تشریف لے آئے اور یہ ایک بہت بڑی عزت کی بات ہے۔ مگر ساتھ ہی بہت بڑی ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اگر محمد ﷺ دوبارہ زندہ ہو کر تشریف لے آئے ہیں تو صحابہؓ کو بھی تو دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آجانا چاہئے۔

پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ کام کئے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے کئے تھے تو ہمارے کام وہ ہیں جو صحابہؓ نے کئے۔ صحابہؓ کو ہر سال چار چار پانچ پانچ لڑائیاں لڑنی پڑتی تھیں اور بعض لڑائیوں میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ صَرف ہو جاتا تھا۔ گویا بعض سالوں میں انہیں آٹھ آٹھ نو نو مہینے گھروں سے باہر رہنا پڑا ہے۔ پھر انہیں کوئی گزارہ نہیں ملتا تھا۔ دال، روٹی اور نمک کے لئے بھی پیسہ تک نہیں ملتا تھا۔ بیوی کا کام تھا کہ وہ بعد میں اپنی روزی آپ کمائے اور جانے والوں کا فرض تھا کہ وہ اپنے خرچ پر جائیں۔ حتّٰی کہ لڑائی پر جانے والوں کو راشن تک نہیں ملتا تھا بلکہ ہر شخص کا فرض ہوتا تھا کہ وہ اپنی روٹی کا آپ انتظام کرے۔ اس کے مقابلہ میں مَیں دیکھتا ہوں ہماری جماعت میں ان باتوں کا احساس ہی نہیں۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ سب میں احساس نہیں مگر بہر حال جن کے دلوں میں یہ احساس ہے ان کے مقابلہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے دلوں میں کوئی احساس نہیں اور اس وجہ سے ہم محض اس بات سے تسلی نہیں پا سکتے کہ جماعت کے ایک حصہ میں ان باتوں کا احساس ہے۔ جب تک جماعت کا ایک حصہ ہمیں ایسا بھی نظر آتا ہے جو اس احساس سے بالکل خالی ہے اور دعوے یہ کرتا ہے کہ اسے صحابہؓ کی مماثلت حاصل ہے خواہ وہ کتنا بھی تھوڑا ہے جب تک اس کے اس غیر معقول رویہ کی اصلاح نہ کی جائے گی اس وقت تک ہم چین اور آرام سے نہیں بیٹھ سکتے۔

میں نے سب نوجوانوں کی اصلاح اور دوسروں کو مفید دینی کاموں میں لگانے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ قائم کی تھی مگر ان کی رپورٹ ہے کہ بعض نوجوان ایسے ہیں کہ جب ہم کوئی کام ان کے سپرد کرتے ہیں تو پہلا قدم ان کا یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام کے کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور

کہتے ہیں کہ ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر زور دیا جائے تو وہ مان تو لیتے ہیں اور کہتے ہیں اچھا ہم یہ کام کریں گے مگر پھر دوسرا قدم ان کا یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام کو کرتے نہیں۔ یہی کہتے رہتے ہیں کہ ہم کریں گے، کریں گے مگر عملی رنگ میں کوئی کام نہیں کرتے۔ اس کے بعد جب ان کے لئے سزا مقرر کی جاتی ہے تو وہ اس سزا کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم استعفیٰ دے دیں گے مگر سزا برداشت نہیں کریں گے۔ اس قسم کے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ سچے احمدی نہیں۔ کیا منافقوں کے سوا مخلص صحابہؓ میں سے تم کوئی مثال ایسی پیش کر سکتے ہو کہ ان میں سے کسی نے کام کرنے سے اس طرح انکار کر دیا ہو یا کیا رسول کریم ﷺ نے کبھی اس بات کو برداشت کیا؟ پھر اس جماعت میں سے ایسا نمونہ دکھانے والوں کو ہم صحابہؓ کا نمونہ کس طرح قرار دے سکتے ہیں ہم تو ان کو انہی میں شامل کریں گے جو صحابہؓ کے زمانہ میں ایسے کام کرتے رہے ہیں یعنی منافق لوگ۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں تلوار کا جہاد تھا اور آج تلوار کا جہاد نہیں لیکن ہر زمانہ کا جہاد الگ الگ ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تلوار کا جہاد تھا اور ممکن ہے اس قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ اگر کسی وقت تلوار کے جہاد کا موقع آیا تو وہ سب سے آگے آگے ہوں گے لیکن میں سمجھتا ہوں اگر کبھی تلوار کے جہاد کا موقع آیا تو ایسے لوگ سب سے پہلے بھاگنے والے ہوں گے۔ پس جب وہ کہتے ہیں کہ یہاں کون سا تلوار کا جہاد ہو رہا ہے اگر تلوار کا جہاد ہو تو وہ شامل ہو جائیں۔ تو یا تو وہ اپنے نفس کو دھوکا دیتے ہیں یا جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں اور میرے خیال میں تو وہ جھوٹ ہی بول رہے ہوتے ہیں کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مہینہ میں دو دن دکان بند کرنے کے لئے تو تیار نہ ہو اور وہ جہاد کے لئے سال میں سے آٹھ ماہ گھر سے باہر رہ سکتا ہو۔ یہ فیصلہ کرنا کہ اس زمانہ میں کس قسم کے جہاد کی ضرورت ہے خدا کا کام ہے اور یہ خدا کا اختیار ہے کہ وہ چاہے تو ہمارے ہاتھ میں تلوار دے دے، چاہے تو قلم دے دے اور چاہے تو تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا جہاد مقرر کر دے اور اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں تلوار کا جہاد نہیں رکھا بلکہ تبلیغ اور تعلیم و تربیت کا

جہاد رکھا ہے۔ اور یہی وہ جہاد ہے جس کا سورۂ جمعہ کی ان آیات میں ذکر ہے جن میں رسول کریم ﷺ کی بعثت ثانیہ کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ میں ہر مومن کا یہ فرض مقرر کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے نشاناتِ الٰہیہ کو بیان کرے یعنی انہیں تبلیغ کرے۔ یُزَکِّیۡہِمۡ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ انہیں پاک کرے یعنی دعاؤں کے ذریعہ تزکیہ نفوس کرے۔ یا یُزَکِّیۡہِمۡ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ لوگوں کو بڑھائے۔ اگر وہ دنیوی علوم میں دوسروں سے پیچھے ہوں تو اس میدان میں ان کو آگے لے جائے، تعداد میں کم ہوں تو تعداد میں بڑھائے، مالی حالت کمزور ہو تو اس میں بڑھائے۔ غرض جس رنگ میں بھی کمی ہو انہیں بڑھاتا چلا جائے۔ گویا لوگوں کی مالی اور اقتصادی ترقی میں حصہ لے۔ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ان کو قرآن سکھائے۔ وَالۡحِکۡمَۃَ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ احکام شریعت کی حکمتوں اور ان کے اسرار سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اس آیت کے اور بھی معنے ہیں جن کو میں نے تفصیل کے ساتھ اپنی اس تقریر میں بیان کیا ہؤا ہے جو خلافت کے آغاز میں مَیں نے کی تھی اور جو ''منصبِ خلافت'' کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔ لیکن یہ پانچ موٹی موٹی باتیں ہیں

(1) تبلیغ کرنا (2) قرآن پڑھانا (3) شرائع کی حکمتیں بتانا (4) اچھی تربیت کرنا (5) قوم کی دنیوی کمزوریوں کو دور کر کے انہیں ترقی کے میدان میں بڑھانا۔ یہ پانچ ذمہ داریاں صحابہؓ پر تھیں اور یہی پانچوں ذمہ داریاں ہم پر عائد ہیں۔ تبلیغ ہمارے ذمہ ہے، تعلیم ہمارے ذمہ ہے اور احکام کی حکمتیں بتانا ہمارے ذمہ ہے اور جماعت کی مالی اور اقتصادی حالت کی درستی اور اس کی پستی کو دور کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ اگر ہم یہ پانچ کام نہیں کرتے تو ہم جھوٹے اور کذّاب ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو صحابی کہتے ہیں انہی کاموں میں سے ایک کام کے متعلق میں نے کچھ عرصہ ہؤا قادیان کی جماعت کو توجہ دلائی تھی اور میں نے کہا تھا کہ کم سے کم قادیان میں کوئی اَن پڑھ نہیں رہنا چاہئے مگر خدام الاحمدیہ کی طرف سے مجھے رپورٹ ملی ہے کہ جہاں باقی سب محلوں نے کام ختم کر لیا ہے وہاں مسجد فضل سے تعلق رکھنے والے تعاون نہیں کر رہے۔ (اس سے مراد دارالفضل والے نہیں بلکہ وہ

محلہ ہے جسے محلہ آرائیاں بھی کہتے ہیں) اس محلہ کے لوگ نہ تو نمازوں کے لئے باقاعدہ جمع ہوتے ہیں نہ پڑھانے کے لئے جاتے ہیں اور نہ ہی پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ اسی طرح مجھے بیس لوگوں کی ایسی لسٹ دی گئی ہے جنہیں اس محلہ کے اَن پڑھوں کو تعلیم دینے کے لئے مقرر کیا گیا مگر کسی نے کوئی عذر کر دیا اور کسی نے کوئی اور۔ جس نے مان بھی لیا وہ بھی پڑھانے کے لئے نہیں گیا۔ اور جب ان میں سے بعض کو کہا گیا کہ تمہیں اس جرم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے دو نے کہا ہم خدام الاحمدیہ سے استعفیٰ دے دیں گے مگر انہیں یاد رکھنا چاہئے وہ خدام الاحمدیہ سے استعفیٰ نہیں دے سکتے بلکہ انہیں احمدیت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔

یہ پانچ کام ہیں جو محمد ﷺ نے کئے۔ یہی پانچ کام ہیں جو صحابہ نے کئے اور یہی پانچ کام ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے۔ ہر شخص جو یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ کے مطابق تعلیم قرآن کا کام نہیں کرتا بلکہ تعلیم قرآن کے کام سے گریز کرتا ہے وہ اس سے گریز نہیں کرتا بلکہ احمدیت سے گریز کرتا ہے۔ ہر شخص جو تبلیغ سے گریز کرتا ہے وہ تبلیغ سے گریز نہیں کرتا بلکہ احمدیت سے گریز کرتا ہے۔ ہر شخص جو دوسروں کی تربیت سے گریز کرتا ہے وہ تربیت کرنے سے گریز نہیں کرتا بلکہ احمدیت سے گریز کرتا ہے۔ ہر شخص جو شرائع کی حکمتیں بتانے سے گریز کرتا ہے وہ شرائع کی حکمتیں بتانے سے گریز نہیں کرتا بلکہ وہ احمدیت سے گریز کرتا ہے اور ہر شخص جو تزکیۂ نفوس یا جماعت کی اقتصادی اور مالی ترقی کی تجاویز میں حصہ لینے سے گریز کرتا ہے وہ تزکیۂ نفوس یا جماعت کی اقتصادی اور مالی ترقی کی تجاویز میں حصہ لینے سے گریز نہیں کرتا بلکہ احمدیت سے گریز کرتا ہے۔ ایسے شخص کی نہ احمدیت کو کوئی ضرورت ہو سکتی ہے اور نہ اس کے لئے کوئی وجہ ہے کہ وہ احمدیت میں داخل رہے۔ وہ یہ کہہ کر کہ وہ احمدی ہے اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے یا اگر اپنے نفس کو دھوکا نہیں دیتا تو جھوٹا اور مکار ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ مومنوں کی جماعت میں شامل رہ سکے۔ یہ پانچ کام ضروری ہیں۔ اور جماعت کے ہر فرد کو ان میں حصہ لینا پڑے گا اور جب تک وہ طوعًا یا کرہًا ان کاموں میں حصہ نہیں لیں گے وہ کبھی صحیح معنوں میں صحابہؓ کے مثیل نہیں کہلا

سکیں گے۔ آخر تمہیں غور کرنا چاہئے کہ کیا صحابہؓ اپنی مرضی سے ہی تمام کام کیا کرتے تھے؟ وہ اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرتے تھے بلکہ رسول کریم ﷺ کے احکام کی متابعت میں تمام کام کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے تھے جہاد کے لئے چلو اور سب چل پڑتے تھے اور جو نہ چلتا تھا اسے جبری طور پر لے جایا جاتا تھا۔ مَیں نے چاہا تھا کہ طوعی طور پر جماعت کو ان قربانیوں میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کیا جائے مگر معلوم ہوتا ہے ساری جماعت طوعی طور پر قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس کا ایک حصہ منافقوں پر مشتمل ہے اور وہ ہمیں اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم اسے اپنی جماعت میں سے خارج کر دیں یا اگر وہ منافق نہیں تو ایسے کُودن لوگ ہیں جو ڈنڈے کے محتاج ہیں اور جیسے رسول کریم ﷺ نے ان لوگوں کو سزا دی تھی جو جہاد کے لئے نہیں گئے تھے اسی طرح وہ بھی چاہتے ہیں کہ انہیں سزا دی جائے اور جبراً ان سے احکام کی تعمیل کرائی جائے۔ ڈنڈے سے میری مراد سوٹا نہیں بلکہ جبر اور حکم مراد ہے۔

بہر حال ان لوگوں نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں جماعت کے سامنے یہ اعلان کر دوں کہ آج سے قادیان میں خدام الاحمدیہ کا کام طوعی نہیں بلکہ جبری ہو گا۔ ہر وہ احمدی جس کی پندرہ سے چالیس سال تک عمر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پندرہ دن کے اندر اندر خدام الاحمدیہ میں اپنا نام لکھا دے۔ اگر 15 سے 40 سال تک کی عمر کا کوئی احمدی 15 دن کے اندر اندر خدام الاحمدیہ میں اپنا نام نہیں لکھائے گا تو پہلے اسے سزا دی جائے گی اور اگر اس سے بھی اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ اس کے لئے کسی کو تحریک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خدام الاحمدیہ ہرگز کسی کے پاس نہ جائیں۔ ہاں ہر مسجد میں وہ اپنے بعض آدمی مقرر کر دیں اور ہر نماز کے بعد اعلان ہوتا رہے کہ فلاں وقت سے لے کر فلاں وقت تک ہمارا آدمی مسجد میں بیٹھے گا جس نے خدام الاحمدیہ میں اپنا نام لکھانا ہو وہ اسے نام لکھا دے اور محلّوں کے پریذیڈنٹوں اور سیکرٹریوں کا فرض ہے کہ اس کے متعلق خدام الاحمدیہ کی طرف سے جو بھی اعلانات آئیں ان کے سنانے کا فوری طور پر انتظام کریں۔ جو پریذیڈنٹ یا سیکرٹری اس میں غفلت سے کام لے گا وہ مجرم

سمجھا جائے گا اور اسے سزا دی جائے گی۔ غرض تمام مساجد میں خدام الاحمدیہ اعلان کرا دیں کہ فلاں وقت سے لے کر فلاں وقت تک اس مسجد میں ہمارا فلاں آدمی بیٹھے گا اسے نام لکھا دیا جائے بلکہ انہیں اپنے بعض آدمی قریب کے دیہات میں بھی مقرر کر دینے چاہئیں جیسے نواں پنڈ وغیرہ ہے۔ اس پندرہ دن کے عرصہ میں جو شخص خدام الاحمدیہ میں اپنا نام نہیں لکھائے گا ہم پہلے اس پر کیس چلائیں گے اگر کوئی معذور ثابت ہوا مثلاً ان دنوں وہ قادیان میں موجود نہ تھا یا چارپائی سے ہل نہیں سکتا تھا تو اس کو خدام الاحمدیہ میں شامل ہونے کا دوبارہ موقع دیتے ہوئے باقی ہر ایک کو جس نے ان دنوں خدام الاحمدیہ میں اپنا نام نہیں لکھایا ہو گا سزا دی جائے گی اور اگر وہ سزا برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ہم سزا نہیں لیتے، ہم خدام الاحمدیہ کے ممبر نہیں رہنا چاہتے ان کے متعلق خدام الاحمدیہ فوراً ایک کمیٹی بٹھا دیں جو تحقیق کرے کہ ان پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ درست ہے یا نہیں۔ پھر جن کا جُرم ثابت ہو جائے انہیں تین تین دن کے مقاطعہ کی سزا دی جائے۔ ان تین دنوں میں کسی کو اجازت نہیں ہو گی کہ ان سے بات چیت کرے۔ نہ باپ کو اجازت ہو گی، نہ ماں کو اجازت ہو گی، نہ بیوی کو اجازت ہو گی نہ بیٹے کو اجازت ہو گی اور نہ کسی اور قریبی رشتہ دار اور دوست کو اجازت ہو گی۔ اسی طرح ان دنوں میں انہیں قادیان سے باہر جانے کی اجازت بھی نہیں ہو گی۔ مبادا وہ خیال کر لیں کہ ان دنوں وہ قادیان سے چلے جائیں گے اور اس طرح اپنی شرم کو چھپا لیں گے بلکہ انہیں قادیان میں رہتے ہوئے یہ تین دن پورے کرنے پڑیں گے اور ان کی کسی قریب ترین ہستی کو بھی ان سے بولنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ ہاں انہیں صبح شام روٹی پہنچانا خدام الاحمدیہ کا کام ہو گا۔ اسی طرح جن لوگوں نے وعدہ کر کے کام نہیں کیا (سوائے دسویں جماعت کے طلباء کے جن کو مقرر کرنے میں خود خدام الاحمدیہ کے افسروں کی غلطی ہے) ان کے الزام کی بھی تحقیق کی جائے اور جب الزام ان پر ثابت ہو جائے تو ان کو ایک ایک دن کے مقاطعہ کی سزا دی جائے۔ اس عرصہ میں ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں

اور دوسرے تمام رشتہ داروں کا فرض ہے کہ جس طرح ایک گندا چیتھڑا اپنے گھر سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح وہ اسے اپنے گھر سے نکال دیں۔ باپ بچے کو نکال دے۔ بھائی دوست وغیرہ سب اس دن کے لئے اس سے قطع تعلق کر لیں اور وہ گھر کو چھوڑ کر مسجد یا کسی اور مناسب مقام پر چلا جائے اور چوبیس گھنٹے تک لگاتار وہیں رہے۔ ہاں ان لوگوں کو بھی کھانا پہنچانا خدام الاحمدیہ کا کام ہو گا مگر میں سمجھتا ہوں کام کی ذمہ داری صرف پندرہ سے چالیس سال کی عمر والوں پر ہی نہیں بلکہ اس سے اوپر اور نیچے والوں پر بھی ہے۔

اس لئے میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ ایک مہینہ کے اندر اندر خدام الاحمدیہ آٹھ سے پندرہ سال کی عمر تک کے بچوں کو منظم کریں اور اطفالِ احمدیہ کے نام سے ان کی ایک جماعت بنائی جائے اور میرے ساتھ مشورہ کر کے ان کے لئے مناسب پروگرام تجویز کیا جائے۔ اسی طرح چالیس سال سے اوپر عمر والے جس قدر آدمی ہیں۔ وہ انصار اللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے بھی لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمتِ دین کے لئے وقف کریں۔ اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں تین دن یا کم و بیش اکٹھے بھی لئے جاسکتے ہیں مگر بہر حال تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر کسی استثناء کے قادیان میں منظم ہو جانا لازمی ہے۔

مجلس انصار اللہ کے عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب ہوں گے اور سیکرٹری کے فرائض سرانجام دینے کے لئے میں مولوی عبدالرحیم صاحب درد، چوہدری فتح محمد صاحب اور خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب کو مقرر کرتا ہوں۔ تین سیکرٹری میں نے اس لئے مقرر کئے ہیں کہ مختلف محلّوں میں کام کرنے کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ان کو فوراً قادیان کے مختلف حصوں میں اپنے آدمی بٹھا دینے چاہئیں اور چالیس سال سے اُوپر عمر رکھنے والے تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا چاہئے۔ یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ لوگوں کو کس قسم کے کام میں سہولت ہو سکتی ہے اور جو شخص جس کام کے لئے موزوں ہو اس کے لئے اس سے نصف گھنٹہ روزانہ کام لیا جائے۔ یہ

نصف گھنٹہ کم سے کم وقت ہے اور ضرورت پر اس سے بھی زیادہ وقت لیا جا سکتا ہے یا یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ کسی سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں دو چار دن لے لئے جائیں۔ جس دن وہ اپنے آپ کو منظم کر لیں اس دن میری منظوری سے نیا پریذیڈنٹ اور نئے سیکرٹری مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ سر دست میں نے جن لوگوں کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے وہ عارضی انتظام ہے اور اس وقت تک کے لئے ہے جب تک سب لوگ منظّم نہ ہو جائیں۔ جب منظم ہو جائیں تو وہ چاہیں تو کسی اور کو پریذیڈنٹ اور سیکرٹری بنا سکتے ہیں مگر میری منظوری اس کے لئے ضروری ہو گی۔

میرا ان دونوں مجلسوں سے ایسا ہی تعلق ہو گا جیسے مربی کا تعلق ہوتا ہے۔ اور ان کے کام کی آخری نگرانی میرے ذمہ ہو گی یا جو بھی خلیفۂ وقت ہو۔ میرا اختیار ہو گا کہ جب بھی میں مناسب سمجھوں ان دونوں مجلسوں کا اجلاس اپنی صدارت میں بلالوں اور اپنی موجودگی میں ان کو اپنا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کہوں۔ یہ اعلان پہلے صرف قادیان والوں کے لئے ہے۔ اس لئے ان کو میں پھر متنبّہ کرتا ہوں کہ کوئی فرد اپنی مرضی سے ان مجالس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے کہ جو اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو حکماً اس تنظیم میں شامل ہونا پڑے گا اور اس تنظیم کے ذریعہ علاوہ اور کاموں کے اس امر کی بھی نگرانی رکھی جائے گی کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے جو مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کا پابند نہ ہو۔ سوائے ان زمینداروں کے جنہیں کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے یا سوائے ان مزدوروں کے جنہیں کام کے لئے باہر جانا پڑتا ہے۔ گو ایسے لوگوں کے لئے بھی میرے نزدیک کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہونا چاہئے جس کے ماتحت وہ اپنی قریب ترین مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس تو اکثر جگہ قائم ہی ہیں اب انہیں ہر جگہ چالیس سال سے زائد عمر والوں کے لئے مجالس انصار اللہ قائم کرنی چاہئیں۔ ان مجالس کے وہی قواعد ہوں گے جو قادیان میں مجلس انصار اللہ کے قواعد ہوں گے مگر سرِ دست باہر کی جماعتوں میں داخلہ فرض کے طور پر نہیں ہو گا بلکہ ان مجالس میں شامل ہونا ان کی مرضی پر موقوف ہو گا لیکن جو پریذیڈنٹ یا امیر یا سیکرٹری ہیں

ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مجلس میں شامل ہوں۔ کوئی امیر نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ کوئی پریذیڈنٹ نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصاراللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو اور کوئی سیکرٹری نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصاراللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اگر اس کی عمر 15 سال سے اُوپر اور چالیس سال سے کم ہے تو اس کے لئے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا اور اگر وہ چالیس سال سے اُوپر ہے تو اس کے لئے انصاراللہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا۔ اسی طرح سال ڈیڑھ سال تک دیکھنے کے بعد خدا نے چاہا تو آہستہ آہستہ باہر بھی ان مجالس میں شامل ہونا لازمی کر دیا جائے گا کیونکہ احمدیت صحابہؓ کے نقش قدم پر ہے۔ صحابہؓ سے جب جہاد کا کام لیا جاتا تھا تو ان کی مرضی کے مطابق نہیں لیا جاتا تھا بلکہ کہا جاتا تھا کہ جاؤ اور کام کرو۔ مرضی کے مطابق کام کرنے کا میں نے جو موقع دینا تھا وہ قادیان کی جماعت کو میں دے چکا ہوں اور جنہوں نے ثواب حاصل کرنا تھا انہوں نے ثواب حاصل کر لیا ہے۔

اب 15 سے 40 سال تک کی عمر والوں کے لئے خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا لازمی ہے اور اس لحاظ سے اب وہ ثواب نہیں رہا جو طوعی طور پر کام کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہو سکتا تھا۔ بے شک خدمت کا اب بھی ثواب ہو گا لیکن جو طوعی طور پر داخل ہوئے اور وفا کا نمونہ دکھایا وہ سابق بن گئے۔ البتہ انصار اللہ کی مجلس چونکہ اس شکل میں پہلے قائم نہیں ہوئی اور نہ کسی نے میرے کسی حکم کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے اس میں جو بھی شامل ہو گا اسے وہی ثواب ہو گا جو طوعی طور پر نیک تحریکات میں شامل ہونے والوں کو ہوتا ہے۔ مَیں ایک دفعہ پھر جماعت کے کمزور حصہ کو اس امر کی طرف توجہ دلا دیتا ہوں کہ دیکھو شتر مرغ کی طرح مت بنو جو کچھ بنو اس پر استقلال سے کاربند رہو۔ اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ کے مثیل ہو تو تمہیں اپنے اندر صحابہؓ کی صفات بھی پیدا کرنی چاہئیں اور صحابہؓ کے متعلق یہی ثابت ہے کہ ان سے دین کا کام حکماً لیا جاتا تھا۔ پس جب صحابہؓ کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ دینی احکام کے متعلق کسی قسم کی چُون وچرا کریں تو تمہیں یہ اختیار کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ یا تو یہ کہو کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں تھے اور

چونکہ وہ نبی نہیں تھے اس لئے ہم صحابی بھی نہیں اور نہ صحابہؓ سے ہماری مماثلت کے کوئی معنے ہیں مگر اس صورت میں تمہارا مقام قادیان میں نہیں بلکہ لاہور میں ہو گا کیونکہ وہی لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب رسول کریم ﷺ کے ظِلّ کامل نہیں تھے جس کے لازمی معنے یہ بنتے ہیں کہ جب مرزا صاحب نبی نہیں تھے تو وہ صحابی بھی نہیں۔ مگر ان میں بھی شتر مرغ والی بات ہے کہ وہ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ مرزا صاحب رسول کریم ﷺ کے ظلِ کامل یعنی نبی نہیں تھے مگر کہتے اپنے آپ کو صحابی ہی ہیں۔ حالانکہ اگر مرزا صاحب نبی نہیں تو وہ صحابی کس طرح ہو گئے؟ چنانچہ بار بار ہمارے مقابلہ میں غیر مبائعین نے اپنے اکابر کو صحابہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ گویا مولوی محمد علی صاحب تو صحابی بن گئے مگر مرزا صاحب ان کے نزدیک "مخصوص عالم" ہی رہے۔ پس ایسے لوگوں کا مقام لاہور ہے قادیان نہیں۔ ہر چیز جہاں کی ہو وہیں سجتی ہے۔ ان کو بھی چاہئے کہ قادیان سے اپنا تعلق توڑ کر لاہور سے اپنا تعلق قائم کر لیں۔ پھر ہم ان کاموں کے متعلق ان سے کچھ نہیں کہیں گے۔ مگر جب تک وہ ہم میں شامل رہیں گے ہم ان سے دین کی خدمت کا کام نظام کے ماتحت ضرور کرائیں گے اور اگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی تو ہم اس بات پر مجبور ہوں گے کہ ایسے کمزور لوگوں کو اپنی جماعت سے خارج کر دیں۔ میں نے متواتر بتایا ہے کہ کوئی جماعت کثرتِ تعداد سے نہیں جیتتی۔

قرآن کریم نے بھی اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کَمۡ مِّنۡ فِئَۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ فِئَۃً کَثِیۡرَۃًۢ بِاِذۡنِ اللّٰہِ یعنی کئی دفعہ قلیل التعداد جماعتیں کثیر تعداد رکھنے والی اقوام پر غالب آجایا کرتی ہیں۔ پس محض کثرت کچھ چیز نہیں اگر اس کثرت میں ایمان اور اخلاص نہیں۔ پھر میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ ہم میں شامل ہی رہیں تو کسی قوم کے مقابلہ میں بھلا ہمیں کون سی غیر معمولی فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ہندوستان میں سب سے کم تعداد سکھوں کی سمجھی جاتی ہے مگر وہ بھی تیس چالیس لاکھ ہیں اور ہم تو ان سکھوں کے مقابلہ میں بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ آج سے چھ سال پہلے مئی 1934ء میں سردار کھڑک سنگھ صاحب جو سکھوں کے بے تاج بادشاہ کہلایا کرتے تھے

یہاں آئے اور انہوں نے بسر اواں میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا قادیان میں احمدی سکھوں پر سخت ظلم کر رہے ہیں۔ اگر احمدی اس ظلم سے باز نہ آئے تو قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی بلکہ ان کے ایک ساتھی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ قادیان کی اینٹیں سمندر میں پھینک دی جائیں گی۔ مجھے جب یہ رپورٹ پہنچی تو میں نے ایک اشتہار لکھا جس میں مَیں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ احمدیوں کے مظالم کی داستان بالکل غلط ہے۔ اگر آپ اس علاقہ کے سکھوں کو قسم دے کر پوچھیں تو ان میں سے ننانوے فیصدی آپ کو یہ بتائیں گے کہ میں اور میرا خاندان اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والے ہمیشہ سکھوں سے محبت کا برتاؤ کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے حسنِ سلوک کے کئی واقعات تفصیل کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے۔

اسی ضمن میں مجھے یہ رپورٹ بھی ملی کہ ایک احراری نے ان کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سکھ بڑے بے غیرت ہیں کہ احمدی ان کے گرو کو مسلمان کہہ کر ان کی ہتک کرتے ہیں اور پھر بھی ان کو جوش نہیں آتا۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت کے بعد مسلمانوں کے نزدیک دنیا میں دو ہی گروہ ہیں یا مسلمان یا کافر۔ اس احراری کے نزدیک باوا صاحب کو مسلمان کہنے سے ان کی ہتک ہوتی ہے تو اس سے پوچھیں کہ وہ باوا صاحب کو کیا سمجھتا ہے؟ اگر تو وہ مسلمان ولی اللہ سے بڑھ کر باوا صاحب کو کوئی درجہ دے تو آپ سمجھ لیں کہ وہ آپ کا خیر خواہ ہے اور اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ باوا صاحب چونکہ بانیٔ اسلام ﷺ کے منکر تھے اس لئے کافر تھے تو آپ بتائیں کہ باوا صاحب کی ہتک کرنے والا وہ ہوا یا ہم۔ ہم تو انہیں مسلمان ولی اللہ کے معنوں میں کہتے ہیں اور مسلمان ولی اللہ سے اُوپر مسلمانوں کے نزدیک صرف رسول اور پیغمبر ہی ہوتے ہیں۔ پس ہمارا ان کو مسلمان کہنا کسی تحقیر کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم ان کو ویسا ہی قابل عزت سمجھتے ہیں جیسے ہمارے نزدیک مسلمان اولیاء قابل عزت ہوتے ہیں۔ ہمارا انہیں مسلمان کہنے سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ان ادنیٰ لوگوں کی طرح تھے جو سکھوں کے گاؤں میں بستے ہیں اور گو مسلمان کہلاتے ہیں مگر اسلام سے انہیں کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ ہم ان

کی دنیوی حیثیت سے ان کو مسلمان نہیں کہتے بلکہ ان کو دینی لحاظ سے مسلمان کہتے ہیں اور دینی لحاظ سے مسلمان کے معنے ولی اللہ کے ہوا کرتے ہیں مگر عام طور پر چونکہ سکھوں کے گاؤں میں مسلمان کمیں ہؤا کرتے ہیں اور دنیاداروں کی نگاہ میں کمّیں حقیر خیال کئے جاتے ہیں اس لئے وہ خیال کر لیتے ہیں کہ جیسے ہمارے گاؤں کے کمّیں مسلمان ہیں ویسا ہی مسلماں یہ ہمارے باوا صاحب کو سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہم اس نقطۂ نگاہ سے انہیں مسلمان نہیں کہتے بلکہ مسلمان کا لفظ ان کے ولی اللہ ہونے کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ لفظ بُرا محسوس ہوتا ہے تو آپ ہی بتائیں کہ ہم انہیں کیا کہیں؟ ہمارے نزدیک تو مسلمانوں کے سوا جتنے لوگ ہیں سب کافر ہیں اور دو ہی اصطلاحیں مسلمانوں میں رائج ہیں۔ یا کافر کی اصطلاح یا مسلمان کی اصطلاح۔ اگر باوا صاحب مسلمان بمعنے ولی اللہ نہیں تو دوسرے لفظوں میں وہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کافر اور خدا سے دُور تھے۔ اب آپ ہی سوچ لیں کہ باوا صاحب کو مسلمان کہنے سے ان کی ہتک ہوتی ہے یا ان کو مسلمان نہ کہنے سے ان کی ہتک ہوتی ہے۔

احرار کا تو اس اعتراض سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ احمدی باوا صاحب کی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ مگر سکھ ناواقفیت کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ احرار ان کی تائید کر رہے ہیں اور احمدی انہیں گالی دے رہے ہیں۔ میں نے جب یہ اشتہار شائع کیا تو چونکہ وہ آدمی سمجھدار تھے اس لئے انہوں نے دوسرے ہی دن جلسہ گاہ میں سٹیج پر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا کہ تم نے مجھے سخت ذلیل کرایا ہے کیونکہ جو باتیں تم نے مجھے بتائی تھیں وہ اَور تھیں اور جو باتیں اس اشتہار میں لکھی ہیں وہ بالکل اور ہیں۔ میرا منشاء اس مثال سے یہ ہے کہ باوجود اس بات کے کہ سکھ تمام قوموں میں سے کم ہیں پھر بھی وہ اپنے آپ کو اتنا طاقتور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ایک موقع پر ہمیں یہ نوٹس دے دیا کہ وہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ قادیان کی اینٹیں سمندر میں پھینک دی جائیں گی۔ تو قومی لحاظ سے غیر اقوام کے مقابلہ میں ہم پہلے ہی تھوڑے ہیں۔ پھر اگر ان منافق طبع لوگوں کو اپنی جماعت سے نکال دینے پر بھی ہم تھوڑے ہی رہتے ہیں اور ان

کے ساتھ رہنے سے زیادہ نہیں ہو سکتے تو کوئی وجہ نہیں کہ جب ان کا وجود دوسرے لوگوں کے لئے مُضر ثابت ہو رہا ہو انہیں جماعت سے خارج نہ کیا جائے لیکن اگر خدا کے رسولوں کی جماعتیں کثرت تعداد کی بناء پر نہیں بلکہ خدا کی نصرت اور اس کی مدد کے ساتھ جیتا کرتی ہیں تو اس صورت میں خواہ یہ لوگ نکل جائیں پھر بھی گو ہم موجودہ وقت سے تھوڑے ہو جائیں گے مگر شکست نہیں کھا سکتے۔ ممکن ہے پیغامی یہ کہنا شروع کر دیں کہ پہلے تو اپنے زیادہ ہونے کو صداقت کی دلیل قرار دیتے تھے اب کہتے ہیں کہ تھوڑے ہو کر بھی ہم حق ہی پر رہیں گے۔ ایک ہی وقت میں یہ تمہاری دونوں باتیں کس طرح درست ہو سکتی ہیں؟

سو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میری دونوں باتیں درست ہیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہم تھوڑے ہو کر بھی شکست نہ کھائیں گے اس وقت بھی میں ایک حقیقت بیان کرتا ہوں اور جب میں کہتا ہوں کہ ہم زیادہ ہیں اس لئے ہم حق پر ہیں تو اس وقت بھی میں ایک حقیقت بیان کیا کرتا ہوں۔ ہم تھوڑے ہیں غیر اقوام کے مقابلہ میں اور ہم زیادہ ہیں اس لحاظ سے کہ نبی کی جماعت کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔ پس جب میں نے یہ کہا کہ ہم تھوڑے ہو کر بھی شکست نہیں کھا سکتے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا زیادہ حصہ ہم سے الگ ہو جائے گا اور قلیل حصہ ہمارے ساتھ رہ جائے گا کیونکہ جماعت کی اکثریت بہرحال ہمارے ساتھ رہے گی اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی کی جماعت کی اکثریت گمراہ ہو جائے۔ اگر کسی وقت اکثریت کو غلطی لگے تو وہ غلطی پر قائم نہیں رہ سکتی بلکہ چند دنوں میں ہی اسے غلطی کی اصلاح کا موقع مل جاتا ہے۔ جیسا کہ صحابہؓ کے زمانہ میں حضرت علیؓ کی خلافت کے عہد میں ہوا۔ پس میں نے اپنے آپ کو تھوڑا دنیا کی اور اقوام کے مقابلہ میں قرار دیا ہے اور میں نے یہ نہیں کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت قلیل رہ جائے گی کیونکہ جب تک جماعت کے دلوں میں نور ایمان باقی ہے یہ ناممکن ہے کہ اس کی اکثریت بگڑ جائے۔ پھسلنے والے پھسلیں گے، گرنے والے گریں گے اور جدا ہونے والے جدا ہوں گے مگر اکثریت پھر بھی ہمارے ساتھ ہی رہے گی۔ پس پیغامی یا ان کے

گماشتے مصری میرے ان الفاظ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اکثریت ہمارے ساتھ ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ اگر بعض منافق یا کمزور طبع لوگ اپنی ایمانی کمزوری کا ثبوت دیتے ہوئے ہم سے الگ ہو جائیں تو وہ پھر بھی اکثریت قرار نہیں پائیں گے بلکہ اکثریت ہمارے ساتھ رہے گی اور وہ ہمارے مقابلہ میں تھوڑے ہی رہیں گے کیونکہ نبیوں کی جماعتوں کے اندر شروع زمانہ میں منافق اور فتنہ وفساد پیدا کرنے والے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں اور مومن زیادہ ہوتے ہیں۔

پس جب میں اپنے متعلق تھوڑے کا لفظ بولتا ہوں تو اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ ہم احمدی کہلانے والوں کے مقابلہ میں تھوڑے ہیں بلکہ غیر اقوام مراد ہوتی ہیں اور میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم ان کے مقابلہ میں بالکل قلیل ہیں لیکن احمدی کہلانے والے غیر مبائعین کے مقابلہ میں ہم زیادہ ہیں اور زیادہ ہی رہیں گے۔ انشاء اللہ پس مَیں اس خطبہ کے ذریعہ جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو پوزیشن ہم نے دیانتداری کے ساتھ تسلیم کی ہوئی ہے ہمیں اس کے مطابق اپنے اعمال میں بھی تغیر پیدا کرنا چاہئے۔ اسی طرح صحابہؓ کی جو پوزیشن ہمارے نزدیک مسلّم ہے وہی پوزیشن ہمیں اختیار کرنی چاہئے۔ صحابہؓ کی پوزیشن یہ تھی کہ انہیں حکم دیا جاتا اور وہ فوراً اطاعت کے لئے کھڑے ہو جاتے اور یہی پوزیشن ہماری ہونی چاہئے۔ جو شخص یہ پوزیشن اختیار نہیں کرتا ہم یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امتی نبی مانتا ہے کیونکہ امتی نبی ماننے کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ جو کچھ صحابہؓ نے کیا وہی ہم کریں اور اگر کوئی شخص صحابہؓ کے سے کام نہیں کرتا تو اس کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آزاد نبی مانتا ہے۔ اس صورت میں اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم جسے مسیح موعود تسلیم کرتے ہیں وہ رسول کریم ﷺ کا امتی ہے۔ ہم کسی ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں جو اپنے آپ کو مستقل نبی قرار دے اور رسول کریم ﷺ کی غلامی سے آزاد ہو کر نبوت کا دعویٰ دنیا کے سامنے پیش کرے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ مرزا صاحب نبی نہیں تھے کیونکہ آپ کو خدا نے بھی نبی قرار دیا ہے اور اس کے

رسول نے بھی نبی قرار دیا ہے اور ہمارے نزدیک ایسا شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو کلیۃً تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے وہ خدا کو بھی جھوٹا کہتا ہے اور خدا کے رسول کو بھی جھوٹا کہتا ہے۔ اس لئے ان کا راستہ اور ہے اور ہمارا راستہ اور۔ پس میں قادیان کی جماعت کو آئندہ تین گروہوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

اول: اطفال احمدیہ۔ 8 سے 15 سال تک

دوم: خدام الاحمدیہ۔ 15 سے 40 سال تک

سوم: انصار اللہ۔ 40 سے اوپر تک

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنی اپنی عمر کے مطابق ان میں سے کسی نہ کسی مجلس کا ممبر بنے۔ خدام الاحمدیہ کا نظام ایک عرصہ سے قائم ہے۔ مجالس اطفال احمدیہ بھی قائم ہیں۔ البتہ انصار اللہ کی مجلس اب قائم کی گئی ہے اور اس کے عارضی انتظام کے طور پر مولوی شیر علی صاحب کو پریذیڈنٹ اور مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے، خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب کو سیکرٹری بنایا گیا ہے۔ یہ اگر کام میں سہولت کے لئے مزید سیکرٹری یا اپنے نائب مقرر کرنا چاہیں تو انہیں اس کا اختیار ہے۔ ان کا فرض ہے کہ تین دن کے اندر اندر مناسب انتظام کر کے ہر محلہ کی مسجد میں ایسے لوگ مقرر کر دیں جو شامل ہونے والوں کے نام نوٹ کرتے جائیں اور پندرہ دن کے اندر اندر اس کام کو تکمیل تک پہنچایا جائے۔ اس کے لئے قطعاً اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ محلّوں میں پھر کر لوگوں کو شامل ہونے کی تحریک کریں بلکہ وہ مسجد میں بیٹھ رہیں جس نے اپنا نام لکھانا ہو وہاں آ جائے اور جس کی مرضی ہو ممبر بنے اور جس کی مرضی ہو نہ بنے۔ جو ہمارا ہے وہ آپ ہی ممبر بن جائے گا اور جو ہمارا نہیں اسے ہمارا اپنے اندر شامل رکھنا بے فائدہ ہے۔ پندرہ دن کے بعد مردم شماری کر کے یہ تحقیق کی جائے گی کہ کون کون شخص باہر رہا ہے۔ اگر تو کوئی شخص دیدہ دانستہ باہر رہا ہو گا تو اسے کہا جائے گا کہ چونکہ تم باہر رہے ہو اس لئے اب تم باہر ہی رہو مگر جو کسی معذوری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکا ہو گا اسے ہم کہیں گے کہ گھر کے اندر تمہارے تمام

بھائی بیٹھے ہیں آؤ اور تم بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ اس طرح پندرہ دن کے اندر اندر قادیان کی تمام جماعت کو منظم کیا جائے گا اور ان سے وہی کام لیا جائے گا جو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا گیا۔ یعنی کچھ تو اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو تبلیغ کریں، کچھ اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو قرآن اور حدیث پڑھائیں، کچھ اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں، کچھ اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ تعلیم و تربیت کا کام کریں اور کچھ یُزَکِّیْهِمْ کے دوسرے معنوں کے مطابق اس بات پر مقرر کئے جائیں گے کہ وہ لوگوں کی دنیوی ترقی کی تدابیر عمل میں لائیں۔

یہ پانچ کام ہیں جو لازماً ہماری جماعت کے ہر فرد کو کرنے پڑیں گے۔ اسی طرح جس طرح جماعت فیصلہ کرے اور جس طرح نظام ان سے کام کا مطالبہ کرے۔ جو شخص کسی واقعی عذر کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکتا مثلاً وہ مفلوج ہے یا اندھا ہے یا ایسا بیمار ہے کہ چل پھر نہیں سکتا ایسے شخص سے بھی اگر عقل سے کام لیا جائے تو فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ۔ مثلاً اسے کہہ دیا جائے کہ اگر تم کچھ اور نہیں کر سکتے تو کم سے کم دو نفل روزانہ پڑھ کر جماعت کی ترقی کے لئے دعا کر دیا کرو۔ پس ایسے لوگوں سے بھی اگر کچھ اور نہیں تو دعا کا کام لیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو کوئی نہ کوئی کام نہ کر سکے۔ قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں وہی شخص زندہ رکھا جاتا ہے جو کسی نہ کسی رنگ میں کام کر کے دوسروں کے لئے اپنے وجود کو فائدہ بخش ثابت کر سکتا ہے اور ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت کا کام جس میں جسمانی محنت سب سے کم برداشت کرنی پڑتی ہے دعا ہے۔ ہاں بعض کے کام بالواسطہ بھی ہوتے ہیں جیسے پاگل نہ دعا کر سکتے ہیں اور نہ کچھ اور کام کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگ صرف عبرت کا کام دیتے اور لوگ انہیں دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ مگر ایسا معذور میرے خیال میں قادیان میں کوئی نہیں۔ نیم فاتر العقل دو چار ضرور ہیں مگر پورا پاگل میرے خیال میں قادیان میں کوئی نہیں۔ لیکن یہ لوگ بھی اتنا کام تو ضرور کر رہے ہیں کہ لوگوں کے لئے عبرت کا موجب بنے ہوئے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے دوست اپنے مقام کو سمجھتے

ہوئے ایسے رنگ میں کام کریں گے کہ ان میں سے کوئی بھی باغیوں کی صف میں کھڑا نہیں ہو گا۔ اگر کوئی شخص ان مجالس میں سے کسی مجلس میں بھی شامل نہیں ہو گا تو وہ ہرگز جماعت میں رہنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا۔ پس ان مجالس میں شامل ہونا در حقیقت اپنے ایمان کی حفاظت کرنا اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا عملی رنگ میں اقرار کرنا ہے جو خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہم پر عائد ہیں اور خدا اور اس کے رسول نے جو احکام دیئے ہیں ان کے نفاذ اور اجراء میں حصہ لینا صرف میرا فرض نہیں بلکہ ہر شخص کا فرض ہے۔ آخر میں نے (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا تھا نہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) رسول کریم ﷺ کا آخری مظہر بنا کر بھیجا، نہ صحابہؓ کو میں نے بنایا اور نہ تم کو میں نے بنایا۔ یہ خدا کا کام ہے جو اس نے کیا۔ میرا کام تو صرف ایک مزدور کا سا ہے اور میرا فرض ہے کہ خدا نے جس فقرہ کو جہاں رکھا ہے وہاں اس کو رکھ دوں۔ پس میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا نے کہا۔ اگر کوئی شخص اسے تسلیم نہیں کرتا تو اسے ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ بات خدا نے نہیں کہی ورنہ وہ میرا انکار نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کا انکار کرتا ہے۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 26 جولائی 1940ء۔ بحوالہ الفضل یکم اگست 1940ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 22 فروری 2020ء)

﴾4﴿

خطبہ جمعہ حضرت مصلح موعودؓ

حضرت مصلح موعودؓ کا نوجوانوں سے پہلا خطاب

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”میں نے متواتر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نئی نسلیں جب تک اس دین اور ان اصول کی حامل نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی اور مامور دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اس وقت تک اس سلسلہ کا ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا۔ بے شک ترقی ہوتی ہے۔ مگر اس طرح کہ کبھی ترقی ہوئی اور کبھی رک گئی۔ کبھی بڑھ گئے اور کبھی رخنہ واقع ہو گیا۔ اس طرح الٰہی سلسلہ پہاڑوں کی طرح اونچا نیچا ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن بہر حال رخنہ بری چیز ہے۔ کوئی اچھی چیز نہیں اور ہمیں اس کو جلد سے جلد دور کرنا چاہئے۔ مگر یہ رخنے آج ہم میں ہی پیدا نہیں ہوئے۔ پہلی قوموں اور پہلے زمانوں میں بھی موجود تھے۔ جن کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض لوگ ہماری جماعت پر یہ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ اگر یہ الٰہی سلسلہ ہے تو اس میں فلاں نقص کیوں ہے۔ حالانکہ یہ باتیں پہلے زمانوں میں بھی تھیں....

اسلام اور احمدیت کی تعلیمات کی حقیقی روح نوجوانوں میں جلوہ گر ہو

مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اِن چیزوں کو قائم رکھا جائے بلکہ ہمیں ان امور کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور وہ اصلاح اسی رنگ میں ہو سکتی ہے کہ نوجوانوں کو اِس امر کی تلقین کی جائے کہ وہ اپنے اندر ایسی روح پیدا کریں کہ اسلام اور احمدیت کا حقیقی مغز انہیں میسر آجائے۔ اگر ان کے اندر اپنے طور پر یہ بات پیدا ہو جائے تو پھر کسی حکم کی ضرورت نہیں رہتی۔ حکم دینا کوئی ایسا اچھا نہیں ہوتا۔ دنیا میں بہترین مصلح وہی سمجھا جاتا ہے جو تربیت کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں ایسی روح پیدا

کر دیتا ہے کہ اس کا حکم ماننا لوگوں کیلئے آسان ہو جاتا ہے اور وہ اپنے دل پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم باقی الہامی کتب پر فضیلت رکھتا ہے اور الہامی کتابیں تو یہ کہتی ہیں کہ یہ کرو اور وہ کرو مگر قرآن یہ کہتا ہے کہ اِس لئے کرو، اِس لئے کرو۔ گویا وہ خالی حکم نہیں دیتا بلکہ اس حکم پر عمل کرنے کی انسانی قلوب میں رغبت بھی پیدا کر دیتا ہے۔ تو سمجھانا اور سمجھا کر قوم کے افراد کو ترقی کے میدان میں اپنے ساتھ لئے جانا یہ کامیابی کا ایک اہم گُر ہے اور قرآن کریم نے اس پر خاص زور دیا ہے۔ چنانچہ سورۂ لقمان میں حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے جو نصیحتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک نصیحت یہ ہے کہ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ (آیت:20) تمہارے ساتھ چونکہ کمزور لوگ بھی ہوں گے اس لئے ایسی طرز پر چلنا کہ کمزور رہ نہ جائیں۔ بے شک تم آگے بڑھنے کی بھی کوشش کرو مگر اتنے تیز بھی نہ ہو جاؤ کہ کمزور طبائع بالکل رہ جائیں۔

حکم دو تو محبت اور پیار سے سمجھا کر دو

دوسرے جب بھی تم کوئی حکم دو محبت، پیار اور سمجھا کر دو۔ اس طرح نہ کہو کہ "ہم یوں کہتے ہیں" بلکہ ایسے رنگ میں بات پیش کرو کہ لوگ اسے سمجھ سکیں اور وہ کہیں کہ اس کو تسلیم کرنے میں تو ہمارا اپنا فائدہ ہے۔ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ کے یہی معنے ہیں۔

میانہ روی اور حکمت قومی ترقی کی روح پیدا کرنے میں مد ہیں گویا میانہ روی اور پُر حکمت کلام یہ دو چیزیں مل کر قوم میں ترقی کی رُوح پیدا کیا کرتی ہیں اور پُر حکمت کلام کا بہترین طریق یہ ہے کہ دوسروں میں ایسی روح پیدا کر دی جائے کہ جب انہیں کوئی حکم دیا جائے تو سننے والے کہیں کہ یہی ہماری اپنی خواہش تھی۔ یہی وقت ہوتا ہے جب کسی قوم کا قدم ترقی کی طرف سُرعت کے ساتھ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے مگر جب امام کچھ کہے اور ماموم کچھ سمجھے، امیر کوئی حکم دے اور مأمور اس سے کوئی مطلب لے اور سمجھنے اور سمجھانے کی کشمکش جاری رہے۔ وہ حکم دے اور یہ کہے کہ مجھے پہلے اس کی غرض اور اس کا فائدہ سمجھا دیجئے اور جب سمجھایا جائے تو کہے میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تو ایسی

صورت میں کبھی بھی قومی ترقی نہیں ہوتی۔ لیکن جب امیر اور مامور کے آپس میں ایسے تعلقات ہوں یا تربیت دماغی ایسے رنگ میں ہو چکی ہو کہ امیر جب کوئی حکم دے تو سب لوگ یہ سمجھیں کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اور یہی ہماری خواہش تھی، تو اُس وقت یقیناً وہ ترقی کر جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں مثل ہے کہ سَو سیانے اِکّو مت۔ یعنی اگر سو عقلمند ہوں تو وہ سب ایک ہی بات پر متفق ہوں گے۔ یہ نہیں ہو گا کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ۔ اسی طرح اگر ہم ساری جماعت کو عقلمند بنادیں تو سب کی ایک ہی رائے ہو اور متحدہ عزم، متحدہ ارادے اور متحدہ کوششیں اپنے اندر جو اثر رکھتی ہیں وہ بہت وسیع ہوتے ہیں لیکن اگر امیر کی عقل تو تیز ہے لیکن مأمور کی نہیں، مأمور قدم قدم پر ٹھہر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے سمجھائیے ایسا نہ ہو کہ مجھے کوئی غلطی لگ جائے، تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس امیر کی کوششیں بارآور نہیں ہوتیں اور قوم کامیابی کا پھل کھانے سے محروم رہتی ہے۔

قوم کے دماغوں کی تربیت صحابہؓ کرام کی مانند

بہترین ذریعہ قومی ترقی کا یہ ہوتا ہے کہ ساروں کی عقل تیز کر دی جائے۔ اِدھر اِنہیں حکم ملے اور اُدھر طبائع اس پر عمل کرنے کیلئے پہلے ہی تیار ہوں اور وہ کہیں کہ ہم تو پہلے ہی اس کے منتظر تھے۔ حدیثوں میں ایسے بہت سے واقعات آتے ہیں کہ جب قرآنی احکام نازل ہوتے تو صحابہؓ کہتے ہم تو پہلے ہی ان احکام کے منتظر تھے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ فوراً عمل کی طرف متوجہ ہو جاتے اور بحث اور غلط بحث سے بچ جاتے۔ پس ایسے ذرائع کو اختیار کرنا چاہئے جن سے قوم کے دماغ کی تربیت ہو اور خصوصاً نوجوانوں کے دماغ کی تربیت ہو کیونکہ زیادہ تر کاموں کی ذمہ داری آئندہ نوجوانوں پر ہی پڑنے والی ہوتی ہے۔

نکمے پن کی تباہ کن عادت

اگر نوجوانوں میں بُری باتیں پیدا ہو جائیں مثلاً نکمے پن کی عادت پیدا ہو جائے یا سُستی کی عادت پیدا ہو جائے یا جھوٹ کی عادت پیدا ہو جائے تو یقیناً آج نہیں تو کل وہ قوم تباہ ہو جائے گی۔

بالخصوص جھوٹ تو ایسا خطرناک مرض ہے کہ یہ انسان کے ایمان کو جڑ سے اُکھیڑ دیتا ہے۔ بعض دفعہ پندرہ پندرہ سال تک ہم ایک شخص کے متعلق یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ بڑا بزرگ اور راستباز انسان ہے مگر پھر پتہ لگتا ہے کہ وہ بڑا کذاب ہے۔ دیکھتا کچھ ہے اور بیان کچھ کرتا ہے۔ مگر یہ باتیں بچپن میں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ پس نوجوانوں میں اگر اس قسم کی باتیں پیدا کر دی جائیں اور ان کے اخلاق کو صحیح رنگ میں ڈھالا جائے تو یقیناً قوم کی ترقی میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ مثلاً میں نے تحریک جدید جاری کی۔ اس میں اگر غور کرکے دیکھا جائے تو کامیابی عورتوں اور بچوں کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اگر عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ تعاون نہ کریں تو یقیناً جماعت کا ایک حصہ اس پر عمل کرنے سے رہ جائے گا لیکن اگر عورتیں اور بچے اس میں شامل ہوں تو ہمارے کام میں بہت سہولت پیدا ہوسکتی ہے۔ مثلاً سادہ کپڑے ہیں یا زیورات کی کمی ہے یا ایک خاص عرصہ تک زیور بالکل نہ بنوانا ہے۔ اب جب تک عورتیں اس میں شریک نہ ہوں تو ان باتوں پر کس طرح عمل ہو سکتا ہے یا ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے اس میں اگر بچے اور نوجوان شریک نہ ہوں تو یہ سکیم کس طرح چل سکتی ہے۔ یا ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے اِس میں اگر بچے اور نوجوان شریک نہ ہوں تو یہ سکیم کس طرح چل سکتی ہے۔ مثلاً نکمّا نہ رہنا ہے اب نکمے پن کی عادت بچوں میں ہی ہو سکتی ہے، بڑے تو اپنی اپنی جگہ کام کر رہے ہوتے ہیں اور ان میں سے کئی آسودہ حال ہوتے ہیں لیکن ان کی نئی نسل یہ کہنا شروع کر دیتی ہے کہ ہمارے ابا نواب، ہمارے ابّا فلانے، ہم فلاں کام کیوں کریں اِس میں ہماری ہتک ہے اور پھر تمام خرابیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں حالانکہ اگر ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی جائے اور ان کے قلوب پر اس کا نقش کر دیا جائے۔

کام کرنے والا عزت کا مستحق ہے اور نکما بیٹھنے والا باعث ننگ و عار ہے

کہ جو شخص کام کرتا ہے وہ عزت کا مستحق ہے اور جو کام نہیں کرتا بلکہ نکمّا رہتا ہے وہ اپنی قوم اور اپنے خاندان کیلئے عار اور ننگ کا موجب ہے اور یہ کہ معمولی دولت مند یا زمیندار تو الگ رہے اگر ایک بادشاہ یا شہنشاہ کا بیٹا بھی نکمّا رہتا ہے تو وہ بھی اپنی قوم اور اپنے خاندان کیلئے عار کا

موجب ہے اور اس چمار کے بیٹے سے بدتر ہے جو کام کرتا ہے۔ تو یقیناً اگلی نسل درست ہو سکتی ہے اور پھر وہ نسل اپنے سے اگلی نسل کو درست کر سکتی ہے اور وہ اپنے سے اگلی نسل کو۔ یہاں تک کہ یہ باتیں قومی کریکٹر میں شامل ہو جائیں اور ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جائیں کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو باتیں قوم کی عادت بن جاتی ہیں وہ ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عادت ایک لحاظ سے بُری ہے مگر اس میں بھی شُبہ نہیں کہ ایک لحاظ سے وہ اچھی بھی ہوتی ہے۔

عادت کا فائدہ۔ قوم کے سو جانے کے باوجود عادت باقی رہتی ہے

جب کوئی قوم بیدار ہو اور اُس وقت وہ اپنے اندر اچھی عادتیں پیدا کرے تو اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ قوم سو جاتی ہے تو اُس کی عادت اُس کے ساتھ رہتی ہے اور اس طرح وہ نیکی ضائع نہیں جاتی بلکہ محفوظ رہتی ہے۔ چاہے وہ خود اس سے فائدہ نہ اُٹھائے بلکہ کوئی اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں تین قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک کی مثال تو اُس کھیت کی سی ہوتی ہے جس میں پانی آتا ہے اور وہ اپنے اندر جذب کر لیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں سے خوب کھیتی نکلتی ہے۔ اور ایک کی مثال اس زمین کی سی ہوتی ہے جس میں پانی آکر جمع تو ہو جاتا ہے مگر کھیتی نہیں اُگتی دوسرے لوگ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور ایک کی مثال اُس کنکریلی زمین کی سی ہوتی ہے جہاں پانی آتا ہے تو نہ اُس زمین میں جذب ہوتا ہے اور نہ اُس میں محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہوتے ہیں جو الٰہی نور اپنے اندر جذب کرتے، اُس سے فائدہ اُٹھاتے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اور ایک ایسے ہوتے ہیں جو خود تو فائدہ نہیں اُٹھاتے مگر جس طرح بعض زمینوں میں پانی جمع ہو جاتا ہے اسی طرح عادت کے طور پر بعض نیک کام ان میں پائے جاتے ہیں اور اس کا گو اُنہیں کوئی فائدہ نہ پہنچے مگر کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ نیکی محفوظ رہتی ہے۔ مثلاً اگر باپ التزام کے ساتھ سوچ سمجھ کر نماز پڑھنے کا عادی ہے اور اس کا بیٹا نماز کا تارک ہے تو پوتا بہر حال نماز کا تارک ہو گا کیونکہ اُس نے اپنے باپ کو نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا ہو گا لیکن اگر بیٹا نماز تو پڑھتا ہے مگر عادتاً پڑھتا ہے، دلی ذوق و

شوق کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو گو وہ اس فائدہ سے محروم رہے جو حقیقی نماز پڑھنے والوں کو حاصل ہوتا ہے مگر نماز اس کے بیٹوں تک ضرور پہنچ جائے گی اور ممکن ہو گا کہ وہ اگلی نسل نماز سے حقیقی فائدہ حاصل کر لے۔

عادت کی بدولت اگلی نسل میں نیکی کا حقیقی روح کے ساتھ زندہ ہو جانے کا امکان رہتا ہے

تو عادتاً جو نیکیاں پیدا ہو جائیں وہ بھی قوم کو فائدہ پہنچاتی ہیں اور گو عادت کی وجہ سے وہ قوم اس سے خود فائدہ نہ اُٹھائے مگر وہ نیکی راستہ میں برباد نہیں ہو جاتی بلکہ اگلے لوگوں تک پہنچ جاتی ہے اور ان میں سے جو فائدہ اٹھانے کے اہل ہوں وہ فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ اسی لئے جب کسی قوم میں تین چار نسلیں اچھی گزر جائیں اس کے معیاری اخلاق دنیا میں قائم رہتے ہیں مٹتے نہیں اور اگر ایک دو نسلوں میں ہی کمزوری آجائے تو وہ اخلاق راستہ میں ہی فنا ہو جاتے ہیں۔ پس اگر کئی اچھی نسلیں گزر جائیں اور ان میں نیکیاں عادت کے طور پر پیدا ہو جائیں تو گو کوئی زمانہ ایسا آجائے کہ وہ اصل نیکی کی روح سے محروم ہو جائے۔ مگر چونکہ اس کا ظاہر باقی ہو گا اس لئے بعد میں آنے والے اس سے پھر زندگی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ نمونہ ان کے پاس موجود ہو گا۔ تو اولادوں کی درستی اور اصلاح اور نوجوانوں کی درستی اور اصلاح اور عورتوں کی درستی اور اصلاح یہ نہایت ہی ضروری چیز ہے۔

تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خدام الاحمدیہ کا قیام

اگر دوست چاہتے ہیں کہ وہ تحریک جدید کو کامیاب بنائیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح ہر جگہ لجنات اماء اللہ قائم ہیں اسی طرح ہر جگہ نوجوانوں کی انجمنیں قائم کریں۔ قادیان میں بعض نوجوانوں کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ایک مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے قائم کر دی ہے۔ چونکہ ایک حد تک کام میں ایک دوسرے کے ذوق کا ملنا بھی ضروری ہوتا ہے اس لئے شروع میں میں نے انہیں اجازت دی ہے کہ وہ ہم ذوق لوگوں کو اپنے اندر شامل کریں لیکن میں نے انہیں یہ ہدایت بھی کی ہے کہ جہاں تک ان کیلئے ممکن ہو باقی لوگوں کو بھی اپنے اندر شامل کریں مگر میں نے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ

نوجوانوں میں کام کرنے کی روح پیدا ہو یہ ہدایت کی ہے کہ جو لوگ جماعت میں تقریر و تحریر میں خاص مہارت حاصل کر چکے ہوں اُن کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے۔ جس کی وجہ سے بعض دوستوں کو غلط فہمی بھی ہوئی ہے۔

چنانچہ ہماری جماعت کے ایک مبلغ مجھ سے ملنے کیلئے آئے اور کہنے لگے کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں میں نے کہا میں تو ناراض نہیں، آپ کو یہ کیونکر وہم ہوا کہ میں ناراض ہوں۔ وہ کہنے لگے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ میں میری شمولیت کی اجازت نہیں دی۔ میں نے کہا یہ صرف آپ کا سوال نہیں جس قدر لوگ خاص مہارت رکھتے ہیں اُن سب کی شمولیت کی میں نے ممانعت کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر بڑے آدمیوں کو بھی ان میں شامل ہونے کی اجازت دے دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پریذیڈنٹ بھی انہی کو بنائیں گے، مشورے بھی انہی کے قبول کریں گے اور اس طرح اپنی عقل سے کام نہ لینے کی وجہ سے وہ خود بُدھو کے بُدھو رہیں گے۔ مثلاً اگر میں کسی انجمن یا جلسہ میں شامل ہوں تو یہ قدرتی بات ہے کہ چونکہ جماعت کے اعتقاد کے مطابق خلیفۃ المسیح سے بڑا مقام اور کوئی نہیں، اس لئے وہ کہیں گے کہ خلیفۃ المسیح کو ہی پریذیڈنٹ بنایا جائے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جو تربیت پریذیڈنٹی سے حاصل ہوتی ہے وہ بیچ میں ہی رہ جائے گی اور جماعت اس قسم کے تجربے سے محروم رہ جائے گی۔ پس میں نے خاص طور پر انہیں یہ ہدایت دی ہے کہ جن لوگوں کی شخصیتیں نمایاں ہو چکی ہیں اُن کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے تا انہیں خود کام کرنے کا موقع ملے۔

ہاں دوسرے درجہ یا تیسرے درجہ کے لوگوں کو شامل کیا جاسکتا ہے تا اُنہیں خود کام کرنے کی مشق ہو اور وہ قومی کاموں کو سمجھ سکیں اور اُنہیں سنبھال سکیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ اِس وقت تک انہوں نے جو کام کیا ہے اچھا کیا ہے اور محنت سے کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں انہیں یہ اجازت دے دیتا کہ وہ پُرانے مبلغین مثلاً مولوی ابوالعطاء اللہ دتّا صاحب یا مولوی جلال الدین صاحب شمس اور اسی قسم کے دوسرے مبلغوں کو بھی اپنے اندر شامل کرلیں تو جو

اشتہارات اِس وقت انہوں نے لکھے ہیں سب وہی لکھتے، وہی اعتراضات کے جوابات دیتے اور دوسرے نوجوانوں کو کچھ بھی پتہ نہ ہوتا کہ اعتراضات کا جواب کس طرح دیا جاتا ہے۔ پس میں نے انہیں ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے سے روک دیا۔ میں نے کہا تم مشورہ بے شک لو مگر جو کچھ لکھو وہ تم ہی لکھو تا تم کو اپنی ذمہ داری محسوس ہو۔

گو اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شروع میں وہ بہت گھبرائے۔ اُنہوں نے اِدھر اُدھر سے کتابیں لیں اور پڑھیں، لوگوں سے دریافت کیا کہ فلاں بات کا کیا جواب دیں۔ مضمون لکھے اور بار بار کاٹے مگر جب مضمون تیار ہوگئے اور اُنہوں نے شائع کئے تو وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوسرے مضمونوں سے دوسرے نمبر پر نہیں ہیں۔ گو ان کو ایک ایک مضمون لکھنے میں بعض دفعہ مہینہ مہینہ لگ گیا اور ہمارے جیسا شخص جسے لکھنے کی مشق ہو شاید ویسا مضمون گھنٹے دو گھنٹے میں لکھ لیتا اور پھر کسی اور کی مدد کی ضرورت بھی نہ پڑتی مگر وہ دس بارہ آدمی ایک ایک مضمون کیلئے مہینہ مہینہ لگے رہے لیکن اِس کا فائدہ یہ ہوا کہ جو اسلامی لٹریچر ان کی نظروں سے پوشیدہ تھا وہ ان کے سامنے آگیا اور دس بارہ نوجوانوں کو پڑھنا پڑا اور اس طرح ان کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ تو اگر اس قسم کے علمی کام یہ انجمنیں کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی تاریخ کی کتب، اسلامی تفسیر کی کتابیں، حدیث کی کتابیں، فقہ کی کتابیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں اور اسی طرح اَور بہت سی کتب ان کے زیرِ نظر آجائیں گی اور انہیں اپنی ذات میں بہت بڑا علمی فائدہ حاصل ہوگا۔

دوسرا فائدہ جماعت کو اس قسم کی انجمنوں سے یہ پہنچے گا کہ اسے کئی نئے مصنف اور مؤلّف مل جائیں گے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ نوجوانوں میں اعتمادِ نفس پیدا ہوگا اور انہیں یہ خیال آئے گا کہ ہم بھی کسی کام کے اہل ہیں۔ اب اگر میں بڑے آدمیوں کو بھی انہیں اپنے اندر شامل کرنے کی اجازت دے دیتا تو یہ سارے فوائد جاتے رہتے۔ لیکن یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ تصنیف کا کام ہمیشہ نہیں ہوتا اور نہ ہر شخص کر سکتا ہے کیونکہ ہر شخص نہ عربی میں احادیث پڑھ سکتا ہے، نہ عربی میں تفسیریں دیکھ سکتا ہے، نہ عربی کتب کا مطالعہ کر سکتا ہے، پس اِن کیلئے اَور کاموں کی بھی

ضرورت ہے۔ اور میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تحریکِ جدید کے اصول پر کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ نوجوانوں کے اخلاق کی درستی کریں، انہیں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی ترغیب دیں، سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کریں۔ دینی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے کی طرف توجہ کریں اور ان نوجوانوں کو اپنے ساتھ شامل کریں، جو واقع میں کام کرنے کا شوق رکھتے ہوں۔

بعض طبائع صرف چوہدری بننا چاہتی ہیں، کام کرنے کا شوق اُن میں نہیں ہوتا۔ ایسوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ لوگ صرف پریذیڈنٹ اور سیکرٹری بننا چاہتے ہیں اور ان کا طریق یہ ہوتا ہے کہ جس دن پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کے انتخاب کا سوال ہو فوراً آجائیں گے اور پھر کبھی شکل بھی نہیں دکھائیں گے لیکن جب دوبارہ انتخاب کا سوال ہو تو پھر اپنے پندرہ بیس چیلے لے کر آجائیں گے جنہیں پہلے سے یہ سکھادیں گے کہ ہمیں ووٹ دینا اور اس طرح پھر پریذیڈنٹ یا سیکرٹری بن جائیں گے اور خیال کریں گے کہ ان کی زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایک جگہ ایک مجلس قائم ہوئی تو اس میں بڑا تفرقہ پیدا ہو گیا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپس میں خوب لڑائی ہوئی ہے۔ ایک کہتا ہے مَیں پریذیڈنٹ بنوں گا اور دوسرا کہتا ہے میں بنوں گا۔ آپؓ فرماتے تھے کہ میں نے کہا تم یُوں کیوں نہیں کرتے کہ ایک کو پریذیڈنٹ بنادو، دوسرے کا صدر نام رکھ دو، تیسرے کو مربی بنادو اور چوتھے کو چیئرمین قرار دے دو۔ وہ یہ سُن کر بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے اسی طرح کیا۔ ایک کے متعلق کہہ دیا کہ یہ مربی صاحب ہیں اور چپکے سے اس کے کان میں کہہ دیا کہ اجی مربی ہی سب سے بڑا ہوتا ہے صدر کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ پھر دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہیں صدر اور دیکھئے صدر ہی سب سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ سب سے نمایاں جگہ اِس کو ملتی ہے مربی کا کیا ہے وہ تو گھر بیٹھا رہتا ہے۔ پھر تیسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے آپ ہمارے پریذیڈنٹ ہیں صدر تو مُلّاؤں قُلْ اَعُوْذُ یوں کا لفظ ہے آپ موجودہ زمانہ کے روشن دماغ انسانوں کی طرف دیکھئے وہ اپنے میں سے بہترین شخص کو پریذیڈنٹ بناتے ہیں چنانچہ ہم آپ کو اپنا پریذیڈنٹ بناتے

ہیں۔ پھر چوتھے کے پاس گئے اور کہنے لگے آپ ہمارے چیئر مین ہیں۔ چنانچہ سب خوش ہو گئے کیونکہ انہیں کام سے کوئی غرض نہ تھی۔ اُنہیں صرف اتنا شوق تھا کہ جب مثلاً کسی ڈپٹی کمشنر کو کوئی چِٹھی لکھنی پڑے تو نیچے لکھ دیا مربی مُسلم ایسوسی ایشن، دوسرے نے لکھ دیا چیئر مین مُسلم ایسوسی ایشن، تیسرے نے لکھ دیا صدر مُسلم ایسوسی ایشن، چوتھے نے لکھ دیا پریذیڈنٹ مُسلم ایسوسی ایشن، محض یہ بتانے کیلئے کہ ہم مسلمانوں کے سردار ہیں ورنہ کام کچھ نہیں کرتے۔

تو بعض لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے عُہدے لینے کیلئے مجالس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ لعنت ہوتے ہیں اپنی قوم کیلئے اور لعنت ہوتے ہیں اپنے نفس کیلئے۔ وہ وہی ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ (الماعون: 5 تا 7) ریاء ہی ریاء ان میں ہوتی ہے کام کرنے کا شوق ان میں نہیں ہوتا۔ تو میں نے انہیں نصیحت کی ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنے اندر مت شامل کریں جو کام کرنے کیلئے تیار نہ ہوں بلکہ انہی کو اپنے اندر شامل کریں جو یہ اقرار کریں کہ وہ بے قاعدگی کے ساتھ نہیں بلکہ باقاعدگی کے ساتھ کام کیا کریں گے۔ بے قاعدگی کے ساتھ کام میں کبھی برکت نہیں ہوتی۔ اگر تھوڑا کام کیا جائے لیکن مسلسل کیا جائے تو وہ اس کام سے زیادہ بہتر ہوتا ہے جو زیادہ کیا جائے لیکن تواتر اور تسلسل کے ساتھ نہ کیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ باہر کی جماعتیں بھی اپنی اپنی جگہ خدام الاحمدیہ نام کی مجالس قائم کریں۔ یہ ایسا ہی نام ہے جیسے لجنہ اماء اللہ، لجنہ اماء اللہ کے معنی ہیں اللہ کی لونڈیاں اور خدام الاحمدیہ سے مراد بھی یہی ہے کہ احمدیت کے خادم۔ یہ نام انہیں یہ بات بھی ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ وہ خادم ہیں مخدوم نہیں۔ یہ جو بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پایا جاتا ہے کہ کاش ہم کسی طرح لیڈر بن جائیں، یہ بیہودہ خیال ہوتا ہے۔

لیڈر بنانا خدا کا کام ہے

لیڈر بنانا خدا کا کام ہے اور جس کو خدا لیڈر بنانا چاہتا ہے اُسے پکڑ کر بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے کہ ”میں پوشیدگی کے حُجرہ میں تھا اور کوئی مجھے

نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اُس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ میں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اُس نے کہا کہ میں تجھے تمام دنیا میں عزت کے ساتھ شُہرت دوں گا۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ 149)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی مثال۔ انکسار

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو ہم نے دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آپؓ ہمیشہ پیچھے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپؓ پر نظر پڑتی تو آپ فرماتے مولوی صاحب آگے آئیں اور آپؓ ذرا کھِسک کر آگے ہو جاتے۔ پھر دیکھتے تو فرماتے مولوی صاحب اَور آگے آئیں اور پھر آپؓ ذرا اَور آگے آجاتے۔ خود میرا بھی یہی حال تھا۔ جب حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کا وقت قریب آیا اُس وقت میں نے یہ دیکھ کر کہ خلافت کیلئے بعض لوگ میرا نام لیتے ہیں اور بعض اس کے خلاف ہیں، یہ ارادہ کر لیا تھا کہ قادیان چھوڑ کر چلا جاؤں تا جو فیصلہ ہونا ہو میرے بعد ہو مگر حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ میں نہ جا سکا۔ پھر جب حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات ہو گئی تو اُس وقت میں نے اپنے دوستوں کو اِس بات پر تیار کر لیا کہ اگر اِس بات پر اختلاف ہو کہ خلیفہ کس جماعت میں سے ہو، تو ہم ان لوگوں میں سے (جو اَب غیر مبائع ہیں) کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور پھر میرے اصرار پر میرے تمام رشتہ داروں نے فیصلہ کیا کہ اگر وہ اس امر کو تسلیم کر لیں تو اول تو عام رائے لی جائے اور اگر اس سے وہ اختلاف کریں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے اور میں یہ فیصلہ کر کے خوش تھا کہ اب اختلاف سے جماعت محفوظ رہے گی۔

چنانچہ گزشتہ سال حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے بھی حلفیہ بیان شائع کرایا تھا کہ میں نے حافظ صاحب کو اُنہی دنوں کہا تھا کہ ”اگر مولوی محمد علی صاحب کو اللہ تعالیٰ خلیفہ بنا دے تو میں اپنے تمام متعلقین کے ساتھ ان کی بیعت کر لوں گا“ (الفضل 2۔اگست 1937ء) لیکن اللہ تعالیٰ

نے دھکّا دے کر مجھے آگے کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ جس کو بڑا بنانا چاہے وہ دنیا کے کسی کونہ میں پوشیدہ ہو، خدا تعالیٰ اُس کو نکال کر آگے لے آتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس کیلئے میں پھر حضرت لقمانؑ والی مثال دیتا ہوں۔ حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں يٰبُنَيَّ إِنَّهَآ إِن تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ (لقمان:17) کہ اے میرے بیٹے! اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی چیز ہو اور وہ کسی پتھر میں پوشیدہ ہو یا آسمانوں اور زمین میں ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کو نکال کر لے آئے گا۔ اِس کے معنے یہی ہیں کہ اگر تمہارے دل میں ایمان ہو تو خدا تعالیٰ تمہیں خود اس کام پر مقرر کرے گا جس کے تم اہل ہو۔ تمہیں خود کسی عُہدہ کی خواہش نہیں کرنی چاہئے۔ تو وہ لوگ جو خدمتِ خلق کو اپنا مقصود قرار دیتے ہیں وہی ہر قسم کی عزت کے مستحق ہیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ تمہیں خود مخدوم بنانا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اِس میں روک نہیں بن سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو خدا تعالیٰ کے مسیح اور مأمور تھے اور پھر ایسے مأمور تھے جن کی تمام انبیاء نے خبر دی۔ اُن کا ذکر تو بڑی بات ہے۔ میں اپنے متعلق ہی شروع سے دیکھتا ہوں کہ مخالفتیں ہوتی ہیں اور اتنی شدید ہوتی ہیں کہ ہر دفعہ لوگ یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ اب کی دفعہ یہ مخالفانہ ہوائیں سب کچھ اُڑا کر لے جائیں گی مگر پھر وہ اِس طرح بیٹھ جاتی ہیں جس طرح جھاگ بیٹھ جاتی ہے، تو جس کو اللہ تعالیٰ قائم کرنا چاہے اُس کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔

ہر قسم کی نمود کا خیال مٹا کر کام کرنا چاہئے

پس تمہیں اپنے دلوں میں سے ہر قسم کی نمود کا خیال مٹا کر کام کرنا چاہئے۔ بڑ بولا ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ تیز کلامی میں مشغول ہیں۔ صحابہؓ چونکہ سادہ کلام کرنے کے عادی تھے اس لئے حضرت عائشہؓ نے یہ معمولی فقرہ فرما دیا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باتیں کرتے دیکھا ہے۔ آپ تو اس طرح تیز تیز باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔ اب ایک نیک شخص اور مؤمن انسان کو یہ فقرہ بالکل کاٹ دینے والا ہے

اور وہ اسی سے سمجھ سکتا ہے کہ کس رنگ میں گفتگو کرنی چاہئے۔ تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زبان کے رس میں ساری کامیابی ہے حالانکہ اصل چیز باتیں کرنا نہیں بلکہ کام کرنا ہے۔ مگر میں انہیں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں یعنی یہاں کی مجلس خدام الاحمدیہ کو بھی اور اُن مجالس خدام الاحمدیہ کو بھی جو میرے اس خطبہ کے نتیجہ میں قائم ہوں کہ وہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اُن کا تعداد پر بھروسہ نہ ہو بلکہ کام کرنا ان کا مقصود ہو۔ یہ بات میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن آج مجھے اس طرف خاص توجہ اِس لئے ہوئی ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کے ایک عُہدہ دار کی مجھے چِٹھی ملی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اس مجلس میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے اور بعض لوگ جو پہلے اِس میں شامل تھے وہ اب پیچھے ہٹ گئے ہیں حالانکہ اِس بات پر بجائے رنجیدہ ہونے کے انہیں خوش ہونا چاہئے تھا کیونکہ میری تعلیم یہی ہے کہ کام کرنے والے چاہئیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ محض تعداد بڑھانے کے شوق میں نااہلوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔ ہم سے زیادہ تعداد شیعوں کی ہے اور ان سے بھی زیادہ حنفیوں کی ہے۔ پھر غیر مسلموں کو جمع کیا جائے تو وہ مسلمان کہلانے والوں سے زیادہ ہیں۔

پس اگر تعداد کی زیادتی پر ہی مدار رکھا جائے تو پھر تو انسان کو باطل کی طرف جھکنا پڑتا ہے حالانکہ نیک کام ہمیشہ نیک بنیاد سے ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ سوال نہیں کہ تمہارے دس ممبر ہیں یا بیس یا پچاس یا سَو۔ اگر مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک سیکرٹری یا پریذیڈنٹ ہی کہی (کسّی۔ مرتب) ہاتھ میں لے لے اور گلیوں کی صفائی کرتا پھرے یا لوگوں کو نماز کے لئے بُلائے یا کوئی غریب بیوہ جس کے گھر سَودا لا کر دینے والا کوئی نہیں اسے سودا لا کر دے دیا کرے تو بے شک پہلے لوگ اسے پاگل کہیں گے مگر چند دنوں کے بعد اس سے باتیں کرنی شروع کر دیں گے۔ پھر انہی میں سے بعض لوگ ایسے نکلیں گے جو کہیں گے کہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی آپ کے کام میں شریک ہو جائیں۔ اس طرح وہ ایک سے دو ہوں گے، دو سے چار ہوں گے اور بڑھتے بڑھتے ہزاروں نہیں لاکھوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ تو نیک کام کرتے وقت کبھی یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کتنے آدمی اِس میں شریک ہیں۔ اگر

وہ کام جسے تم کرنا چاہتے ہو واقعہ میں نیک اور پسندیدہ ہے تو تھوڑے ہی دنوں میں تم ایک سے دس ہو جاؤ گے، پھر دس سے سَو بنو گے اور سَو سے ہزار ہو جاؤ گے کیونکہ نیک کام اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

روٹری کلب کی تاریخ(تاریخ ترقی)

آج کل یورپ میں ایک بہت بڑی انجمن ہے جس کی نہ صرف یورپ میں بلکہ سارے ایشیا میں شاخیں ہیں۔ روٹری کلب اس کا نام ہے اور لاکھوں اس کے ممبر ہیں۔ یہ کلب امریکہ سے شروع ہوئی تھی۔ پہلے اس میں صرف تین آدمی شامل تھے۔ لوگ ان سے مخول کرتے، انہیں پاگل اور احمق قرار دیتے مگر وہ خاموشی سے اپنے کام میں مشغول رہے یہاں تک کہ سال دو سال کے بعد سات آٹھ ممبر ہوگئے اور پھر تین چار سال کے بعد تو سینکڑوں تک نَوبت پہنچ گئی۔ اب اسے قائم ہوئے غالباً بیس پچیس سال گزر چکے ہیں اور اس کے لاکھوں ممبر یورپ اور ایشیا میں موجود ہیں۔ تو یہ خیال پیدا ہو جانا کہ ہماری مجلس میں کم آدمی شامل ہیں، زیادہ شامل ہونے چاہئیں، یہ بھی بتاتا ہے کہ مخفی طور پر دل میں شُہرت کی خواہش ہے ورنہ مقصد ہو تو تعداد کا خیال بھی دل میں نہ آئے اور میں تو سمجھتا ہوں بجائے اس کے کہ وہ تعداد بڑھانے کے شوق میں کام نہ کرنے والوں کو اپنے اندر شامل کریں جنہیں بعد میں نکالنا پڑے، یہ زیادہ بہتر ہے کہ صرف کام کرنے والوں کو اپنے اندر شامل کیا جائے اور جو کام کرنے کا شوق نہیں رکھتے انہیں شامل نہ کیا جائے کیونکہ اندر سے گند کا نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن باہر سے گند نہ آنے دینا بہت آسان ہوتا ہے۔

پس ان کو اپنے نمونہ سے ایک نیک مثال قائم کرنی چاہیئے پھر خودبخود نوجوانوں کے دلوں میں تحریک پیدا ہو گی اور وہ بھی ان کے کام میں شریک ہونے کی خواہش کریں گے کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ باوجود کام کرنے کے یہ زندہ اور ہشاش بشاش ہیں پھر ہمارا کیا بگڑتا ہے اگر ہم بھی کام کریں اور نیک نامی حاصل کریں۔ دنیا میں کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اتنا وقت فلاں کام کیلئے دے دیا تو دوستوں سے گپیں ہانکنے کیلئے ہمارے پاس کوئی وقت نہیں رہے گا اور اس طرح ہماری ساری بشاشت اور زندہ دلی ماری جائے گی مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ کام کرنے

والوں کے چہرے بھی ویسے ہی ہشاش بشاش ہیں اور پھر زائد بات یہ ہے کہ انہیں لوگوں میں نیک نامی حاصل ہے تو پھر وہ بھی سمجھتے ہیں کہ دوستوں میں بیٹھ کر دو دو چار چار گھنٹے گپیں ہانکنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ خدمت خلق کا کوئی کام کیا جائے۔

پس افراد کا ان کو کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔ جو شخص ان کی مجلس میں شامل نہیں ہوتا اس کے متعلق انہیں کوئی شکوہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنا عملی نمونہ بہتر سے بہتر دکھانا چاہئے۔ اگر تم نوجوانوں کے لئے کامل نمونہ بن جاؤ تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ تم سے نہ ملیں۔ وہ اگر نہ ملیں تو تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ تمہارے نمونہ میں کوئی نقص ہے۔ یہاں بھی اور باہر کی جماعتوں میں بھی کئی غرباء ہوتے ہیں، کئی بیمار ہوتے ہیں جنہیں کوئی دوائی لا کر دینے والا نہیں ہوتا، کئی بیوائیں ہوتی ہیں جنہیں سَودا سلف لا کر دینے والا کوئی نہیں ملتا۔ آخر یہ کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ ایک شخص بازار میں کسی دکان پر یا اپنے کسی دوست کے مکان پر بیٹھ کر دو دو تین تین گھنٹے گپیں مارتا چلا جاتا ہے مگر جب اُسے کہا جاتا ہے کہ آؤ اور خدمتِ خلق کے لئے تھوڑا سا وقت دو تو وہ کہنے لگ جاتا ہے کیا کروں، بڑا کام ہے، ذرا بھی فُرصت نہیں ملتی حالانکہ جس وقت وہ گپیں مار رہا ہوتا ہے، جب وہ اپنے نہایت قیمتی وقت کا خون کر رہا ہوتا ہے اُس وقت اس کے محلہ میں ایک بیوہ عورت کے بچے بِلک بِلک کر رو رہے ہوتے ہیں اور اس کے پاس کوئی شخص نہیں ہوتا جو اسے آٹا لا کر دے یا دال لا کر دے۔

آخر یہ لوگ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ کیا جس وقت وہ یہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی وقت نہیں تھا اُس وقت خدا یہ نہیں کہے گا کہ تیرے پاس دو گھنٹے گپیں ہانکنے کیلئے تو تھے مگر تجھے پندرہ منٹ کی فُرصت نہیں تھی کہ تو اس بیوہ کے بچوں کیلئے سَودا لا کر دے دیتا۔ تو تم اپنا عملی نمونہ جس وقت لوگوں کے سامنے پیش کرو گے یہ ناممکن ہے کہ لوگ تم میں شامل ہونے کی خواہش نہ کریں۔ یہ سلسلہ تو خدا کا ہے اور اس میں اس کے وہ بندے شامل ہیں جن کو خدا نے اپنی رضا کیلئے چُن لیا۔ میں کہتا ہوں ایک کافر سے کافر بھی نیک نمونہ دیکھ کر متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے ایک استاد مولوی رحمت اللہ صاحب تھے جو بعد میں مدینہ چلے گئے۔ وہ بڑے نیک اور بزرگ تھے مگر عیسائی مذہب سے انہیں کوئی واقفیت نہ تھی۔ ایک دفعہ عیسائیوں کے ساتھ ان کا مباحثہ قرار پایا۔ ان کے مقابلہ میں جو پادری تھا وہ بڑا ہوشیار اور عالم تھا مگر یہ صرف قرآن اور حدیث جانتے تھے اور چونکہ دانا اور سمجھدار تھے اس لئے کہتے تھے کہ اگر میں نے قرآن اور حدیث کو اس کے سامنے پیش کیا تو وہ کہہ دے گا کہ میں ان کو نہیں مانتا۔ دلیل ایسی چاہئے جسے یہ بھی تسلیم کرے اور وہ مجھے آتی نہیں۔ آخر کہنے لگے لوگوں سے کیا کہنا ہے آؤ خدا سے دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی رات کو گیارہ بجے کے قریب ان کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ انہوں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص جُبہ پہنے ہوئے اندر داخل ہوا اور کہنے لگا صبح آپ کا فلاں پادری سے مباحثہ ہے، میں بھی پادری ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ توحید کے معاملہ میں آپ حق پر ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ بعض حوالے نوٹ کر لیں کیونکہ ممکن ہے ان حوالوں کا آپ کو علم نہ ہو۔ چنانچہ اُس نے تمام حوالے لکھوا دیئے اور صبح جب مناظرہ ہوا تو وہ پادری یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ انہیں تو کسی حوالے کا علم نہ تھا اب یہ کیا ہوا کہ یہ کہیں یونانی کتب کے حوالے دے رہے ہیں تو کہیں عبرانی کتب کے حوالے پڑھ رہے ہیں، کہیں انگریزی کتب سے اقتباس پیش کر رہے ہیں تو کہیں بائبل سے توحید کی تعلیم سنا رہے ہیں۔ غرض انہوں نے زبردست بحث کی اور اس پادری کو سخت شکست اُٹھانی پڑی۔ اسی طرح روزانہ وہ رات کو آتا اور حوالے لکھا جاتا اور صبح آپ خوب دھڑلے سے پیش کرتے۔ بعد میں یہ مباحثہ انہوں نے کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا اور مظاہر الحق اس کا نام رکھا۔ ہندوستان میں لوگوں نے اِس کتاب سے بڑا فائدہ اُٹھایا ہے۔

اب دیکھو اس پادری کی طبیعت پر حق کا اثر تھا۔ اُس نے جب دیکھا کہ آج حق مظلوم ہے تو اُس کی حمایت کا اُسے جوش آ گیا اور اس نے کہا آج توحید کہیں شکست نہ کھا جائے۔ چنانچہ وہ رات کو آتا اور حوالے لکھا جاتا اور گو وہ لوگوں سے چھُپ کر آیا مگر بہرحال آ تو گیا۔ تو جب کوئی شخص نیک

کام کرنے کیلئے کھڑا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ خود بخود لوگوں کے دلوں میں تحریک پیدا کر دیتا ہے اور وہ اس کی تصدیق اور تائید کرنے لگ جاتے ہیں۔ پس قادیان کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنا نیک نمونہ دکھائیں۔ خصوصیت سے میں مجلس خدام الاحمدیہ کے اس رکن کو مخاطب کرتا ہوں جس نے مجھے خط لکھا اور میں اسے کہتا ہوں کہ تم بھُول جاؤ اس امر کو کہ قادیان میں کوئی اَور شخص بھی ہے۔ تم سمجھو کہ صرف تم پر ہی اس کام کی ذمہ داری عائد ہے۔ کیونکہ وہ شخص ہر گز مؤمن نہیں ہو سکتا جو کہتا ہے کہ میری یہ ذمہ داری ہے اور فلاں کی یہ ذمہ داری ہے مؤمن وہ ہے جو سمجھتا ہے کہ صرف اور صرف میری ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم تجھ سے پوچھیں گے کسی اور سے نہیں۔ مگر اس سے مراد بھی صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہر مؤمن مراد ہے۔ اور خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تم میں سے ہر شخص سے یہ سوال کروں گا کہ تم نے کیا کِیا۔ مجھے ہمیشہ خوشی ہوتی ہے اپنے ایک فعل پر جو گو ایک بچگانہ فعل تھا مگر جس طرح بدر کے موقع پر ایک انصاری نے کہا تھا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے، دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے اور اس صحابی کو اپنے اس فقرہ پر ناز تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی نعش کے سرہانے حضرت مصلح موعودؓ کا عہد

اسی طرح مجھے بھی اپنے اس فعل پر ناز ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے تو چونکہ آپؑ کی وفات ایسے وقت میں ہوئی جبکہ ابھی بعض پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئی تھیں اور چونکہ میں نے عین آپؑ کی وفات کے وقت ایک دو آدمیوں کے منہ سے یہ فقرہ سنا کہ اب کیا ہو گا۔ عبد الحکیم کی پیشگوئی کے متعلق لوگ اعتراض کریں گے، محمدی بیگم والی پیشگوئی کے متعلق لوگ اعترض کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو ان باتوں کو سنتے ہی پہلا کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ میں خاموشی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لاش مبارک کے پاس گیا اور سرہانے کی طرف

کھڑے ہو کر میں نے خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا اے خدا! میں تیرے مسیح کے سرہانے کھڑے ہو کر تیرے حضور یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت بھی پھر گئی تو میں اِس دین اور اِس سلسلہ کی اشاعت کیلئے کھڑا رہوں گا جس کو تُو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا ہے۔ میری عمر اُس وقت انیس سال کی تھی اور انیس سال کی عمر میں بعض اَور لوگوں نے بھی بڑے بڑے کام کئے ہیں مگر وہ جنہوں نے اس عمر میں شاندار کام کئے ہیں وہ نہایت ہی شاذ ہوئے ہیں۔ کروڑوں میں سے کوئی ایک ایسا ہوا ہے جس نے اپنی اس عمر میں کوئی شاندار کام کیا ہو بلکہ اربوں میں سے کوئی ایک ایسا ہوا ہے اور مجھے فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مجھے یہ فقرہ کہنے کا موقع دیا۔ تو مؤمن کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ سمجھے اصل ذمہ دار میں ہوں۔ جب کسی شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اور فلاں ذمہ دار ہیں وہ سمجھ لے کہ اس کا ایمان ضائع ہو گیا اور اس کے اندر منافقت آگئی۔

ہم میں سے ہر شخص سمجھتا اور سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ احمدیت سچی ہے اور اسلام سچا مذہب ہے مگر کیا اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی وقت سب لوگ فوت ہو جائیں یا مقطوع النسل ہو جائیں یا نَعُوْذُ بِااللہ مرتد ہو جائیں اور صرف اکیلا کوئی شخص باقی رہ جائے تو وہ اس کام کو چھوڑ دے گا۔ یقیناً وہ اس کام کو کبھی نہیں چھوڑے گا بلکہ وہ سمجھے گا کہ اس کام کے کرنے کا بہترین وقت یہی ہے کیونکہ جتنے تھوڑے لوگ ہوں گے اسی قدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زیادہ عمدگی سے ان پر پڑے گا۔ اگر ایک سیر بھر مصری سمندر میں ڈال دی جائے تو مٹھاس کا پتہ تک نہیں لگ سکتا لیکن اگر گلاس دو گلاس میں اتنی مصری ملا دی جائے تو بہت زیادہ میٹھا ہو جائے گا۔ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ جب ہزار دو ہزار یا لاکھ دو لاکھ نفوس پر پڑے گا تو وہ پھیل جائے گا لیکن جب وہ ایک ہی شخص پر پڑے گا تو وہ مجسم محمدؐ بن جائے گا۔ پس اگر ایک نیکی میں تمہیں اکیلے کام کرنے کا موقع ملتا ہے تو تمہارا دل خوشی سے بلّیوں اُچھلنا چاہئے کیونکہ تم اس کام میں محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کے ظلِّ کامل بنو گے اور دوسرا کوئی ایسا شخص نہیں ہو گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ لے رہا ہو۔ پس یہ وہم اپنے دلوں سے نکال دو کہ لوگ تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔

نیک کاموں میں سرگرمی سے مشغول ہو جاؤ تعاون کرنے والے خود بخود آملیں گے تم اگر نیک کاموں میں سرگرمی سے مشغول ہو جاؤ تو میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ لوگوں پر اس کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع کر سکتا ہے، سورج مغرب کی بجائے مشرق میں ڈوب سکتا ہے مگر یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی نیک کام کو جاری کیا جائے اور وہ ضائع ہو جائے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ تم نیک کام کرو اور خدا تمہیں قبولیت نہ دے۔

مقبولیت خدا بخشتا ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت ہمیں بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں جب کوئی شخص مقبول ہو جاتا ہے تو وہ اپنے فرشتوں کو پتہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بندہ میری نگاہ میں مقبول ہے پھر وہ اگلے فرشتوں کو بتاتے ہیں اور وہ اپنے سے اگلے فرشتوں کو فَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ یہاں تک کہ دنیا کے لوگوں کے دلوں میں اس کی قبولیت پیدا کر دی جاتی ہے مگر اس مقبولیت کا پیمانہ تمہارے دل کا اخلاص ہے تمہارے دل کا اخلاص جتنا زیادہ ہو گا اتنی ہی زیادہ یہ مقبولیت ہو گی اور تمہارے دل کا اخلاص جتنا کم ہو گا اتنی ہی کم یہ مقبولیت ہو گی۔ پس میں یہاں کی مجلس خدام الاحمدیہ کے ارکان کو بھی نصیحت کرتا ہوں اور اُن بیرونی جماعتوں کو بھی جن کے نوجوان اس مجلس کی نقل میں کام کرنے کو تیار ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے اس نیت سے کام کریں کہ صرف کام کرنے والے نوجوان اپنے اندر شامل کریں گے، تعداد بڑھانے کیلئے ہر شخص کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح جو تجربہ کار لیکچرار یا تجربہ کار لکھنے والے ہیں ان کو شروع میں اپنے اندر شامل نہ کیا جائے۔

بے شک نگرانی کیلئے کسی وقت ان سے مشورہ لے لیا جائے مگر انہیں اپنا ممبر نہ بنائیں تا وہ ان کے کام پر حاوی نہ ہو جائیں اور ان کی عقلیں ان کی عقلوں کے مقابلہ میں پست نہ ہو جائیں۔ کیا تم

نہیں دیکھتے کہ ایک بڑے درخت کے نیچے اگر ایک چھوٹا پودا لگا دیا جائے تو چند ہی دنوں میں وہ سُوکھ جاتا ہے۔ اسی طرح جب بڑے لوگوں کو اپنے اندر شامل کیا جائے تو چھوٹوں کا ذہنی ارتقاء رُک جاتا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے قادیان میں یہی مرض نہایت شدت سے پھیلا ہوا ہے۔ کوئی جلسہ ہو، کوئی ٹی پارٹی ہو، کوئی دعوت ہو اس میں مجھے ضرور شامل کریں گے جس کا یقیناً انہیں یہ نقصان پہنچتا ہے کہ انہیں خود اُٹھنے اور کام کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا طریق بہت کم نظر آتا ہے اور گو صحابہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُلاتے بھی تھے مگر موقع کی حیثیت سے لیکن یہاں تو یہ حال ہے کہ جنازہ بھی خلیفۃ المسیح پڑھائیں، نکاح بھی خلیفۃ المسیح پڑھائیں، کوئی دعوت ہو تو اس میں بھی وہ ضرور شامل ہوں، کوئی ولیمہ ہو تو اس میں بھی ضرور شامل ہوں۔ اسی طرح مبلغ کے جانے کی تقریب ہو، تب وہ شامل ہوں اور آنے کی ہو تو تب بھی وہ شامل ہوں۔ غرض خلیفہ سے اتنے کاموں کی امید کی جاتی ہے کہ جن میں شامل ہونے کے بعد دین کی ترقی اور اس کے کاموں میں حصہ لینے کا اس کیلئے کوئی وقت ہی نہیں رہتا اور اس کا کام صرف اتنا ہی رہ جاتا ہے کہ دعوتیں کھائیں، مُلّانوں کی طرح پیٹ پر ہاتھ پھیرا، ڈکار لیا اور سو رہے۔

یہ ایک مرض ہے جس کے نتیجہ میں افراد کا ذہنی ارتقاء مارا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور بڑے درخت کے نیچے جو پودے لگے ہوئے ہوں وہ نشوونما نہیں پاتے۔ پھر اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ جب کوئی اور تحریک کرتا ہے تو لوگ اُس کی بات پر کان نہیں دھرتے اور وہ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے آپ اِس امر کے متعلق تحریک کریں۔ میں اُس وقت دل میں ہنستا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ سزا ہے جو ان لوگوں کو اس لئے مل رہی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو یہ عادت ڈال دی ہے کہ جب تک کوئی بات خلیفہ نہ کہے اُس کا ماننا کوئی ایسا ضروری نہیں ہوتا۔ حالانکہ دینی مشاغل اور قرآن کا درس و تدریس اور دوسرے ایسے ہی بیسیوں کام میں خلیفہ کے کہنے کی کیا ضرورت ہے یا کسی ناظر کے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ دلی شوق سے یہ کام کرنے چاہئیں اور اگر وہ آ جائیں تو سارا کام انہی کا دماغ کر رہا ہو گا اور باقی

لوگ خاموش بیٹھے رہیں گے اور اس کا نتیجہ قوم کیلئے مُہلک ہو گا۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے لَا تَسۡـَٔلُوۡا عَنۡ اَشۡیَآءَ اِنۡ تُبۡدَ لَکُمۡ تَسُؤۡکُمۡ یعنی اے مومنو! تم بہت باتوں کے متعلق سوالات نہ کیا کرو کیونکہ اگر خدا ان باتوں کو بیان کرے گا تو تمہیں دُکھ پہنچے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ دُکھ کیوں پہنچے گا؟ کیا خدا کے احکام دُکھ دینے والے ہوتے ہیں؟ خدا کا تو ہر حکم انسان کیلئے باعثِ رحمت ہے۔ پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر خدا نے ان باتوں کو بیان کیا تو تمہیں دُکھ پہنچے گا۔ بعض لوگ نادانی سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے بار بار سوال کیا تو خدا ناراض ہو کر تمہیں کوئی سخت حکم دے دے گا۔ یعنی جب مثلاً یہ پوچھا کہ دو نمازیں پڑھنی چاہئیں یا پانچ؟ تو خدا کہے گا اچھا تم نے تو یہ پوچھا ہے مَیں بطور سزا تمہیں کہتا ہوں کہ تم چھ نمازیں پڑھا کرو۔ مگر یہ بیوقوفی کی بات ہے خدا کوئی تھکنے والا وجود نہیں کہ ایک دو سوالوں سے وہ نَعُوۡذُبِاللّٰہ گھبرا جائے اور اُکتا کر سخت حکم دینے شروع کر دے۔

افرادِ جماعت کو اپنی عقلوں اور قوائے دماغیہ کو استعمال کرنے کی تلقین

اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر تم ہر بات مجھ سے دریافت کرو گے اور اپنی عقلوں پر زور نہیں ڈالو گے تو تمہارے قوائے دماغیہ کمزور اور بے کار ہو جائیں گے کیونکہ جس عضو سے ایک عرصہ تک کام نہ لیا جائے وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ ہاتھ سے کام نہ لیا جائے تو ہاتھ خشک ہو جاتا ہے، دماغ سے کام نہ لیا جائے تو دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پس فرماتا ہے اگر تم ہم سے پوچھو گے تو گو ہم تمہیں وہ بات بتا دیں گے مگر پھر تم فقیہہ نہیں رہو گے بلکہ نقّال بن جاؤ گے حالانکہ قوم کی ترقی کیلئے فقیہوں کا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ بھی یاد رکھیں کہ کام تحریک جدید کے اصول پر کریں۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ اَلۡاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنۡ وَّرَآئِہٖ تمہارا کام بے شک یہ ہے کہ تم دشمن سے لڑو مگر تمہارا فرض ہے کہ امام کے پیچھے ہو کر لڑو۔ پس کوئی نیا پروگرام بنانا تمہارے لئے جائز نہیں۔ پروگرام تحریک جدید کا ہی ہو گا اور تم تحریک جدید کے والنٹیئرز ہو گے۔ تمہارا فرض ہو گا کہ تم اپنے ہاتھ سے کام کرو، تم سادہ زندگی بسر کرو، تم دین کی تعلیم دو، تم نمازوں کی پابندی کی نوجوانوں

میں عادت پیدا کرو، تم تبلیغ کیلئے اوقات وقف کرو، اسی طرح باہر جو انجمنیں بنیں وہ بھی اسی رنگ میں کام کریں، مگر موجودہ حالات میں جس طرح قادیان کی لجنہ کو میں نے باہر کی لجنات پر ایک برتری اور فوقیت دی ہوئی ہے۔

ابتداء میں دو سال کے لئے خدام الاحمدیہ قائم ہوئی

اسی طرح میں اعلان کرتا ہوں کہ موجودہ حالات میں عارضی طور پر سال دو سال کیلئے قادیان کی مجلس خدام الاحمدیہ کی بیرونی جماعتوں کی مجالس خدام الاحمدیہ شاخیں ہوں گی اور ان کا فرض ہو گا کہ اس انجمن کے ساتھ اپنی انجمنوں کا الحاق کریں اور اس انجمن کی اپنے آپ کو شاخ سمجھیں۔ اسی طرح ہر جگہ ان کا یہ کام ہو گا کہ وہ سلسلہ کا لٹریچر پڑھیں، نوجوانوں کو دینی اَسباق دیں مثلاً صبح کے وقت یا کسی اَور وقت ایک دوسرے کو پڑھایا جائے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنے کے لئے کہا جائے اور پھر ان کا امتحان لیا جائے۔

خدمت خلق

اسی طرح وہ خدمتِ خلق کے کام کریں اور خدمتِ خلق کے کام میں یہ ضروری نہیں کہ مسلمان غریبوں اور مسکینوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی جائے بلکہ اگر ایک ہندو یا سکھ یا عیسائی یا کسی اور مذہب کا پیرو کسی دُکھ میں مبتلا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کے دکھ کو دور کرنے میں حصہ لو۔ کہیں جلسے ہوں تو اپنے آپ کو خدمت کیلئے پیش کر دو۔ میں نے اِسی قسم کے کاموں اور مقاصد کیلئے احمدیہ نیشنل لیگ کور قائم کرنے کی اجازت دی تھی۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ اس کا بہت سا وقت لیفٹ اور رائٹ میں ہی خرچ ہو گیا۔ وہ اپنے دائیں اور بائیں تو دیکھتے رہے مگر انہوں نے اپنے سامنے کبھی نہ دیکھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے اس وقت تک کوئی مفید کام نہیں کیا۔ انہوں نے بھی بعض مفید کام کئے ہیں۔ خصوصاً جلسہ سالانہ کے موقع پر اور دوسرے اجتماعوں کے مواقع پر ان کا جو انتظام ہوتا ہے وہ بہت اچھا ہوتا ہے مگر قواعد کرنے کے علاوہ یا بعض جسمانی خدمات کے علاوہ اور جن کاموں کی میں ان سے امید رکھتا تھا وہ پورا نہیں ہوا میرے پاس لیگ کور کی قواعد کرانے والے

افسروں نے اپنے کام کی فہرست پیش کی ہے کہ وہ فلاں فلاں کام کرتے رہے ہیں۔ میں خطبہ میں ان کے کام کے اس حصہ کا خود ہی اعتراف کر چکا ہوں۔ میرا اظہارِ خیال قواعد سکھانے والوں کے مطابق نہیں۔ انہوں نے باقاعدگی سے کام کیا ہے اور اس کا مجھے اعتراف ہے۔ جو شکوہ میں نے کیا ہے وہ لیگ کا ہے کہ دوسری اغراض جو علاوہ قواعد کے تھیں وہ انہوں نے باوجود درجنوں دفعہ مجھ سے مشورہ لینے کے پوری نہیں کیں۔ بہرحال میں امید کرتا ہوں کہ اگر نیشنل لیگ نے یہ مقصد پورا نہیں کیا۔

سلسلہ کے درد کو اپنا درد سمجھیں

تو اب مجلس خدام الاحمدیہ کے ارکان ہی اِس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنی زندگی کو کارآمد بنائیں گے اور سلسلہ کے درد کو اپنا درد سمجھیں گے لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں مجلس خدام الاحمدیہ میں جو بھی شامل ہو وہ یہ اقرار کرے کہ میں آئندہ یہی سمجھوں گا کہ احمدیت کا ستون میں ہوں اور اگر مَیں ذرا بھی ہِلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو میں یہ سمجھوں گا کہ احمدیت پر زد آ گئی۔

حضرت طلحہؓ کا نمونہ

حضرت طلحہؓ ایک بہت بڑے صحابی گزرے ہیں ان کا ایک ہاتھ لڑائی کے موقع پر شل ہو گیا تھا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جنگیں ہوئیں ان میں سے کسی موقع پر ایک شخص نے طنزاً حضرت طلحہؓ کو لنجا کہہ دیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا تمہیں پتہ بھی ہے میں کس طرح لنجا ہوا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ احد کے موقع پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار نے حملہ کر دیا اور اسلامی لشکر پیچھے ہٹ گیا تو اُس وقت کفار نے یہ سمجھتے ہوئے کہ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات ہی ایک ایسا مرکز ہے جس کی وجہ سے تمام مسلمان مجتمع ہیں، آپ پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔ میں نے اُس وقت دیکھا کہ اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں کوئی تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر آ کر نہ آ لگے۔ چنانچہ میں نے اپنا بازو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے منہ کے آگے کر دیا۔ کئی تیر آتے اور میرے بازو پر پڑتے مگر میں اسے ذرا بھی نہ ہِلاتا یہاں تک کہ تیر پڑتے پڑتے میرا بازو شل ہو گیا۔ کسی نے پوچھا جب تیر پڑ رہے تھے تو اُس وقت آپ کے منہ سے کبھی اُف کی آواز بھی نکلتی تھی یا نہیں کیونکہ ایسے موقع پر انسان بے تاب ہو جاتا اور درد سے کانپ اُٹھتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اُف کس طرح کرتا جب انسان کے منہ سے اُف نکلتی ہے تو وہ کانپ جاتا ہے۔ پس میں ڈرتا تھا کہ اگر میں نے اُف کی تو ممکن ہے میرا ہاتھ کانپ جائے اور کوئی تیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر لگ جائے اس لئے میں نے اُف بھی نہیں کی۔ دیکھو کتنا عظیم الشان سبق اس واقعہ میں پنہاں ہے۔ طلحہؓ جانتے تھے کہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی حفاظت میرا ہاتھ کر رہا ہے۔ اگر میرے اس ہاتھ میں ذرا بھی حرکت ہوئی تو تیر نکل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جا لگے گا۔ پس انہوں نے اپنے ہاتھ کو نہیں ہِلایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس ہاتھ کے پیچھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو، اگر تم بھی یہ سمجھنے لگو کہ ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے اور اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دو نہیں بلکہ ایک ہیں تو تم بھی ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہو جاؤ اور تم بھی ہر وہ تیر جو اسلام کی طرف پھینکا جاتا ہے اپنے ہاتھوں اور سینوں پر لینے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

خدام الاحمدیہ کے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے

پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارے ممبر کم ہیں یا تم کمزور ہو بلکہ تم یہ سمجھو کہ ہم جو خادمِ احمدیت ہیں ہمارے پیچھے اسلام کا چہرہ ہے۔ تب بیشک تم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی طاقت ملے گی جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکے گا۔ پس تم اپنے عمل سے اپنے آپ کو مفید وجود بناؤ۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو نہ صرف اپنے مذہب کے غریبوں اور مسکینوں کی بلکہ ہر قوم کے غریبوں اور بے کسوں کی۔ تا دنیا کو معلوم ہو کہ احمدی اخلاق کتنے بلند ہوتے ہیں۔ مشورہ دینے کے لحاظ سے میں ہر وقت تیار ہوں مگر میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نمایاں شخصیتوں کو اپنا ممبر مت بناؤ کیونکہ بڑے درخت کے نیچے اگر آؤ گے تو تمہاری اپنی شاخیں سُوکھ جائیں گے۔ اسی طرح سچائی کو اپنا معیار

قرار دو۔ قواعد کے تیار کرنے میں مَیں انشاء اللہ تمہاری ہر طرح مدد کروں گا۔ سرِ دست یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہر ممبر سے یہ اقرار لو کہ اگر وہ جھوٹ بولے گا اور اس کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا تو وہ خوشی سے ہر سزا برداشت کرنے کیلئے تیار رہے گا۔

نمازوں میں باقاعدگی، خدمت دین کے لئے رات دن مشغول رہنے کا طریقہ

جب تم سچائی پر قائم ہو جاؤ گے، جب تم نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرلو گے، جب تم دین کی خدمت کیلئے رات دن مشغول رہو گے، تب جان لینا کہ اب تمہارا قدم ایسے مقام پر ہے جس کے بعد کوئی گمراہی نہیں۔ اسی طرح تمہیں چاہئے کہ تم تحریک جدید کے متعلق میرے گزشتہ خطبات سے تمام ممبران کو واقف کرو اور ان سے کہو کہ وہ اَوروں کو واقف کریں۔ اور پھر ہر شخص اپنی ماں اور اپنی بہن اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو ان سے واقف کرے۔ اسی طرح میں لجنات اماء اللہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس رنگ میں کام کریں اور جہاں جہاں لجنہ ابھی تک قائم نہیں ہوئی وہاں کی عورتیں اپنے ہاں لجنہ اماء اللہ قائم کریں اور وہ بھی اپنے آپ کو تحریک جدید کی والنٹیئرز سمجھیں اور اسلام کی ترقی کیلئے اپنی زندگی کو وقف قرار دیں۔

خدا تمہارا نام جانے گا

اگر تم یہ کام کرو تو گو دنیا میں تمہارا نام کوئی جانے یا نہ جانے (اور اِس دنیا کی زندگی کی حقیقت ہے ہی کیا ہے۔ چند سال کی زندگی ہے اور بس) مگر خدا تمہارا نام جانے گا اور جس کا نام خدا جانتا ہو اس سے زیادہ مبارک اور خوش قسمت اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 1938ء مطبوعہ اخبار الفضل 10 اپریل 1938ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 25 فروری 2020ء)

﴿5﴾

کلام الامام

اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاح معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اُس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ 18 فروری 2011ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

۞۞۞۞

﴿6﴾

کلام الامام

ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 20/ فروری 2009ء میں فرماتے ہیں:

”مجھے امید ہے کہ اب بعض لاعلم احمدی جو مختلف جگہوں سے خطوں میں لکھ دیتے ہیں، یہاں بھی سوال کر دیتے ہیں کہ ہم یوم مصلح موعود کیوں مناتے ہیں، باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے ان پر واضح ہو گیا ہو گا کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا دن ہم ایمانوں کو تازہ کرنے اور اس عہد کو یاد کرنے کے لیے مناتے ہیں کہ ہمارا اصل مقصد اسلام کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو دنیا پر قائم کرنا ہے۔ یہ کوئی آپ کی پیدائش یا وفات کا دن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذریت میں سے ایک شخص کو پیدا کرنے کا نشان دکھلایا تھا جو خاص خصوصیات کا حامل تھا اور جس نے اسلام کی حقانیت دنیا پر ثابت کرنی تھی۔ اور اس کے ذریعہ نظام جماعت کے لیے کئی اور ایسے راستے متعین کر دیے گئے کہ جن پہ چلتے ہوئے بعد میں آنے والے بھی ترقی کی منازل طے کرتے چلے جائیں گے۔

پس یہ دن ہمیں ہمیشہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرواتے ہوئے اسلام کی ترقی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانے والا ہونا چاہیے نہ کہ صرف ایک نشان کے پورا ہونے پر علمی اور ذوقی مزہ لے لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ فروری 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ مارچ 2009ء)

اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18/ فروری 2011ء میں فرماتے ہیں:

”آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/ فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 11/مارچ 2011ء صفحہ 9)

مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 17/ فروری 2012ء میں فرماتے ہیں:

''اس پیشگوئی کے مصداق تو جیسا کہ مَیں نے کہا یقیناً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے۔ اس کا آپ نے 1944ء میں خود بھی اعلان فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی خوشی میں یومِ مصلح موعود کے جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا، آئندہ چند دنوں میں یہ جلسے مختلف جماعتوں میں ہوں گے۔ اس لیے کہ جماعت کے ہر فرد کو پتہ چلے کہ یہ ایک عظیم پیشگوئی تھی جو بڑی شان سے پوری ہوئی۔

یہاں ضمناً میں اُن لوگوں کے لئے بھی جو دنیا کے ماحول کے زیرِ اثر، جن کا دینی علم بھی ناکافی ہے، کئی دفعہ میں بیان پہلے بھی کر چکا ہوں لیکن پھر بھی سوال کرتے رہتے ہیں۔ جو سالگرہ منانے کی خواہش رکھتے ہیں وہ سالگرہ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ ہماری بھی سالگرہ منائی جائے اور جیسا کہ مَیں نے کہا دنیا کے زیرِ اثر بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مصلح موعود کا دن مناتے ہیں تو باقی خلفاء کے دن کیوں نہیں مناتے اور پھر سالگرہ کیوں نہیں مناتے؟ یعنی باقی خلفاء کی سالگرہ کی آڑ میں اپنی سالگرہ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ تو یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کا یومِ ولادت نہیں منایا جاتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش تو 12/ جنوری 1889ء کی ہے اور یہ پیشگوئی جو عظیم الشان پیشگوئی تھی آپ کی پیدائش سے تین سال پہلے کی ہے۔ اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کا دن منایا جاتا ہے جو 20/ فروری 1886ء کو کی گئی تھی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے یہ پیشگوئی تھی اور یہ پیشگوئی اس لحاظ سے ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9/ مارچ 2012ء صفحہ 6)

یہ دن حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کی صداقت کا دن ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 15/ فروری 2013ء میں فرماتے ہیں:

"پانچ دن کے بعد یومِ مصلح موعود بھی منایا جائے گا۔ 20/ فروری کو جماعت میں منایا جاتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہ مصلح موعود کی پیدائش تھی بلکہ اس لیے کہ 20/ فروری کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلح موعود کی جو پیشگوئی فرمائی تھی، یہ اُس کا دن ہے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دلیل ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تو 20/ فروری کی نہیں تھی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ فروری 2013ء مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 8 مارچ 2013ء صفحہ 5)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴾7﴿

کلام الامام
یوم مصلح موعود کے جلسے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

”آجکل ان دنوں میں جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں پیشگوئی مصلح موعود کی مناسبت سے یوم مصلح موعود کے جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔ 20/ فروری کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ایک بیٹے کی پیدائش کی خبر دی تھی جس کی مختلف خصوصیات بیان کی گئی تھیں۔ اس بارے میں اشتہار شائع فرمایا تھا۔ یہ اشتہار 20/ فروری 1886ء کو شائع ہوا۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس مناسبت سے جہاں ممکن ہے وہاں 20/ فروری کو یوم مصلح موعود منایا جاتا ہے اور جہاں اس تاریخ کو سہولت میسر نہ ہو وہاں تاریخیں آگے پیچھے کر لی جاتی ہیں۔ یوم مصلح موعود کا منایا جانا اور اس کے حوالے سے جلسے منعقد کرنا اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش کی وجہ سے۔ یہ وضاحت مَیں نے اس لئے کی ہے کہ بعض لوگ اور یہاں کی نئی نسل، نوجوان یا کم علم یہ سوال کرتے ہیں کہ یوم مصلح موعود جب مناتے ہیں تو پھر باقی خلفاء کے یومِ پیدائش کیوں نہیں مناتے۔ ایک تو یہ بات واضح ہو کہ یہ دن حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کا دن نہیں ہے۔ آپؓ کی پیدائش تو 1889ء میں 12/ جنوری کو ہوئی تھی۔“

(خطبہ جمعہ 23/ فروری 2018ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴾8﴿

کلام الامام

چلہ کشی کے نتیجہ میں بشارتیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس اللہ تعالی کی طرف سے اس چلہ کشی کے نتیجہ میں آپ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں یہ ان کا کچھ ذکر ہے اور اس میں ایک بیٹے کی بشارت بھی دی گئی جس کی مختلف خصوصیات ہیں۔ جس کا تفصیلی جائزہ لیں تو یہ 52 خصوصیات بنتی ہیں۔ بلکہ ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے 58 بھی بیان فرمائی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح آئے گا تو اس کی اولاد ہو گی۔ جیسا کہ میں نے ابھی پڑھ کے سنایا۔ اب اولاد تو اکثر لوگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں کیا خاص بات ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر پیشگوئی فرمائی تھی تو یقیناً کسی اہم بات کی اور وہ یہی بات تھی کہ اس کی اولاد ہو گی اور وہ ایسی خصوصیات کی حامل ہو گی جو دین کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو توحید کے پھیلانے کا باعث بنے گی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کا باعث بنے گی۔ اب اس پیشگوئی کے مطابق کہ جس سال میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ پیدا ہوئے ہیں یعنی 1889ء میں، اسی سال میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت بھی لی۔ اسی سال اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ حکم دیا کہ بیعت بھی لے لو اور یوں اس سال میں باقاعدہ طور پر اس جماعت کی بنیاد ڈالی گئی جس نے اسلام کی تبلیغ کا کام بھی کرنا تھا۔“

(خطبات مسرور جلد نہم صفحہ 82)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

۞۞۞۞

﴿9﴾

کلام الامام

پیشگوئی مصلح موعود کی جزئیات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یہ پیش گوئی کے الفاظ ہیں اور اگر اس کی جزئیات میں جائیں تو یہ تقریباً 52 پوائنٹس بنتے ہیں۔ اور پیش گوئی کے بارے میں جو بعض دوسرے الہامات تھے ان کو اگر شامل کریں تو حضرت مصلح موعودؓ نے خود ہی ایک جگہ 59 پوائنٹس بھی لکھے ہیں۔ تو یہ ہے وہ عظیم پیشگوئی جس کے پورا ہونے کے لئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر یہ بتایا کہ نو سال کے عرصہ میں یہ لڑکا پیدا ہو گا اوران خصوصیات کا حامل ہو گا......اس پیشگوئی کے کچھ عرصہ بعد جب آپؑ نے اشتہار شائع کر دیا اور اعلان ہوا تو آپؑ کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی۔ جس کا نام عصمت تھا۔ اس پر مخالفین نے بہت شور مچایا کہ آپؑ کی پیش گوئی غلط ثابت ہو گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں نے تو معین عرصہ دیا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ فوری طور پر پیدائش ہو گی۔ بہر حال پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر رکھا گیا اور یہ بشیر اول کہلاتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد بچپن میں ہی ان کی بھی وفات ہو گئی۔ تو مخالفین نے اس پر بڑا شور مچایا بلکہ ان دونوں بچوں کی پیدائش سے پہلے جب آپؑ نے پیش گوئی کی تھی تو پنڈت لیکھرام نے بڑے گھٹیا الفاظ میں آپؑ کی پیش گوئی کے ہر فقرے کے مقابلہ پر آپؑ کی اس پیش گوئی کے رد کے فقرے کہے تھے۔ مثلاً ایک فقرہ پیشگوئی کا یہ ہے کہ ”ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہو گا“ اس کے مقابلے پر لیکھرام نے لکھا کہ مجھے بھی خدا نے بتایا ہے کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔ نیز اگر کوئی لڑکا پیدا ہو گا تو وہ رحمت کا نشان نہیں زحمت کا نشان (نعوذ باللہ) ہو گا۔ اور بہت سی خرافات تھیں۔ مصلح موعود کی پیشگوئی پورا ہونے کے علاوہ حضرت

مسیح موعود علیہ السلام سے جو یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اب تیری نسل تجھ سے ہی دنیا میں پھیلے گی تو آج اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں پھیلایا ہوا ہے۔ اور لیکھرام کی اولاد کا تو پتہ نہیں کہ وہ کہیں ہے بھی کہ نہیں...... بہر حال بشیر اول کے فوت ہونے پر دشمن نے اور بھی تالیاں بجائیں۔ بڑے خوش ہوئے اور لیکھرام کے جو چیلے تھے مزید اچھلنے لگے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بارہا کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے جو عرصہ بتایا ہے اس کا انتظار کرو۔ اگر کہو کہ یہ لمبا عرصہ ہے تو کون یہ ضمانت دے سکتا ہے کہ اتنی زندگی ہو بھی سکتی ہے کہ نہیں۔ کجا یہ کہ بیٹے کی پیش گوئی ہو۔ پھر بیٹے کے بارہ میں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ کہہ دیا، تکا لگا دیا۔ لوگوں کے بھی بیٹے ہوتے ہیں بیٹیاں بھی ہوتی ہیں۔ اپنی زندگی کے بارہ میں فرمایا کہ اس وقت تک زندگی بھی رہے گی۔ یا پھر یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کیا فرق پڑتا ہے بات ہی کرنی ہے جس طرح لیکھرام نے اپنی طرف سے الہام بنا کر پیش کر دیا ہے آپؑ نے بھی کر دیا۔ لیکن آپؑ نے فرمایا کہ بیٹے کے ساتھ نشانات بھی ہیں جب وہ نشانات پورے ہوں گے تو دنیا خود جان لے گی کہ اعلان کرنے والا یقیناً خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر اعلان کرنے والا ہے۔ جو حق ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ: ”جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دوچند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ بلکہ صریح دلی انصاف ہر یک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے، انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 101)

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 93)

”...... بہر حال یہ پر شوکت پیشگوئی تھی جس نے حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کے باون سالہ دور میں ثابت کر دیا کہ کس طرح وہ شخص جلد بڑھا، کس طرح اس نے دنیا میں اسلام کے کام کو تیزی سے پھیلایا، مشن قائم کیے، مساجد بنائیں۔ آپؓ کے وقت میں باوجود اس کے کہ وسائل بہت کم تھے مالی کشائش جماعت کو نہیں تھی، دنیا کے 34، 35 ممالک میں جماعت کا قیام ہو چکا تھا۔ کئی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا تھا، مشن کھولے جا چکے تھے۔ اسی طرح جماعتی نظام کا یہ

ڈھانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بنایا تھا جو آج تک چل رہا ہے۔ اور اس سے بہتر کوئی ڈھانچہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح ذیلی تنظیمیں ہیں اس وقت کی بنائی ہوئی ہیں وہ بھی آج تک چل رہی ہیں۔ ہر کام آپ کی ذہانت اور فہم کا منہ بولتا ثبوت ہے قرآن کریم کی تفسیر ہے اور دوسرے علمی کارنامے ہیں جو آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے کا ثبوت ہیں۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خود بھی اپنے اس بیٹے کو جس کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد تھا، مصلح موعود ہی سمجھا۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوا ہے ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں“ اور ہم نے آپؑ سے یہ بھی سنا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ ”میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔“

(الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء)

(خطبات مسرور جلد نہم صفحہ 85-86)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

﴿10﴾

ہوشیار پور میں خلوت کی عبادت، الہام پسرِ موعود اور ایک کتاب کی تصنیف

(حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے)

1886ء کے شروع میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ خدائی منشاء کے ماتحت ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ جو قادیان سے قریباً چالیس میل مشرق کی طرف واقع ہے اور پنجاب کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔ یہاں آپ نے چالیس دن تک ایک علیحدہ مکان میں جو آبادی سے کسی قدر جدا تھا عبادت اور ذکر الٰہی میں وقت گزارا۔ ان دنوں میں آپ اس مکان کے بالاخانہ میں بالکل خلوت کی حالت میں رہتے تھے اور آپ کے تین ساتھی جو خدمت کے لئے ساتھ گئے تھے نیچے کے حصہ میں مقیم تھے اور آپ نے حکم دیا تھا کہ مجھ سے کوئی شخص ازخود بات نہ کرے اور ان ایام میں آپ خود بھی بہت کم گفتگو فرماتے تھے اور اکثر حصہ وقت کا عبادت اور ذکر الٰہی میں گزارتے تھے۔ گویا ایک طرح آپ کی خلوت نشینی اعتکاف کا رنگ رکھتی تھی۔

ان ایام میں آپ پر بہت سے انوار سماوی کا انکشاف ہوا اور پسر موعود کے متعلق بھی انہی دنوں میں الہامات ہوئے جن میں بتایا گیا کہ خدا آپ کو ایسا لڑکا دے گا جو خدا کی طرف سے ایک خاص رحمت کا نشان ہو گا اور اس کے ذریعہ دین کو بہت ترقی حاصل ہو گی۔ چنانچہ اس الہام کے الفاظ یہ ہیں:

”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ

جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا شرف لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفی ﷺ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔

اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم ہو گا اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار 20 فروری 1886ء)

جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ اس چالیس روزہ عبادت کو پورا کر چکے تو اس کے بعد آپ بیس روز مزید ہوشیارپور میں ٹھہرے اور انہی دنوں میں ہوشیارپور کے ایک جوشیلے آریہ ماسٹر مرلی دھر کے ساتھ آپ کا اسلام اور آریہ مذہب کے اصولوں کے متعلق مناظرہ ہوا جس میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ مناظرہ کے بعد جلد ہی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ایک تصنیف ”سرمہ چشم آریہ“ کے نام سے شائع فرمائی جس میں اس مناظرہ کی کیفیت درج کرنے کے علاوہ اسلام کی صداقت اور آریہ مذہب کے بطلان میں نہایت زبردست دلائل درج فرمائے اور اعلان کیا کہ اگر کوئی آریہ اس کتاب کا رد لکھ کر اس کے دلائل کو غلط ثابت کرے تو میں اس کو انعام دوں گا۔ مگر کسی کو اس مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ کتاب 1886ء کے آخر میں شائع ہوئی اور سلسلہ احمدیہ کی بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں معجزات کی حقیقت پر نہایت لطیف بحث ہے اور آریہ مذہب کے اصول دربارہ قدامت روح و مادہ وغیرہ کو زبردست دلائل کے ساتھ رد کیا گیا ہے۔

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 26-27)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿11﴾

انٹرویو صاحبزادی ناصرہ بیگم بنت حضرت مصلح موعودؓ، والدہ ماجدہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت مصلح موعودؓ کی یادیں، بچپن کا پاکیزہ ماحول، آپ کی جماعتی خدمات اور خادموں سے حسن سلوک کا تذکرہ

(شکیلہ طاہرہ۔ کینیڈا)

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیدہ محمودہ بیگم (امّ ناصر) کی بڑی اولاد میں سے تھیں۔ ایم ٹی اے کے لئے ایک انٹرویو کے دوران آپ نے اپنے عظیم والد بزرگوار حضرت مصلح موعودؓ کے گھر میں انداز تربیت کے متعلق بیان فرمایا کہ۔

حضرت مصلح موعودؓ کا بچوں سے تربیت کا انداز ناصحانہ تھا۔ نصیحت کرتے ہوئے کبھی چہرے پر مسکراہٹ بھی آجاتی مگر نظروں سے نصیحت زبان کی نسبت زیادہ ہوتی۔ نظر اٹھا کر دیکھنا ہمیں اپنی غلطی سے آگاہ کر دیتا تھا۔

بچوں کو دینی آداب سکھاتے۔ ایک ہی دستر خوان پر بچے آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے۔ اس لئے پہلے آہستہ سے کھانا شروع کرتے ہوئے بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ پڑھتے تا کہ بچے بھی سن لیں اور اس پر عمل کریں۔ کھانے پر تاکید ہوتی کہ ہاتھ دھو کر، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ دوسروں کی پلیٹوں سے ہاتھ گزار کر کھانا نہ ڈالو۔ زیادہ کھانا پلیٹ میں ڈالنے سے روکتے۔ فرماتے اتنا ہی ڈالو جتنا کھا سکو اس طرح کھانا ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو اتنا ہی کھانا ڈالنے کی عادت ہے جتنا کھایا جا سکے اور پلیٹ صاف ہو۔ اس تربیت کا یہ گہرا اثر ہے کہ ہم لوگ اپنی پلیٹوں میں کھانا نہیں چھوڑتے۔ بڑوں کے احترام کی خاص توجہ دلواتے۔ کبھی بڑوں کے سامنے ننگے سر یا آستین چڑھا کر جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بڑوں کی مجلس میں بیٹھ کر اور پھر اُٹھ کر جانے

سے منع فرماتے کہ یہ تعظیم کے خلاف ہے۔ لڑکیوں کو مغرب کے بعد اپنے گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی۔ اوروں کا تو میں کہہ نہیں سکتی لیکن مجھے یہ حکم تھا کہ مغرب کے بعد گھر سے نہیں جانا یعنی اپنے ماؤں کے گھر بھی۔ حضرت اماّں جان کے گھر جانے کی اس صورت میں اجازت تھی کہ اپنی اُمّی کو اطلاع کرو کہ میں وہاں جارہی ہوں۔ حضرت عموں صاحب (حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ) کا گھر ہمارے گھروں کو سیڑھیوں سے ملواتا تھا۔ وہاں بھی دن کے وقت اگر عموں صاحب سے ملنے جانا ہو تو اجازت لے کر جانے کا حکم تھا۔

آپ اکثر صبح کے ناشتے یا دوپہر کے کھانے پر بچوں کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر کرتے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات سناتے اور آپ کے مقام کا بھی آسان الفاظ میں جو بچوں کو سمجھ آجائے ذکر کرتے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا بہت ذکر کرتے۔ اُستاد ہونے کے لحاظ سے بھی اور خلیفہ ہونے کے لحاظ سے بھی بہت احترام اور محبت سے یاد کرتے۔ اس سے یہ مطلوب تھا کہ بچوں کے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی محبت اور احترام ان کے مقام کی وجہ سے پیدا ہو۔

لڑکوں کی نگرانی رکھتے کہ وہ نماز باجماعت کے لئے گئے ہیں یا نہیں۔ اگر کسی سے غفلت ہو جاتی تو اس کی سرزنش ہوتی۔ لڑکیوں کی بروقت نماز پڑھنے کی نگرانی کرتے۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ نماز مغرب کے بعد سارے گھروں کا چکر لگاتے۔ اس کا یہ مقصد تھا کہ دیکھیں کہ لڑکوں نے نماز پڑھی ہے یا نہیں، بچے گھر پر ہیں یا باہر ہیں۔ لڑکوں کو بھی بعد نماز مغرب سوائے عشاء کی نماز اور مجلس عرفان کے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔

لڑکیوں کو بہت اکرام سے باتوں باتوں میں ان کی غلطیوں پر سمجھاتے۔ لڑکے اگر بڑے ہو جاتے تو ان کو لکھ کر یا ماؤں کے ذریعے سے غلطیوں سے آگاہ کرتے اور آئندہ محتاط رہنے کی تلقین کرتے۔

ضمناً ایک بات اور کہنا چاہتی ہوں جس کا تربیت سے تو نہیں لیکن میرے دل سے گہرا تعلق ہے۔ جب ابّا جان درس دیتے وقت قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو میرا دل چاہتا کہ ابا جان

تلاوت کرتے چلے جائیں اور میں روتی جاؤں۔ ایسا معلوم ہوتا کہ قرآن مجید کے الفاظ میرے دل میں دھنستے چلے جا رہے ہیں۔

حضرت اباجان پردے کی بڑی نگرانی کرتے تھے۔ میری ایک بہن بُرقعہ اُوپر کر کے سڑک پار کر رہی تھی کہ اباجان سیر کر کے موڑ سے مڑے اور دیکھ لیا اور دوسرے دن کہنے لگے کہ تم اگر ایک قدم اُٹھاؤ گی، دوسرے دس قدم اُٹھائیں گے۔ تمہیں اس طرح نہیں جانا چاہئے تھا۔ حالانکہ اس زمانے میں وہ سڑک بالکل سنسان ہوتی تھی۔ نمازوں کے وقت کوئی اِکّا دُکّا نمازی اُدھر سے گزرتا تھا۔

مجھے ابا جان نے تیراکی، گھوڑے کی سواری اور نشانہ بازی سکھائی۔ پارٹیشن کے وقت رتن باغ کی بات ہے کہ چھوٹی آپا بیمار ہو کر ہسپتال میں داخل تھیں۔ عزیزہ متین اور امۃ النصیر بھی آپ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ اُن دنوں آپ خود بھی بیمار تھے۔ ڈاکٹر نے آپ کو پاؤں دھونے سے منع کیا تھا مگر آپ وضو کر کے پاؤں دھوتے رہے۔ پاؤں دھونے کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی۔ بچیوں کو بتلایا کہ مجھے ڈاکٹر نے پاؤں دھونے سے منع کیا تھا مگر میں اس خیال سے دھوتا رہا کہ کہیں تم کو پاؤں دھوئے بغیر وضو کرنے کی عادت نہ پڑ جائے۔

ابا جان کے سامنے اگر کوئی بچہ چھوٹی موٹی شرارت کرتا تو کن اَکھیوں سے دیکھ کر مُسکراتے رہتے۔ نقصان پر کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ یہ کہہ دیتے کہ بچہ ہے نقصان ہو بھی گیا تو کیا بات ہے۔

''امّ ناصر'' حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ جنہیں سب ''امی جان'' کہتے تھے، کا ذکر خیر کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ۔

''امی جان بچپن ہی سے صاف رہنے، سلیقہ سے کام کرنے، جس جگہ سے چیز اُٹھائی وہیں رکھنے کا کہتی تھیں۔ حضرت ابّا جان کی باری کے دن کھانا پکانے میں صفائی کا جو خاص اہتمام ہوتا وہ بھی ہمارے سامنے تھا۔ اس طرح یہ تربیت بھی کی کہ کپڑے دُھل کر آئیں تو پہلے مرمت کرو پھر بکسوں

میں بٹن وغیرہ لگا کر رکھو۔ رفو کرنا اور پیوند لگانا بھی میں نے امی جان سے ہی سیکھا تھا۔ سوئی میں لمبا دھاگا نہ ڈالنا اور گول گرہ دینا یہ بھی سکھایا۔ حضرت ابا جان ہر ہفتے قرآن مجید کا جو درس دیتے اس میں امی جان مجھے ساتھ لے کر جاتیں کیونکہ ان کو یہ خیال تھا کہ اگر میں ساتھ لے کر نہ گئی تو یہ جو عورتوں میں جانے سے گھبراتی ہے درس نہیں سنے گی"۔

محترمہ استانی زینب نے قرآن مجید ختم کروایا اور اُردو کی ابتدائی تعلیم دی۔ اس کے بعد لڑکیوں کا سکول جس کی ہیڈ مسٹریس محترمہ استانی سکینۃ النساء اہلیہ مکرم قاضی اکرم تھیں۔ ان کے سکول میں داخل ہو کر پانچویں تک پڑھا۔ اس کے بعد گھر میں پڑھائی ہوتی رہی۔

اپنی جماعتی خدمات اور کاموں کی ابتداء کے متعلق آپ نے بتایا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر دارالمسیح میں سب سے پہلے تقریباً دس سال کی عمر میں مَیں نے اور سیدہ نصیرہ بیگم نے ایک کمرہ کی مہمان نوازی کی۔ مہمان نواز کا کام تھا، مہمان کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا۔ کھانے کا، پانی کا، روشنی کا یا اگر کوئی اور ضرورت ہوتی تو اسے پورا کرنا۔ پھر اس کے بعد تین چار کمروں کی مہمان نوازی سپرد کر دی گئی۔ تین چار برس یہ کام کیا۔ پھر منتظمہ روشنی، منتظمہ تقسیم کھانا، منتظمہ صفائی وغیرہ جو بھی کام سپرد کر دیا جاتا خوشی سے کرنے کو تیار تھی۔

سب سے مشکل کام صفائی کا تھا یعنی گندگی کی صفائی کروانا۔ خاص طور سے میری جیسی طبیعت کے لئے کراہت والا کام تھا۔ مگر جب کام سپرد کیا گیا تو کرنا ہی پڑا۔ میں صبح کی نماز پڑھ کر اپنے آپ کو گرم کپڑوں میں لپیٹ کر نیچے اُتر جاتی مگر وہاں جا کر جو صحن کی حالت دیکھتی تو ابکائیاں آنا شروع ہو جاتیں۔ جگہ جگہ بچوں کی غلاظت اور کھانس کر تھوکی ہوئی گندگی پڑی ہوتی۔ اس وقت کراہت کی وجہ سے میری آنکھوں میں پانی آجاتا مگر قہر درویش بر جان درویش، ذمہ داریاں تو ادا کرنی تھیں۔ مہمانوں کو بہت سمجھاتی کہ اس طرح گند نہ کریں اتنی بڑی جگہ رفع حاجت کے لئے موجود ہے بچوں کو وہاں لے جائیں مگر کہاں سنتے ہیں خاص طور سے ایک لڑکی کی۔ اس کے بعد شادی

تک منتظمہ دارالمسیح رہی۔ شادی کے بعد پہلے سال نائبہ منتظمہ جلسہ گاہ کام کیا۔ پھر منتظمہ نمائش، نائبہ منتظمہ سٹیج کا بھی لمبا عرصہ کام کیا۔

معلوم نہیں منتظمہ سٹیج کے طور پر نگران کی نظر مجھ پر ہی کیوں پڑتی تھی۔ لجنہ مرکزیہ کے بھی جلسے ہوتے رہے کوئی نہ کوئی ڈیوٹی میرے سپرد کی جاتی رہی۔

جماعت احمدیہ عالمگیر کی خواتین کی تنظیم "لجنہ اماء اللہ" کے کام کی ابتداء کے متعلق فرماتی ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے عہدہ کی حیثیت سے کام شادی کے بعد کیا۔ شادی کے بعد مجھے حلقہ دارالفضل قادیان کی صدر لجنہ اماء اللہ منتخب کیا گیا۔ اپنے علم اور استطاعت کے مطابق جتنا کام کر سکتی تھی کیا پھر پارٹیشن ہو گئی۔ لاہور آکر ماڈل ٹاؤن تقریباً تین چار ماہ بطور صدر کام کیا۔ اجلاس مکرمی عبدالمجید خان صاحب کے گھر ہوتا تھا۔ پھر میں کراچی چلی گئی۔ وہاں تقریباً چھ ماہ رہی۔ ماہ رمضان میں 10 روز تک درس قرآن بھی دیا۔

پھر میں حضرت سیدی ابّا جان کے پاس ایک ماہ کے لئے کوئٹہ چلی گئی۔ پاکستان ہجرت کے بعد ابتداء میں جس وقت ہمارے خاندان والے ربوہ کی کچی بیرکوں میں رہتے تھے میں نے ابّا جان کو لکھا کہ میرا کراچی جی نہیں لگتا ہے بلوالیں آپ نے بلا لیا۔ کچی بیرکوں میں مجھے وہ سکون اور خوشی ہوئی جو کوٹھیوں میں نہیں ملتی۔ اپنے پیارے کچے کمروں میں سکون اور خوشی کی زندگی بسر کر رہے تھے وہ دن اب بھی شدت سے یاد آتے ہیں کاش وہ لوٹ کر آسکیں۔

جب لجنہ مقامی مرکزیہ سے علیحدہ نہیں ہوئی تھی اس وقت لجنہ مرکزیہ کی طرف سے منتظمہ صفائی حلقہ دارالصدر بھی نامزد کیا۔ لوگوں کے گھروں میں جا کر صفائی کی تلقین کرتی۔ سلیقے سے چیز رکھنے کا طریقہ بتاتی۔

آپ نے ایک لمبا عرصہ بحیثیت صدر لجنہ کام کیا اور تمام عہدیداران جنہوں نے اس عرصہ میں آپ کے ساتھ کام کیا ہے آپ سے خوش تھیں۔ حسن وخوبی سے جماعتی فرائض سرانجام دینے کے متعلق آپ نے فرمایا۔

"میں نے جتنا عرصہ لجنہ مقامی کا کام کیا ہے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کے مطابق سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ سمجھا ہے اور خدا کے فضل سے سب ممبرات نے تعاون کیا ہے۔ یہ تعاون صرف کام کا نہ تھا بلکہ اس میں وہ محبت بھی شامل تھی جو ان کو حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ سے تھی۔ اُصول بھی بیشک ضروری چیز ہے مگر میں اُصولوں میں لچک پیدا کرنے کی قائل ہوں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والی اپنی کُنبہ کی لگتی تھیں ان میں بیٹھ کر مشورے وغیرہ کرنے یا ان کو کام کی ہدایات دینے میں دُونا مسرت ہوتی تھی۔ کبھی کوئی حلقہ کی صدر یا شعبہ کی سیکرٹری کام میں سُست ہوتی جیسا میں چاہتی ویسا کام نہ کرتی تو میں اُس کے متعلق اُن سے بھی مشورہ مانگتی کہ آپ مجھے بتائیں کہ کس طرح آپ سے کام لیا جائے کہ جس سے کام کا معیار بلند ہو جس سے اُن کو شرمندگی بھی ہوتی اور خوشی بھی کہ اُن سے مشورہ لیا جا رہا ہے اور کام بھی ٹھیک ہو جاتا۔ سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کارکنات سے مُسکراتے چہرے اور ہونٹوں سے بات کر کے اُن کے دلوں کو کام کے لئے تیار کیا جائے۔ میرے خیال میں غالباً یہی میرا طریقہ رہا ہے، صدر کا لہجہ تھکا ہوا نہیں ہونا چاہئے۔"

لجنہ کے کام کے دوران مختلف شخصیات سے رہنمائی حاصل کرنے کا شرف حاصل رہا ان کے متعلق آپ نے فرمایا۔

"لجنہ کے کاموں میں بوقت ضرورت حضرت سیدہ چھوٹی آپا سے رہنمائی حاصل کرتی رہی۔ اس کے علاوہ لجنہ کی ابتدائی ممبرات میں سب سے زیادہ رہنمائی سیدہ ممانی جان (حضرت سیدہ صالحہ بیگم حرم حضرت میر محمد اسحاقؓ) سے ملی انہوں نے مجھے اُبھارا اور کام کرنے کے لئے بلاتی رہیں۔ سب سے زیادہ میں اُن سے بھی متاثر رہی۔ اُن میں انانیت بالکل نہ تھی۔ جس کی بناء پر میں اُن

کی ہمیشہ مداح رہی۔ دوسروں کو کام سکھانا ہر مشکل کام میں رہنمائی کرنا اور جب نتیجہ کا وقت آئے تو سکھلانے والے کا کوئی نام نہیں اور سیکھنے والے کے نام آگے کر دیئے جاتے۔ دن رات انتھک محنت کرنے والی خاتون تھیں۔ باوجود دائمی مریضہ ہونے کے سلسلہ کے کاموں میں اُن کی تکلیف حائل نہ ہوتی تھی۔ آپ قادیان میں عمومی ماحول کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں۔ قادیان میں عمومی ماحول بہت سادہ تھا۔ کپڑوں میں، رہن سہن میں، غریب سے غریب عورتیں گھر بہت صاف ستھرا رکھتی تھیں۔ سبزیاں وغیرہ لگا لیتی تھیں۔ چونکہ اکثر آبادی واقفین کی تھی اس لئے تھوڑی تنخواہ میں بہت اچھا رکھ رکھاؤ رکھتی تھیں۔

قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین کی دنیوی اور دینی تعلیم کا خصوصی انتظام فرمایا تھا۔ اس کی تفصیلات، کورس اور اساتذہ کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں خواتین کی دینی اور دنیوی تعلیم کا خصوصی انتظام کروایا تھا۔ میں اس میں شامل تھی اس میں لڑکیوں کے سکول کا نام "مدرسۃ الخواتین" رکھا گیا تھا اس میں گئی۔ پڑھنے والی خواتین میں حضرت آپا سارہ بیگم، مکرمہ اُستانی میمونہ صوفیہ، اُستانی مکرمہ ہاجرہ بیگم اہلیہ مکرم فتح محمد سیال، مکرمہ استانی مریم بیگم اہلیہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ، محمدی بیگم ہمشیرہ اُستانی مریم، مکرمہ مسعودہ بیگم بدوملہی، مکرمہ صاحبزادی امۃ السلام بیگم، مکرمہ مہر النسا، اہلیہ حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ، لڑکیوں میں سے امۃ العزیز بنت عبد الرحیم بھٹی، مبارکہ بیگم بنت نیّر، آمنہ بیگم بنت فتح محمد سیال، آمنہ بیگم بنت بھائی محمود اور خاکسارہ۔ مدرسۃ الخواتین میں پڑھانے والے اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جو قرآن مجید اور تاریخ پڑھاتے تھے۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ عربی، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ عربی ادب، اس کے علاوہ باقی اساتذہ کے نام یاد نہیں رہے۔ مدرسۃ الخواتین کلاس بند ہو کر کچھ عرصے بعد مولوی کلاس شروع کروائی گئی جن میں چند پڑھنے والیاں تھیں۔ صاحبزادی امۃ السلام بیگم بنت حضرت مرزا بشیر احمدؓ بھی ہمارے ساتھ شامل تھیں اور وہ اس امتحان میں پنجاب میں فرسٹ آئی تھیں"

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم کو حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ، حضرت امی جان (امّ ناصر حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم حرم حضرت مصلح موعودؓ) اور حضرت ممانی جان (حضرت سیدہ صالحہ بیگم حرم میر محمد اسحاقؓ) کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل رہا۔ ان بزرگ خواتین کے بارے میں آپ نے بتایا کہ۔

''حضرت اماں جان کی عادت تھی کہ صبح کی نماز و تلاوت اور ناشتہ کرنے کے بعد سیر کو نکل جاتیں۔ بعض واقف اور غریب خواتین کے گھروں میں جا کر سوٹی سے دروازہ کھٹکھٹاتی۔ جواب ملنے پر اندر تشریف لے جاتیں۔ حالات معلوم کرنے پر مشکلات اور پریشانیاں دُور کرنے کی کوشش کرتیں۔ گھر میں زیادہ وقت تسبیح و تحمید میں گزرتا یا نمازوں میں کبھی دن میں ایک دوبار باورچی خانے میں جا کر کھانے کی نگرانی کرتیں۔ کبھی خود بھی پکا لیتیں۔ ہم لڑکیوں سے اصلاحی ناولیں سنتیں جس سے ہماری اُردو کی اصلاح کرتیں مثلاً گودڑی کے لعل۔

حضرت امی جان بڑی صابرہ و شاکرہ تھیں۔ تہجد گزار نمازوں کو قائم کرنے والی قرآن مجید کی تلاوت کا شغف رکھتی تھیں۔ کئی مستورات کو انہوں نے قرآن مجید باترجمہ ختم کروایا۔ حضرت ممانی جان جن کا ذکر میں پہلے کر چکی ہوں وہ اپنے نام کے مطابق صالحہ بزرگ تھیں''۔

آپ کو سلائی و دستکاری میں خاص ملکہ حاصل ہے۔ آپ کی ہنر مندی کی بدولت لجنہ کے شعبہ دستکاری نے خاص ترقی کی۔ آپ اس سلسلے میں سلیقے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ۔ سلائیو دستکاری میں مجھے خاص ملکہ حاصل تو نہیں مگر یہ ہے کہ سلائی و دستکاری کا شوق رہا ہے۔ شادی سے پہلے کلیوں والے کپڑے اور فراکس بھی خود سیتی تھیں۔ امیّ جان میرے سامنے لٹھے کے تھان رکھ دیا کرتی تھیں کہ اپنے بھائیوں کے پاجامے کاٹو اور سیو۔ اس سے ایک تو میرا ہاتھ صاف ہو گیا تھا۔ دوسرے سلائی کرنے سے پیسوں کی بچت ہوتی تھی۔

سلیقے کی کئی قسمیں ہیں مثلاً سلائی کا سلیقہ، کھانا پکانے کا سلیقہ جس طرح کھانا پکانے کے لئے سبزی کاٹی جائے تو کدّو اور شلجم کے چھلکے بھی کھانا پکانے کے کام آتے ہیں۔ اسی طرح پیاز کو

سلیقے سے کاٹا جائے، اسی طرح سلائی کے سلیقے میں کترنوں کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیں دو مہینوں کے اندر 8 ہزار روئی کی صدری تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس میں سب سے پہلا مرحلہ کٹائی کا تھا کیونکہ تھانوں کے تھان کٹ رہے تھے اس لئے بچا ہوا کپڑا کٹائی سے نکلا ہوا تقریباً من ڈیڑھ من ہو گیا تھا۔ میں نے کام کرنے والیوں سے کہا کہ جو اس کترنوں سے کام لے سکتی ہیں وہ ان کو لے جاسکتی ہیں پھر مجھے بتائیں کہ انہوں نے اس سے کیا کام لیا ہے۔ انہوں نے بڑی کترنوں کو جوڑ کر بڑی چادریں بنائیں بعض نے لحاف بنوائے۔ بعض نے روئی شامل کر کے دریاں بنوائیں۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا اور احمدیت کی ترقی کے لئے مطالبات رکھے تو ان مطالبات کے نتیجے میں قادیان کے احمدی گھرانوں میں جو معاشرتی تبدیلیاں آپ نے دیکھیں مثلاً سادہ لباس، سادہ رہن سہن وغیرہ اس کے متعلق بتاتے ہوئے فرماتی ہیں کہ۔

”لباس فوراً سادہ کر دیا گیا۔ گوٹا کناری وغیرہ بند ہو گیا سوائے پرانے گوٹا کناری وغیرہ والے کپڑے جو ہوتے وہ پہنے جاتے تھے لیکن نئے کپڑے گوٹا کناری والے نہیں بنتے تھے۔ لیکن گھر سادہ اور صاف ہوتے تھے۔ صفائی میں کچھ خرچ نہ ہوتا تھا بلکہ صفائی گھر والے کے سلیقے کا اظہار کرتی تھی“۔

قادیان کے ماحول میں شادی کی سادہ رسوم کے بارے میں فرمایا۔ میں نے اپنے گھروں میں شادیاں دیکھیں اُن میں رسم نہ دیکھی۔ سادہ ہی شادی ہوتی تھی۔ رونقیں وغیرہ نہیں ہوتی تھی جن میں خرچ ہو مثلاً کھانا یا چائے وغیرہ کا خاص اہتمام ہو۔ ہاں بچی کو تیار کر کے دُلہن ضرور بنایا جاتا۔ بارات خاموشی سے دُعا پڑھتے ہوئے آتی اور دُلہن کو لے کر رخصت ہو جاتی۔ آپ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ نے اپنی وصیت کے متعلق بیان کرتے نیز خواتین کے لئے وصیّت کے فوائد کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا۔

”میں نے غالباً خدا کے فضل سے 12 سال کی عمر میں وصیّت کی ہے۔ حضرت ابا جان 10 روپے جیب خرچ دیتے تھے جس میں سے ایک روپیہ نکل جاتا تھا۔ کچھ زمین دے دی تھی اس کی بھی

وصیّت دیتی تھی۔ وصیّت کرنے کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور یہ خواہش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں‘‘

آپ کے دور صدارت میں لجنہ نے بہت ترقی کی۔ آپ نے لجنہ کے کام میں بہت وقت دیا۔ اس کے ساتھ گھر کی ذمہ داری بھی باحسن ادا کرتی تھیں۔

اس توازن کے متعلق بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

لجنہ کے کام میں وقت تو دیا مگر گھر کا کام بھی اسی طرح کیا جس طرح گھر کی مالکہ کا فرض ہے۔ گھر کے کاموں میں کچھ نہ کچھ وقت تو خرچ ہوتا ہے مگر میں نے لجنہ کے کاموں کو متاثر نہ ہونے دیا۔ میری عادت ہمیشہ سے رہی کہ رات سونے سے پہلے اگلے دن کی کھانے کی پرچی لکھنا اور دن کے کاموں کے پروگرام بنالیتی تھی۔ کبھی اس معمول میں فرق آجاتا لیکن عمومی طور پر یہ عادت تھی اس سے کام کا بوجھ ہلکا ہو جاتا اور سوچنے کے لئے وقت دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔

(النساء کینیڈا۔ مئی تا اگست 2011ء)

(روزنامہ الفضل 5مارچ 2012ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 21 فروری 2020ء)

﴾12﴿

مصلح موعودؓ کا ایک کارنامہ

اخبار الفضل کا اجرا

''سوانح فضل عمر جلد اوّل'' کا اقتباس آج اس شمارے کے اداریے کے طور پر دیا جارہا ہے جو اس شمارے کی خوبصورتی میں چار چاند لگانے کے مترادف ہے۔ (ایڈیٹر)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامہ الفضل کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تحریر فرمایا۔

تشحیذ اگرچہ جماعت کی علمی ضروریات کو بہت حد تک بڑی عمدگی سے پوری کر رہا تھا، لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے بجاطور پر یہ ضرورت محسوس کی کہ جب تک سلسلہ کا ایک باقاعدہ اخبار جاری نہ ہو صحیح معنوں میں مرکز اور جماعت کے مابین رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس شدید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے جون 1913ء میں الفضل اخبار کا اجراء فرمایا۔ یہ اخبار آج تک جماعت احمدیہ کا مرکزی روزنامہ چلا آرہا ہے۔ اس بارہ میں ''اعلانِ فضل'' کے عنوان کے تحت آپ نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپ نے اس فلسفہ پر روشنی ڈالی کہ بعض چھوٹے چھوٹے امور کس طرح بڑے ہو جاتے ہیں اور ایک چھوٹے سے بیج سے کس طرح بڑے بڑے عظیم القامت درخت بن جاتے ہیں۔ فرمایا: یہی مثال روحانی سلسلوں کی ہے گذشتہ الٰہی سلسلوں کی طرح جماعت احمدیہ کی ضروریات بھی بڑھتی چلی جاری ہیں۔ پھر فرمایا:

''اس لئے بموجب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح توکلاً علی اللہ اس اخبار کو شائع کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ہمارا کام کوشش ہے۔ برکت اور اتمام خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ لیکن چونکہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کی مدد کا یقین ہے۔ بے شک ہماری جماعت غریب ہے لیکن ہمارا خدا غریب نہیں ہے اور اس نے ہمیں غریب دل نہیں دیئے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ

جماعت اس طرف پوری توجہ کرے گی۔ اور اپنی بے نظیر ہمت اور استقلال سے کام لے کر، جو وہ اب تک ہر ایک کام میں دکھاتی رہی ہے اس کام کو بھی پورا کرنے کی کوشش کرے گی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تحریر کو صرف ارادوں اور خواہشوں تک ہی نہ رہنے دے۔ اور سلسلہ کی ضروریات کے پورا کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائے۔"

("بدر" قادیان 5 جون 1913ء صفحہ 17)

ان علمی خدمات کے پیچھے قربانی اور ایثار، شوق اور جذب کے جو جذبات کارفرما تھے، ان کا کچھ اندازہ ان ذاتی قربانیوں سے ہو سکتا ہے جو آپ نے اور آپ کے اہل بیت نے ان اخبارات و رسائل کے سلسلہ میں پیش کیں۔ اس ضمن میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی بعض بعد کی تحریرات کے چند اقتباس ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوں گے۔

"مجھے اس وقت ساٹھ روپے ملتے تھے جن میں سے دس روپے ماہوار تو تشحیذ پر خرچ کرتا تھا۔ دو بچے تھے بیوی تھی اور گو کوئی خاص ضرورت تو نہ تھی مگر خاندانی طور طریق کے مطابق ایک کھانا پکانے والی اور ایک خادمہ بچوں کے رکھنے اور اوپر کے کام میں مدد دینے کیلئے میری بیوی نے رکھی ہوئی تھی۔ سفر اور بیماری وغیرہ کے اخراجات بھی اس میں سے تھے۔ پھر مجھے کتابوں کا شوق بچپن سے ہے چنانچہ اس گزارہ سے اپنی علمی ترقی کے لئے اور مطالعہ کے لئے کتابیں بھی خریدتا رہتا تھا اور کافی ذخیرہ میں نے جمع کر لیا تھا۔"

(الفضل 28 دسمبر 1939ء)

"بدر اپنی مصلحتوں کی وجہ سے ہمارے لئے بند تھا۔ الحکم اول تو ٹمٹماتے چراغ کی طرح کبھی کبھار نکلتا تھا اور جب نکلتا بھی تھا تو اپنے جلال کی وجہ سے لوگوں کی طبیعتوں پر جو اس وقت بہت نازک ہو چکی تھیں، بہت گراں گزرتا تھا۔ ریویو ایک بالا ہستی تھی جس کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں بے مال و زر تھا۔ جان حاضر تھی۔ مگر جو چیز میرے پاس نہ تھی وہ کہاں سے لاتا۔ اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ ان کی سستی کو جھاڑے۔ ان کی محبت کو ابھارے، ان کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس

کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش۔ نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ امید بَر آنے کی صورت ہوئی... خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے زیادہ مذموم تھا، اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم سلّمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔“

یہ زیور حضرت صاحبزادہ صاحب نے خود لاہور جا کر پونے پانچ سو روپے میں فروخت کئے۔ یہ تھا ”الفضل“ کا ابتدائی سرمایہ۔

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 238)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿13﴾

آرہی اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے

(حنیف محمود کے قلم سے)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ ابراہیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت فرمائی۔ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ(ابراہیم:6) کہ اے موسیٰ! تو اپنی قوم کو اللہ کے انعام اور اس کے عذاب یاد دلا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آیت کے اس حصّے کا ترجمہ یوں فرمایا ہے کہ انہیں اللہ کے دن یاد کرا۔

ویسے تو اس ہدایت پر ہم میں سے ہر ایک کو عمل کر کے اپنے سابقہ دور کو یاد کر کے شکر بجا لاتے ہوئے اپنے قدموں کو آگے بڑھانا چاہیئے لیکن آج جماعت احمدیہ میں آنے والے اہم تاریخوں کے حوالے سے کچھ ضبط تحریر میں لانا ہے اور وہ ہے 20 فروری کے حوالے سے ''پیشگوئی مصلح موعود''۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آخری زمانہ کے مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آئے آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مبارک ناموں سے پکارا۔ جس کا اظہار آپ خود اپنے ایک منظوم کلام میں یوں فرماتے ہیں۔

؎ میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے دیگر بچوں بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام کا قصّہ سورۃ یوسف میں بہت کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ جس میں حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے گمشدہ بیٹے (حضرت یوسفؑ) جو ہونہار، فرمانبردار تھے۔ کی تلاش میں دعائیں کرتے۔ اللہ کے حضور جھکتے اور اس کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو سنا اور اللہ تعالیٰ نے باپ بیٹے (حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہما السلام) کا آپس میں ملاپ کروادیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یعقوب قرار دیا اور آپ کو بھی اپنے موعود بیٹے کا شدّت سے انتظار تھا۔ جب مخالفین احمدیت خصوصاً لیکھرام نے اس پیشگوئی کی شدّت سے مخالفت کی اور کہا کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔

(بحوالہ کلیات آریہ مسافر حصہ سوئم صفحہ 496-498)

اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے وعدوعید پر اس حد تک یقین تھا کہ آپ نے فرمایا:

اب تو آ رہی ہے خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

آنحضور ﷺ نے مسیح موعود علیہ السلام کے لئے فرمایا تھا کہ

ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له

(مشکوۃ مجتبائی صفحہ 480)

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ”آئینہ کمالات اسلام“ میں اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا فرمائے گا جو اپنے باپ کی نظیر ہو گا۔ اور ہر ایک امر میں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہو گا“

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578)

اسی طرح آنحضور ﷺ کی پیشگوئی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں

”یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا“

(حقیقۃ الوحی صفحہ 312)

چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اذنِ الٰہی سے پیشگوئی کے مطابق 20 فروری کو ایک اشتہار کے ذریعہ لڑکے کی پیدائش کی خبر دی۔ یہ اشتہار سبز رنگ کے کاغذات پر شائع ہوا۔

چنانچہ 12 جنوری 1889ء کو حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی ولادت با سعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جو ہستی باری تعالیٰ۔ سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے 18 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے۔“

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ نے لاہور میں 28 جنوری 1944ء کو تقریر کرتے ہوئے پیشگوئی مصلح موعود کا خود کو مصداق قرار دیتے ہوئے فرمایا:

”پانچ اور چھ جنوری 1944ء کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ میں وہی مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا۔ اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔ میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا“

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج بھی دنیا بھر میں جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلانات اور اسلام احمدیت کے پیغامات پہنچ رہے ہیں ان کا سہرا حضرت مصلح موعودؓ کے ہی سر ہے کیونکہ اس کا آغاز کرنے والے تو آپ حضرت مصلح موعودؓ ہی تھے۔

میں نے خود سیرالیون مغربی افریقہ میں احمدیوں کے دلوں میں حضرت مصلح موعودؓ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری دیکھی ہے۔ آپ کا نام آتے ہی افریقن احمدیوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اس انسان نے ہمیں انسانیت سکھلائی اور حقیقی مسلمان بنایا۔ حالانکہ ان افریقن نے آپ کا چہرہ تک نہیں دیکھا۔

پس ضرورت آج اس بات کی ہے کہ آپ کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو چھوٹا مصلح موعود بن کر آپ کے لگائے ہوئے پودے کو مزید سرسبز وشاداب بنانے کے لئے محنت کرنی ہوگی۔ اور اللہ کی بڑائی ثابت کرنے اور اسلام واحمدیت کی سچائی اور قرآن کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کو ان راستوں پر استوار کرنا ہوگا جن کے نقوش حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارے لئے وا کیے ہیں۔

اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿14﴾

ایک مقدس عہد

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمدؓ کا ایفائے عہد

(حنیف محمود کے قلم سے)

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ خلافت سے قبل اپنی معرکہ آرا کتاب سوانح فضل عمرؓ جلد اول کے صفحہ 177 تا 179 میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدفین کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب (مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ ناقل) صبر و عزم کا پیکر بنے ہوئے نہایت وقار کے ساتھ اپنے خالی گھر واپس تشریف لائے۔ وہ گھر جو اپنے پیارے باپ اور مقدس امام کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔ جس میں نہ تو امامت ورثہ کے طور پر پیچھے چھوڑی گئی تھی نہ ہی دنیا کے مال و اسباب اور نعمتوں کے سامان۔ لیکن جیسا کہ آپ کی بزرگ والدہ نے اپنے سب بچوں کو جمع کر کے وصیت فرمائی۔ حقیقت میں یہ گھر خالی نہ تھا آپ نے فرمایا۔

”بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے۔ جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔“

(الفضل 19 جنوری 1962ء)

پس اس دن کے بعد کی تاریخ اسی بھاری خزانے کی تقسیم کی تاریخ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی صورت میں اس نوجوان پر خصوصیت کے ساتھ اور باقی بہن بھائیوں پر بالعموم حسب مراتب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدرِ معلوم کے مطابق نازل ہوتا رہا۔

صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور اس سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ جو اپنے مرحوم آقا سے جدائی کے بعد اس کی دعاؤں کے سائے تلے آپ کو تن تنہا طے

کرنا تھا۔ یہ سفر ایک مخصوص منزل کی جانب اور ایک معین قبلہ کی طرف تھا۔ جس کی تعیین خود حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے مرحوم باپ کی نعش مبارک کے سرہانے کھڑے ہو کر کی تھی۔ یہ ایک مقدس عہد تھا۔ جو آپ نے اپنے رب سے کیا اور پھر تازندگی پوری وفا اور عزم اور ہمت کے ساتھ اس پر قائم رہے۔ اپنی زندگی کے ان عہد آفریں لمحات کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری لمحے تھے اور آپ کے ارد گرد مرد ہی مرد تھے۔ مستورات وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔ چارپائی کے تینوں طرف مرد کھڑے تھے میں وہاں جگہ بنا کر آپ کے سرہانے کی طرف چلا گیا یا شاید وہاں نسبتاً کم آدمی ہوں۔

میں وہاں کھڑا ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی آنکھ کھولتے ادھر ادھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے ان کی پتلیاں ادھر ادھر مڑتیں اور پھر تھک کر اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے۔ کئی دفعہ آپ نے اسی طرح کیا۔ آخر آپ نے زور لگا کر کیونکہ آخری وقت طاقت نہیں رہتی اپنی آنکھ کو کھولا اور نگاہ کو چکر دیتے ہوئے سرہانے کی طرف دیکھا۔ نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ آخری سانس لیا اور وفات پا گئے۔ اس وقت میں نے سمجھا کہ آپ کی نظر مجھ ہی کو تلاش کر رہی تھی اور میں نے اپنے ذہن میں سمجھا کہ میں جو دعائیں کر رہا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرما دی کہ میں آخری وقت میں آپ کی آنکھوں کو دیکھ سکوں۔

آپ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہو گا۔ انسان، انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا وجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب......اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہو گا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت 19 سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا! میں تجھ کو حاضر

ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے تونے نازل فرمایا ہے میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔ انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں سستی کی بھی، چستی کی بھی، علم کی بھی، جہالت کی بھی، اطاعت کی بھی، غفلت کی بھی۔ مگر آج تک میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چستی کی گھڑی تھی۔ ایسی علم کی گھڑی تھی۔ ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا یقیناً وہ اسے جنون اور پاگل پن سمجھتی مگر میں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا تھا کہ میں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں۔ انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔"

(الفضل 21 جون 1944ء)

آپ کی تربیت میں آپ کی بزرگ والدہ کا حصہ

یہ مضمون ادھورا رہے گا اگر یہ ذکر نہ کیا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تربیت کے ساتھ ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب کی بزرگ والدہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا کی تربیت کا بھی آپ کے کردار کی تشکیل پر نہایت گہرا اثر پڑا۔ بہت کم ہوتے ہیں وہ خوش نصیب بچے جن کے والدین دونوں ہی اعلیٰ مربیانہ اوصاف سے متصف ہوں۔ مزید براں دونوں کی تربیت کے دھارے ایک ہی سمت میں بہتے ہوں اور دونوں کے مزاج میں تضاد کی بجائے ہم آہنگی پائی جائے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کے شاندار مستقبل کے بارے میں جو پیشگوئی کی گئی تھی اس کی عملی تصویر بنانے کے لئے جو مختلف اسباب کارفرما تھے ان میں یہ بھی ایک اہم سبب

تھا۔ باقی تمام امور بچے کی تربیت کے لئے خواہ کیسے ہی مؤید کیوں نہ ہوں اگر صرف یہی رخنہ پڑ جائے کہ ماں باپ کا انداز تربیت ایک دوسرے کی ضد یا مزاج اور مطمع نظر مخالف ہوں تو صرف یہ ایک سبب ہی بچے کی تربیت میں گہرے گھاؤ ڈال دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر غیر معمولی احسان تھا کہ ماں بھی آپ کو وہ نصیب ہوئی جو شرافت اور نجابت اور فن تربیت میں ایک بلند شان رکھتی تھی اور آپ کا مطمع نظر بھی وہی تھا جو حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام کا تھا۔

آپ کی والدہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا جو راقم الحروف کی دادی تھیں اور چوبیس سال تک مجھے بھی آپ کا زمانہ پانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ بڑے سادہ اور مؤثر الفاظ میں نصیحت فرمایا کرتی تھیں۔ بناوٹ اور تصنع کے کوچے سے ناآشنا صدق و صفا کی مظہر تھیں۔ آپ کی ہر بات محبت بھری سچائی سے مطہر تھی۔ سوائے غصے کے میں نے آپ کی کسی بات میں کبھی ادنیٰ سا تکلف کا شائبہ تک نہ دیکھا۔ دل کی چونکہ بے حد نرم تھیں غصہ بہت کم اور وہ بھی برائے نام ہی آتا تھا لہذا کبھی بچوں کے ساتھ کسی حرکت پر اظہار ناراضگی مقصود ہو تو زبردستی غصہ ظاہر فرمایا کرتیں اور ہم بعد میں ہنسا کرتے کہ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کو غصہ وغیرہ تو کوئی نہیں ہے۔ محض ہماری تنبیہ کی خاطر اظہار کر رہی ہیں۔ اس ظاہری غصے کے بعد جس کا کوئی دکھ ہم بچوں کو نہیں پہنچتا تھا خود ہی پریشان ہو جاتی تھیں اور بچے کی دل جوئی کی کوشش فرماتیں۔ ہم بچے تو آپ کے پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں کی حیثیت سے کبھی کبھی آپ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ہاں وہ اولاد بڑی خوش قسمت تھی جسے مسلسل آپ کا فیضان حاصل رہا۔ میرے والد حضرت مرزا محمود احمد صاحب کے بچپن کے زمانے میں آپ کا کیا اندازِ تربیت تھا اس کے متعلق بہترین بیان آپ کی اولاد ہی میں سے کسی کا ہو سکتا ہے لہذا اپنی بڑی پھوپھی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ایک مضمون میں سے متعلقہ اقتباس پیش خدمت ہے۔

آپ فرماتی ہیں ”بچے پر ہمیشہ اور بہت پختہ اعتبار ظاہر کر کے اس کو والدین کے اعتبار کی شرم اور لاج ڈال دینا یہ آپ کا بڑا اصول تربیت ہے۔ جھوٹ سے نفرت اور غیرت و غنا آپ کا اول

سبق ہوتا تھا۔ ہم لوگوں سے بھی آپ ہمیشہ یہی فرماتی رہیں کہ بچے میں یہ عادت ڈالو کہ وہ کہنا مان لے پھر بے شک بچپن کی شرارت بھی آئے تو کوئی ڈر نہیں۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا ہمیشہ فرماتی تھیں کہ میرے بچے جھوٹ نہیں بولتے اور یہی اعتبار تھا جو ہم کو جھوٹ سے بچاتا بلکہ متنفر کرتا تھا......اور مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس سے حضرت والدہ صاحبہ کی بے حد محبت و قدر کرنے کی وجہ سے آپ کی قدر میرے دل میں اور بھی بڑھا کرتی تھی۔ بچوں کی تربیت کے متعلق ایک اصول آپ یہ بھی بیان فرمایا کرتی تھیں کہ پہلے بچے کی تربیت پر اپنا پورا زور لگاؤ۔ دوسرے ان کا نمونہ دیکھ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔"

(سیرت ام المؤمنینؓ مصنفہ محمود احمد عرفانیؓ حصہ اول صفحہ 394)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴿15﴾

قرآن کریم اور حضرت مصلح موعودؓ

(ندیم احمد فرخ)

حضرت مسیح موعودؑ نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا اور ایک پیش گوئی جو کہ بلاشبہ خوشخبری تھی سنائی کہ خدا تعالیٰ مجھے ایک بیٹا عطا فرمائے گا جس کی 52 صفات ہوں گی آپؑ نے ''فرزند موعود'' کی ان صفات اور اس پیش گوئی کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''تا اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم ہو گا اور علومِ ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 95)

حضرت مصلح موعودؓ کی علم قرآن میں مہارت اور عشق و محبت کا احوال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

تعلیم القرآن

حضرت مصلح موعودؓ کی تعلیم القرآن کی ابتداء 1895ء میں ہوئی حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوری کو یہ سعادت حاصل ہوئی انہوں نے آپ کو قرآن کریم سادہ پڑھایا۔

7 جون 1897ء کا دن حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن آپؓ نے قرآن کریم کا پہلا دور مکمل فرمایا تھا اور اس دن کی جماعت کی تاریخ میں بھی ایک خاص اہمیت ہے وہ یہ کہ اسی روز حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے اس بیٹے کی بڑی دعاؤں کے ماحول میں تقریبِ آمین کا اہتمام فرمایا تھا چنانچہ اس مبارک موقعہ پر آپ نے ایک نظم بعنوان ''آمین'' جس

میں اپنی تمام مبشر اولاد کے لئے عموماً اور سیّدنا مصلح موعودؓ کے لئے خصوصاً دردِ دل کے ساتھ دعائیں کی ہیں۔ آپؑ اپنی اس نظم میں فرماتے ہیں۔

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنایں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَن یَّرَانِی
ہے آج ختم قرآن نکلے ہیں دل کے ارماں
تو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیوں کر ہو شکر رحماں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَن یَّرَانِی
لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرہ
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَن یَّرَانِی

(درثمین)

آپؓ کا علمِ قرآن

حضرت مصلح موعودؓ کے علم القرآن کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1906ء میں آپ نے پہلی پبلک تقریر کی۔ یہ پُر معارف تقریر جو آپؓ نے صرف 17 برس کی عمر میں فرمائی تھی ردِ شرک میں تھی اور ”چشمہ توحید“ کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ اس تقریر کے دوسرے حصہ میں آپؓ نے سورہ لقمان کے دوسرے رکوع کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

"اب میں خود اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلی اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے سمجھائی ہیں۔"

(سیّدنا مصلح موعودؓ نمبر جون، جولائی 2008)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد ہونے والے جلسہ میں آپ نے تقریر فرمائی جب تقریر ختم ہو گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا۔

"میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لئے بھی نئی تھی۔"

(روزنامہ الفضل 5 نومبر 1938ء)

آپؓ کی بیان فرمودہ تفاسیر ہمارے لئے بیش بہا خزانہ ہیں کیونکہ یہ تفاسیر آپ کو خدا نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے سکھلائی ہیں۔ 1907ء میں آپؓ کو ایک فرشتہ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر سکھلائی آپؓ اس رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں۔

"یہ رؤیا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دِل اور دماغ میں قرآنی علوم کا خزانہ رکھ دیا ہے"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 571)

آپؓ اپنے دروس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"ہمارے ایک استاد تھے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں درس دیتا تو وہ باقاعدہ میرے درس میں شامل ہوتے تھے لیکن اس کے مقابلہ میں میرے ایک اور استاد تھے جب کبھی وہ درس دے رہے ہوتے تو پہلے صاحب مسجد میں آکر انہیں درس دیتے ہوئے دیکھتے تو چلے جاتے اور کہتے کہ اس کی باتیں کیا سننی ہیں۔ یہ تو سنی ہوئی ہیں۔ مگر میرے درس میں باوجود اس کے کہ میں ان کا شاگرد تھا بوجہ اس کے کہ مجھ پر حسن ظن رکھتے تھے ضرور شامل ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس کے درس میں اس لئے شامل ہوتا ہوں کہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے بعض نئے مطالب مجھے

معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ بعض لوگوں پر چھوٹی عمر میں ہی ایسے علوم کھول دئے جاتے ہیں جو دوسروں کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے۔"

(روزنامہ الفضل 26 ستمبر 1941ء)

عشقِ قرآن

آپؓ کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کی آیات پر غور و خوض کرنے کا تو گویا عشق تھا چنانچہ آپؓ اپنے عشقِ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہم نے قرآن کے صرف لفظوں کو نہیں دیکھا بلکہ ہم خود اس کی محبت کی آگ میں داخل ہوئے۔ اور وہ ہمارے وجود میں داخل ہو گئی۔ ہمارے دلوں نے اس کی گرمی کو محسوس کیا اور لذت حاصل کی۔ ہماری حالت اس شخص کی نہیں جو دیکھتا ہے کہ بادشاہ باغ کے اندر گیا ہے اور وہ باہر کھڑا اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کب بادشاہ باہر نکلے تو میں اس کی دست بوسی کروں بلکہ ہم نے خود بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور باغ کے اندر داخل ہوئے اور روش روش پھرے اور پھول پھول دیکھا..... خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ علوم عطاء فرمائے ہیں کہ جن کی روشنی میں ہم نے دیکھ لیا کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور محمد ﷺ ایک زندہ رسول ہے۔"

(الفضل 16 اپریل 1924)

پھر آپؓ اپنی شہرہ آفاق تقریر "سیر روحانی" میں یوں فرماتے ہیں۔

"پس اے دوستو! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان خزانے سے آپ کو مطلع کرتا ہوں۔ دنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ دنیا کی تمام تحقیقاتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور دنیا کی تمام سائنس اس کے مقابلہ میں اتنی حقیقت بھی نہیں رکھتی جتنی سورج کے مقابلہ میں ایک کرم شب تاب حقیقت رکھتا ہے۔ دنیا کے علوم قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ قرآن ایک زندہ خدا کا زندہ کلام ہے اور وہ غیر محدود معارف و حقائق کا حامل ہے۔ یہ قرآن جیسے پہلے لوگوں کے لئے کھلا تھا اسی طرح آج ہمارے لئے کھلا ہے...... آج جب کہ دنیا کے علوم میں ترقی ہو رہی ہے یہ پھر بھی کھلا ہے بلکہ جس طرح دنیوی علوم میں زیادتی ہو رہی ہے اسی طرح قرآنی معارف

بھی آج کل نئے سے نئے نکل رہے ہیں...... ہمیشہ ہی جو حضرت مسیح موعودؑ نے تقسیم کیے یہ وہی خزائن ہیں جو آج ہم تقسیم کر رہے ہیں دنیا اگر حملہ کرتی ہے تو پروا نہیں، وہ دشمنی کرتی ہے تو سو بار کرے، وہ عداوت و عناد کا مظاہرہ کرتی ہے تو لاکھ بار کرے۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ تم بے شک ہمارے سینوں میں خنجر مارے جاؤ۔ اگر ہم مر گئے تو یہ کہتے ہوئے مریں گے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے مارے گئے اور اگر جیت گئے تو یہ کہتے ہوئے جیتیں گے کہ ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا دنیا میں بلند کر دیا۔"

(سیر روحانی صفحہ 95,96)

ایک اور موقعہ پر فرمایا۔

"میں نے تو آج تک نہ کوئی ایسی کتاب دیکھی نہ مجھے ایسا آدمی ملا جس نے مجھے کوئی ایسی بات بتائی جو قرآن کریم کی تعلیم سے بڑھ کر ہو یا قرآن کریم کی کسی غلطی کو ظاہر کر رہی ہو یا کم از کم قرآنِ کریم کے برابر ہی ہو۔ محمد ﷺ جس کے سامنے تمام علوم ہیچ ہیں۔

چودہویں صدی ترقی کے لحاظ سے ایک ممتاز صدی ہے۔ اس میں بڑے بڑے علوم نکلے۔ بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں بڑے بڑے سائنس کے عُقدے حل ہوئے۔ مگر یہ تمام علوم محمد ﷺ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے"

(الفضل 30 جون 1939)

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعودؓ آپؓ کے عشقِ قرآن کے متعلق بیان کرتی ہیں۔

"قرآن کریم کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب بھی وقت ملا تلاوت کر لی یہ نہیں کہ دن میں ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا کہ ناشتے سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہے قرآن مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آگئے قرآن مجید رکھ دیا مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دنوں میں عموماً میں نے ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا زیادہ دن میں بھی لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ میں ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی

نہیں الٹا دوسرے سن دیکھا تو پھر وہی صفحہ میں نے کہا آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے مگر آپؓ پڑھ نہیں رہے تو فرماتے۔

''ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے کس طرح آگے چلوں''

ایک دفعہ یوں ہی خدا جانے مجھے کیا خیال آیا میں نے پوچھا آپ نے کبھی موٹر چلانی بھی سیکھی؟ کہنے لگے ہاں ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں ہاتھ سٹیرنگ پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں الجھا ہوا تھا موٹر کیسے چلاتا۔''

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

آپؓ کے عشقِ قرآن کا ذکر کرتے ہوئے محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد فرماتے ہیں۔

''ایک روز حضرت مصلح موعود گھر کے دالان مین ٹہل رہے تھے اور ہم بچے بھی گھر میں موجود تھے آپؓ نے ہمیں بلایا اور فرمانے لگے کہ قرآن ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ جیسے سمندر میں غوطہ خور غوطہ مارتا ہے تو جو بہت محنت کرتا ہے موتی نکال کر لے آتا ہے اور جو تھوڑی محنت کرتا ہے سیپی ہی نکال لاتا ہے۔ اس طرح تمہیں ابھی سے قرآن کریم پر غور و فکر کی عادت ڈالنی چاہیے اور موتی نہیں تو سیپی ہی نکال کر لے آؤ۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور کو قرآن سے کس قدر عشق تھا۔''

(ماہنامہ خالد فروری 1991 صفحہ 12)

تفاسیر قرآن

آپؓ نے اپنے خطبات میں اور اپنی تصانیف میں جابجا قرآنِ کریم کی پُر معارف تفسیر فرمائی ہے اس کے علاوہ آپؓ کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

تفسیرِ کبیر

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن کریم کی نہایت پر معاف تفسیر بیان فرمائی ہے یہ تفسیر ''تفسیر کبیر'' کے نام سے 10 جلدوں پر مشتمل ہے گو پورے قرآن کی تفسیر تو مکمل نہیں ہو سکی

مگر تیار ہونے والی یہ 10 جلدیں علم و معرفت کا عظیم خزانہ ہیں۔ آپؓ نے یہ تفسیر 1940ء تا 1962ء یعنی 23 سال کے عرصہ میں مکمل فرمائی تفسیرِ کبیر کی پہلی جلد 1940ء میں شائع ہوئی اس پُر معارف تفسیر میں آپؓ نے ہر آیت کا اگلی آیت سے ربط بیان فرمایا ہے۔ ہر آیت کی مفصل حلِ لغت۔ اور خدا تعالیٰ، قرآن، اسلام اور بانی اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے مفصل و مدلل دندان شکن جوابات دیئے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ ایک بے مثل تفسیر ہے۔

تفسیرِ صغیر

یہ بھی آپؓ کا ایک بے مثل علمی شاہکار ہے۔ تفسیرِ صغیر پہلی بار 1957ء میں شائع ہوئی قرآن کریم کا نہایت ہی پیارا ترجمہ ہے اور جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں نہایت ہی مختصر اور جامع تفسیر بھی شامل ہے اس کا ترجمہ قرآنی محاورہ کو مدِ نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

دیباچہ تفسیر القرآن

یہ دیباچہ آپؓ نے نہایت قلیل وقت میں لکھوایا تھا۔ آپؓ نے اس میں اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دئے ہیں اور ضرورتِ قرآن کے مضموں پر نہایت ہی پیارے رنگ میں بحث فرمائی ہے اور بانی اسلام حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے واقعات پیدائش سے لے کر وصال تک نہایت ہی پیارے انداز میں بیان فرمائے ہیں۔

تفاسیر کی تصنیف میں انہماک

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتی ہیں۔

”اسی طرح قرآن کریم سے جو آپؓ کو عشق تھا اور جس طرح آپؓ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپؓ کے متعلق پیشگوئی ہے کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیرِ کبیر لکھی نہ آرام کا خیال تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا، بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیرِ

صغیر تو لکھی ہی آپؓ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔ طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی ڈاکٹر کہتے تھے کہ آرام کریں، فکر نہ کریں، زیادہ محنت نہ کریں لیکن آپؓ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی یعقوب صاحب مرحوم کو لکھواتے رہے۔ آخری سورتین لکھوا رہے تھے غالباً انتیسواں پارہ تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے بہت تیز بخار ہو گیا میرا دِل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دنوں سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہاتھوں ہی یہ مقدس کام ختم ہو۔ مَیں بخار میں مجبور تھی ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اتر جائے گا دو دن آپ بھی آرام کر لیں۔ آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا کہ میں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار۔ تمہارے بخار اُترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آجائے تو؟ سارہ دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے وقت تفسیرِ صغیر کا کام ختم ہو گیا۔"

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

علمِ قرآن میں تمام دنیا کو چیلنج

آپؓ ایک موعود وجود تھے اس لئے آپؓ نے بارہا تمام دنیا کے اپنے اپنے علوم کے ماہرین کو مقابلہ کی دعوت دی کہ قرآن پر اعتراض کریں آپ کے اعتراض کا جواب آپ کو قرآن سے ہی دوں گا اور علماء کو دعوت دی کہ میرے مقابلہ میں تفسیر لکھیں مگر کسی میں اتنی ہمت پیدا نہ ہوئی۔ چنانچہ آپؓ 1914ء میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے یوں گویاں ہوئے۔

"صرف یہی نہیں کہ مسیح موعودؑ میں ہی یہ بات تھی بلکہ آپؑ آگے بھی یہ بات دے گئے ہیں۔ اور آپؑ کے طفیل مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی عمل کا جاننے والا ہو اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جا چاہے اعتراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قرآن کریم سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ

معارفِ قرآن میرے مقابلہ میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مأمور نہیں ہوں مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا اور اگر کسی نے منظور کرنے کا اعلان بھی کیا تو بے معنی شرائط سے مشروط کر کے ٹال دیا مثلاً بند کمرہ ہو۔ کوئی کتاب پاس نہ ہو مگر اتنا نہیں سوچتے کہ اگر خیال ہے کہ میں پہلی کتب اور تفاسیر سے معارف نقل کر لوں گا تو وہی کتب تمہارے پاس بھی ہوں گی۔ تم بھی ایسا کر سکتے ہو۔ پھر اگر میں دوسری کتب سے نقل کر دوں گا تو اپنے ہاتھ سے اپنی ناکامی ثابت کر دوں گا۔ کیوں کہ میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ نئے معارف بیان کروں گا۔ لیکن جب مقابلہ کے وقت جب پرانی تفاسیر سے نقل کروں گا تو خود ہی میرے لئے شرمندگی اور ندامت کا موجب ہو گا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب بہانے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو سامنے آنے کی جرأت ہی نہیں۔"

(الفضل 24۔ اپریل 1943ء)

پھر آپ نے 1936ء میں فرمایا:

"قرآن کریم کو وہ عظمت حاصل ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کی کتاب بھی کسی اہمیت کی حامل ہے تو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی تورات کا پیرو ہے تو میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی انجیل کا پیرو ہے تو میرے سامنے آئے۔ اور قرآن کریم کا کوئی استعارہ میرے سامنے رکھ دے جس کو میں بھی استعارہ سمجھوں۔ پھر میں اس کا حل قرآن کریم سے ہی نہ کر دوں تو وہ بے شک مجھے اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھے۔ لیکن اگر پیش کر دوں تو اسے ماننا پڑے گا کہ واقعہ میں قرآن کریم کے سوا دنیا کی کوئی کتاب اس خصوصیت کی حامل نہیں۔"

(فضائل القرآن، انوار العلوم جلد نمبر 14 صفحہ 408)

1944ء میں آپؓ نے دنیا کو پھر للکارا اور مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطاء فرمایا ہے۔ اور اس نے میرے اندر ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اسی طرح مجھے قرآنِ کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی

افضلیت اس پر ظاہر نہ کر سکوں۔ یہ لاہور شہر ہے یہاں یونیورسٹی موجود ہے۔ اور کئی کالج کھلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے علوم کے ماہر یہاں پائے جاتے ہیں میں ان سب سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی سائنسدان میرے سامنے آجائے وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کا رد ہو گیا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اللہ کے کلام سے ہی اس کا جواب دوں گا۔ اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کا رد کر کے دکھادوں گا۔"

(الفضل 18 فروری 1958ء)

پھر ایک اور موقع پر آپؓ نے ببانگِ دُہل یہ اعلان فرمایا۔

"میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعوی کرتا ہو کہ خدا تعالی کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا تعالیٰ نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے قرآن سکھانے کے لئے مجھے استاد مقرر کیا ہے۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 647)

آپؓ کا علمِ قرآن غیروں کی نظر میں

آپؓ کے علم القرآن کے صرف اپنے ہی قائل نہیں ہیں بلکہ غیر بھی رطب اللّسان نظر آتے ہیں بلاشبہ یہ تمام تأثرات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ وہ وجود جس کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اس کا آنے کا ایک یہ مقصد ہے کہ

"تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو"

وہ موعود وجود آپؓ ہی ہیں۔

مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر اخبار ''زمیندار'' نے 13 مارچ 1936ء کو امرتسر کی مسجد ''خیر الدین'' میں خطاب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کے مخالفین اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود صاحب کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے تم میں سے کوئی قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے۔ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا تم خود کچھ نہیں جانتے۔ تم لوگ کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے۔ میں حق بات کہنے سے باز نہیں آ سکتا''

(ایک خوفناک سازش مصنفہ مظہر علی اظہر صفحہ 196)

علامہ نیاز فتح پوری جو کہ مشہور اہلِ قلم، محقق، ادیب اور ماہنامہ نگار کے مدیر تھے انہوں نے جب تفسیرِ کبیر کا مطالعہ کیا تو حضرت مصلح موعودؓ کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

''تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ ٔفکر آپ نے پیدا کیا ہے۔ اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے۔ جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کے تبحر علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال، اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا کل سورہ ہود میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے۔''

(الفضل 17 نومبر 1963)

اسی طرح سیّد جعفر حسین بی اے۔ ایل ایل بی حیدرآباد دکن نے تفسیرِ کبیر کے مطالعہ کا بیان یوں فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں۔

”میں نے تفسیرِ کبیر کا مطالعہ شروع کیا۔ تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور نظر آیا اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔

(الفضل 23 جون 1962ء)

مدیر ”صدق جدید“ مولانا عبدالماجد دریا آبادی جو کہ خود بھی مشہور مفسرِ قرآن تھے نے حضرت مصلح موعودؓ کے وصال پر لکھا۔

”قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوشش انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح تبیّن و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔“

(صدقِ جدید 18 نومبر 1965ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیش گوئی مصلح موعودؑ کا ادراک عطا فرمائے اور حضرت مصلح موعودؓ کے علمِ قرآن سے فائدہ اٹھانے اور اسے پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿16﴾

تعلیم القرآن کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی شاندار تحریکات

(عبد السمیع خان)

قرآن کریم پڑھنے، عمل کرنے، غور کرنے، حفظ کرنے، عربی سیکھنے اور تراجم قرآن کی باثمر سکیمیں

مصلح موعود کا ایک اہم فرض اور علامت یہ تھی کہ اس کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہو گا۔ اس لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے خلافت اولیٰ میں ہی تعلیم القرآن کا مقدس کام شروع کر دیا تھا۔ آپ نے درس القرآن کا آغاز فرمایا اور سکولوں اور کالجوں کی تعطیلات کے دوران تربیتی کلاسز کا اجراء کیا۔ خلافت ثانیہ میں حضور نے علم قرآن کے دریا بہائے۔ معارف لٹائے جو تفسیر کبیر اور دوسری متعدد کتب سے چھلک رہے ہیں۔ قرآن سیکھنے اور سکھانے کے نظام کو آپ نے منظم بنیادوں پر قائم کرتے ہوئے متعدد تحریکات جاری فرمائیں۔

تعلیم کتاب و حکمت

حضورؓ نے اپنے عہد کی پہلی مجلس شوریٰ 12/اپریل 1914ء میں سورۃ البقرہ آیت 130 کی روشنی میں اپنی خلافت کا لائحہ عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کے جانشین ہونے کی وجہ سے خلیفہ کا ایک بہت اہم کام تعلیم کتاب و حکمت ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ قرآن شریف کتاب موجود ہے اس لئے اس کی تعلیم میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا۔ قرآن مجید کا سمجھانا آجائے گا۔ کتاب تو لکھی ہوئی موجود ہے اس لئے کام یہ ہو گا کہ ایسے مدارس ہوں جہاں قرآن مجید کی تعلیم ہو۔ پھر اس کے سمجھانے کے لئے ایسے مدارس ہوں جہاں قرآن مجید کا ترجمہ سکھایا جائے اور وہ علوم پڑھائے جائیں جو اس کے خادم ہوں۔ ایسی صورت میں دینی مدارس کا اجراء اور ان کی تکمیل کا کام ہو گا۔ دوسرا کام اس لفظ کے ماتحت قرآن شریف پر

عمل کرانا ہو گا کیونکہ تعلیم دو قسم کی ہوتی ہے ایک کسی کتاب کا پڑھا دینا اور دوسرے اس پر عمل کروانا۔ الحکمۃ۔ تعلیم الحکمۃ کے لئے تجاویز اور تدابیر ہوں گی کیونکہ اس فرض کے نیچے احکام شرائع کے اسرار سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 31)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی وصیت میں اپنے جانشین کے لئے فرمایا متقی ہو، ہر دلعزیز ہو، قرآن و حدیث کا درس جاری رہے عالم با عمل ہو۔ اس میں یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کی طرف اشارہ اس حکم میں ہے کہ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے کیونکہ الکتٰب کے معنے قرآن شریف ہیں اور الحکمۃ کے معنے بعض ائمہ نے حدیث کے کئے ہیں۔ اس طرح یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے معنے ہوئے قرآن و حدیث سکھائے۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 33)

اصل مقصود

حضورؓ نے تمام جماعتی نظام کا اصل مقصود بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔ ہمارا اصل پروگرام تو وہی ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہو، مجلس انصار اللہ ہو، خدام الاحمدیہ ہو، نیشنل لیگ ہو، غرضیکہ ہماری کوئی انجمن ہو، اس کا پروگرام قرآن کریم ہی ہے اور جب ہر ایک احمدی یہی سمجھتا ہے کہ قرآن کریم میں سب ہدایات دے دی گئی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مضر نہیں تو اس کے سوا اور کوئی پروگرام ہو ہی کیا سکتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اصل پروگرام تو وہی ہے اس میں سے حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق بعض چیزوں پر زور دے دیا جاتا ہے۔ لیکن جب روزے رکھے جارہے ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ حج منسوخ ہو گیا بلکہ چونکہ وہ دن روزوں کے ہوتے ہیں اس لئے روزے رکھے جاتے ہیں۔ جب ہم کوئی پروگرام تجویز کرتے ہیں تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ اس وقت یہ امراض پیدا ہو گئے ہیں اور ان کے لئے یہ قرآنی نسخہ ہم استعمال کرتے ہیں

اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ سارا پروگرام سامنے ہو اور اس میں سے حالات کے مطابق باتیں لے لی جائیں۔ لیکن اگر سارا پروگرام سامنے نہ ہو تو اس کا ایک نقص یہ ہو گا کہ صرف چند باتوں کو دین سمجھ لیا جائے گا۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 103)

حضورؓ نے 21 نومبر 1947ء کو خاص طور پر اس موضوع پر خطبہ جمعہ دیا کہ اگر ہماری جماعت قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو سارے مصائب آپ ہی آپ ختم ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا:

"سلسلہ الٰہیہ کو سلسلہ الٰہیہ سمجھنا اور اس کی تعلیم پر عمل نہ کرنا بالکل لغو اور فضول ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات عذاب الٰہی کو بھڑکانے کا موجب بن جاتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے کا اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو۔ ... ابھی تک جماعت کے بعض لوگ اس سلسلے کو محض ایک سوسائٹی کی طرح سمجھتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ بیعت کرنے کے بعد اگر چندہ دے دیا تو اتنا ہی ان کے لئے کافی ہے... حالانکہ ... جب تک ہم اپنے ساتھیوں اور اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو قرآن کریم کے پڑھانے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک ہمارا قدم اس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس مقام تک پہنچنے کے نتیجہ میں انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوا کرتی ہیں"

(الفضل 9 دسمبر 1947ء صفحہ 5-6)

آپؓ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں بھی طلباء سے یہی کہتا ہوں کہ وہ خود غور کرنے کی عادت ڈالیں اور جو باتیں میں نے بیان کی ہیں ان کے متعلق سوچیں پھر دوسرے لوگوں میں بھی انہیں پھیلانے کی کوشش کریں۔ یاد رکھو صرف کتابیں پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ ان میں جو کمی تمہیں نظر آتی ہے اسے دور کرنا بھی تمہارا فرض ہے مثلاً تفسیر کبیر کو ہی لے لو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کا بہت کچھ علم دیا ہے لیکن کئی باتیں ایسی بھی ہوں گی جن کا ذکر میری تفسیر میں نہیں آیا۔ اس لئے

اگر تمہیں کوئی بات تفسیر میں نظر نہ آئے تو تم خود اس بارہ میں غور کرو اور سمجھ لو کہ شاید اس کا ذکر کرنا مجھے یاد نہ رہا ہو اور اس وجہ سے میں نے نہ لکھی ہو یا ممکن ہے وہ میرے ذہن میں ہی نہ آئی ہو اور اس وجہ سے وہ رہ گئی ہو۔ بہرحال اگر تمہیں اس میں کوئی کمی دکھائی دے تو تمہارا فرض ہے کہ تم خود قرآن کریم کی آیات پر غور کرو اور ان اعتراضات کو دور کرو۔ جو ان پر وارد ہونے والے ہیں"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 750)

کلاسز اور درس کی تحریک

آپؓ نے ذیلی تنظیموں کو بار بار تعلیم القرآن کلاسز لگانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ 1945ء میں مجلس خدام الاحمدیہ اور نظارت تعلیم و تربیت کے اشتراک سے پہلی تعلیم القرآن کلاس شروع کی گئی جو ایک ماہ جاری رہی اور 86 نمائندگان نے شرکت کی۔ (الفضل 8 ستمبر 1945ء) خلافت ثانیہ میں ہی نظارت اصلاح و ارشاد کے تحت تعلیم القرآن کلاس کا 1964ء میں آغاز ہوا جو کامیابی سے مسلسل جاری ہے۔ بعد میں خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام سالانہ تربیتی کلاس کا آغاز ہوا جس میں اب ایک ہزار کے قریب طلباء حصہ لیتے ہیں۔ حضور نے 27 دسمبر 1927ء کو جلسہ سالانہ پر خطاب میں فرمایا:۔

قرآن کریم پڑھنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ درس جاری کیا جائے۔ بہت سی ٹھوکریں لوگوں کو اس لئے لگتی ہیں کہ وہ قرآن کریم پر تدبر نہیں کرتے۔ پس ضروری ہے کہ ہر جگہ قرآن کریم کا درس جاری کیا جائے اگر روزانہ درس میں لوگ شامل نہ ہو سکیں تو ہفتہ میں تین دن سہی اگر تین دن بھی نہ آسکیں تو دو دن ہی سہی۔ اگر دو دن بھی نہ آسکیں تو ایک ہی دن سہی مگر درس ضرور جاری ہونا چاہئے تا کہ قرآن کریم کی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو۔ اس کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں امیر مقرر ہیں وہاں وہ درس دیں۔ اگر کسی جگہ کا امیر درس نہیں دے سکتا تو وہ مجھ سے اس بات کی منظوری لے کہ میں درس نہیں دے سکتا۔ درس دینے کے لئے فلاں آدمی مقرر کیا جائے۔... تمام امراء کو جنوری کے مہینہ کے اندر اندر مجھے اطلاع دینی چاہئے کہ درس کے متعلق انہوں نے کیا فیصلہ کیا ہے اور درس روزانہ ہوگا یا دوسرے دن یا ہفتہ میں دو بار یا ایک بار۔

میں سمجھتا ہوں درس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت راسخ ہو جائے گی اور بہت سے فتن کا آپ ہی آپ ازالہ ہو جائے گا۔

(تقریر دلپذیر۔ انوار العلوم جلد 10 صفحہ 92)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی حضورؓ کے ارشاد پر وسط مارچ 1928ء میں ناظر تعلیم و تربیت کی حیثیت سے عہدیداران جماعت کو مزید توجہ دلائی کہ جہاں جہاں ابھی تک سلسلہ درس شروع نہیں ہوا اس کی طرف فوراً توجہ دیں۔ نیز گھروں میں بھی درس جاری کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے احباب کو چاہئے کہ علاوہ مقامی درس کے اپنے گھروں میں بھی قرآن شریف اور حدیث اور کتب حضرت مسیح موعود کا درس جاری کریں اور یہ درس خاندان کے بزرگ کی طرف سے دیا جانا چاہئے۔ اس کے لئے بہترین وقت صبح کی نماز کے بعد کا ہے لیکن اگر وہ مناسب نہ ہو تو جس وقت بھی مناسب سمجھا جائے اس کا انتظام کیا جائے۔ اس درس کے موقعہ پر گھر کے سب لوگ، مرد، عورتیں لڑکے، لڑکیاں بلکہ گھر کی خدمت گاریں بھی شریک ہوں اور بالکل عام فہم سادہ طریق پر دیا جائے اور درس کا وقت پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہ ہو، تاکہ طبائع میں ملال نہ پیدا ہو۔ اگر ممکن ہو تو کتاب کے پڑھنے کے لئے گھر کے بچوں اور ان کی ماں یا دوسری بڑی مستورات کو باری باری مقرر کیا جائے اور اس کی تشریح یا ترجمہ وغیرہ گھر کے بزرگ کی طرف سے ہو میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس قسم کے خانگی درس ہماری جماعت کے گھروں میں جاری ہو جائیں تو علاوہ علمی ترقی کے یہ سلسلہ اخلاق اور روحانیت کی اصلاح کے لئے بھی بہت مفید و بابرکت ہو سکتا ہے"

(الفضل 16 مارچ 1928ء صفحہ 2)

حضورؓ نے خطبہ جمعہ 26 جنوری 1934ء بمقام لاہور فرمایا:۔

میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرآن کو اخلاص سے پڑھیں ہر جماعت کو چاہئے کہ درس جاری کرے ... بہت سے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی خود نہیں سمجھ سکتے اس لئے ابتداءً انہیں سہارے کی ضرورت ہوتی ہے جو درس سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یا اگر مسجد، ہوسٹل یا جو دوست

دور دور رہتے ہیں وہ محلہ وار جمع ہو کر درس کا انتظام کریں اور جن کے لئے محلہ وار جمع ہونا بھی مشکل ہو وہ گھر میں ہی درس دے لیا کریں تو جماعت میں تھوڑے ہی دنوں کے اندر علوم کے دریا بہہ جائیں۔ درس کے لئے بہترین طریق یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی تفاسیر کو مدنظر رکھا جائے۔ آپ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ تفسیر تو نہیں لکھی مگر تفسیر کے اصول ایسے بتا دیئے ہیں کہ قرآن کو ان کی مدد سے سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 33)

جدید زمانہ میں درس و تدریس کا اہم ذریعہ آن لائن کلاسیں ہیں۔ اور جماعت اس سے بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہے۔ یو کے میں قائم انٹرنیشنل تعلیم القرآن اکیڈمی میں 15 ممالک کے 464 طلباء قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں خدام، انصار لجنہ اور مربیان سمیت 145 اساتذہ ہیں اس میں ناظرہ اور باترجمہ قرآن پڑھایا جاتا ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 9 نومبر 2021ء صفحہ 2)

اسی طرح امریکہ میں بھی بہت منظم کام ہو رہا ہے

جہاد بالقرآن کی اہم تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جولائی 1928ء کے پہلے ہفتہ میں مسلمانان عالم کو اس طرف توجہ دلائی کہ ترقی و سربلندی کا اصل راز قرآن مجید کے سمجھنے اور اس پر کاربند ہونے میں مضمر ہے۔ چنانچہ حضورؓ نے 6 جولائی 1928ء کو خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:۔

”ہر مسلمان کو چاہئے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔ اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے عربی جاننے والوں پر قرآن کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں مگر یہ مشہور بات ہے کہ جو ساری چیز نہ حاصل کر سکے اسے تھوڑی نہیں چھوڑ دینی چاہئے۔ کیا ایک شخص جو جنگل میں بھوکا پڑا ہو، اسے ایک روٹی ملے تو اسے اس لئے چھوڑ دینی چاہئے کہ اس سے اس کی ساری بھوک دور نہ ہو گی۔ پس جتنا کوئی پڑھ سکتا ہو پڑھ لے اور اگر خود نہ پڑھ سکتا ہو تو محلہ میں جو قرآن جانتا ہو اس سے پڑھ لینا چاہئے۔ جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن

کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں گے، کامیاب نہ ہوں گے۔ کہا جاتا ہے دوسری قومیں جو قرآن کو نہیں مانتیں وہ ترقی کر رہی ہیں پھر مسلمان کیوں ترقی نہیں کر سکتے۔ بے شک عیسائی اور ہندو اور دوسری قومیں ترقی کر سکتی ہیں لیکن مسلمان قرآن کو چھوڑ کر ہر گز نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی اس بات پر ذرا بھی غور کرے تو اسے اس کی وجہ معلوم ہو سکتی ہے اگر یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور اگر یہ صحیح ہے کہ ہمیشہ دنیا کو ہدایت دینے کے لئے قائم رہے گی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اگر قرآن کو خدا کی کتاب ماننے والے بھی اس کو چھوڑ کر ترقی کر سکیں تو پھر کوئی قرآن کو نہ مانے گا پس قرآن کی طرف مسلمانوں کو توجہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ترقی کا انحصار قرآن کریم ہو"

(الفضل 13 جولائی 1928ء صفحہ 7 کالم 3)

حفظ قرآن کی تحریکات

تعلیم القرآن کی ہی ذیلی سکیم حفظ قرآن ہے۔ حضورؓ نے 7 دسمبر 1917ء کو وقف زندگی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

جو لوگ اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں وہ پہلے قرآن کریم حفظ کرائیں۔ کیونکہ مبلغ کے لئے حافظ قرآن ہونا نہایت مفید ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔ اگر بچوں کو قرآن حفظ کرانا چاہیں تو تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔ لیکن جب بچوں کو دین کے لئے وقف کرنا ہے تو کیوں نہ دین کے لئے جو مفید ترین چیز ہے وہ سکھالی جائے۔ جب قرآن کریم حفظ ہو جائے گا تو اور تعلیم بھی ہو سکے گی۔ میرا تو ابھی ایک بچہ پڑھنے کے قابل ہوا ہے اور میں نے تو اس کو قرآن شریف حفظ کرانا شروع کرا دیا ہے۔ ایسے بچوں کا تو جب انتظام ہو گا اس وقت ہو گا اور جو بڑی عمر کے ہیں وہ آہستہ آہستہ قرآن حفظ کر لیں گے۔

(الفضل 22 دسمبر 1917ء۔ خطبات محمود جلد 5 صفحہ 612)

اپریل، مئی 1922ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں حفظ قرآن کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کم از کم تیس آدمی قرآن کریم کا ایک ایک پارہ حفظ کریں جس پر کئی احباب نے لبیک کہا۔

(الفضل 4 مئی 1922ء صفحہ 1)

24 اپریل 1944ء کو دعویٰ مصلح موعود کے بعد حضورؓ نے پھر حفاظ پیدا کرنے کی تحریک فرمائی۔

(الفضل 26 جولائی 1944ء صفحہ 3-4)

حضرت مصلح موعودؓ نے 29 اپریل 1946ء کو تحریک فرمائی کہ قرآن کریم کا چرچا اور اس کی برکات کو عام کرنے کے لئے ہماری جماعت میں بکثرت حفاظ ہونے چاہئیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

''صدر انجمن احمدیہ کو چاہیے کہ چار پانچ حفاظ مقرر کرے جن کا کام یہ ہو کہ وہ مساجد میں نمازیں بھی پڑھایا کریں اور لوگوں کو قرآن کریم بھی پڑھائیں۔ اسی طرح جو قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتے ان کو ترجمہ پڑھا دیں اگر صبح و شام وہ محلوں میں قرآن پڑھاتے رہیں تو قرآن کریم کی تعلیم بھی عام ہو جائے گی اور یہاں مجلس میں بھی جب کوئی ضرورت پیش آئے گی ان سے کام لیا جاسکے گا۔ بہر حال قرآن کریم کا چرچا عام کرنے کے لئے ہمیں حفاظ کی سخت ضرورت ہے۔ انجمن کو چاہئے کہ وہ انہیں اتنا کافی گزارہ دے کہ جس سے وہ شریفانہ طور پر گزارہ کر سکیں۔ پہلے دو چار آدمی رکھ لئے جائیں پھر رفتہ رفتہ اس تعداد کو بڑھایا جائے''

(الفضل 26 اگست 1960ء صفحہ 4)

چنانچہ حضورؓ کی توجہ اور ہدایات کے تابع جماعت میں حفظ قرآن کی سکیم کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تاریخی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ 1920ء سے قبل قادیان میں حافظ کلاس کا آغاز ہو چکا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اسی کلاس سے قرآن حفظ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد یہ کلاس احمد نگر، پھر مسجد مبارک ربوہ اور جون 1969ء سے جامعہ احمدیہ کے کوارٹر اور کچھ دیر مسجد

حسن اقبال جامعہ احمدیہ میں جاری رہی۔ 1976ء میں باقاعدہ مدرسۃ الحفظ قائم کیا گیا۔ 2000ء میں مدرسۃ الحفظ کو موجودہ نئی عمارت میں منتقل کیا گیا۔

(الفضل 11 اپریل 2001ء)

مدرسۃ الحفظ سے سینکڑوں بچے اب تک قرآن حفظ کر چکے ہیں۔ اسی طرح بچیوں کے لئے عائشہ دینیات اکیڈمی قائم کی گئی ہے جس سے سینکڑوں بچیاں قرآن حفظ کر چکی ہیں۔ 2 ستمبر 2000ء کو برطانیہ میں مدرسہ حفظ قرآن عمل میں آیا جس میں ٹیلی فون اور جز وقتی کلاسوں کے ذریعہ بچوں کو قرآن حفظ کروایا جاتا ہے۔ اس کا نام الحافظون رکھا گیا ہے۔ یکم مارچ 2005ء کو گھانا میں جامعہ احمدیہ کے ساتھ مدرسۃ الحفظ کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے اب تک 71 بچے قرآن حفظ کر چکے ہیں اور 26 حفظ کر رہے ہیں

(الفضل انٹرنیشنل 29 اکتوبر 2021ء)

اسی طرح کئی اور ملکوں میں بھی حفظ کا انتظام ہے یعنی امریکہ، کینیڈا، نائیجیریا، بینن، سیرالیون وغیرہ

عربی سیکھنے کی تحریک

قرآن سیکھنے کے لئے عربی جاننا اول قدم ہے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عربی زبان کی ترویج کی طرف خاص توجہ فرمائی اور 19 جون 1944ء کو خطبہ جمعہ کے علاوہ مجلس عرفان میں فرمایا۔

”عربی زبان کا مردوں اور عورتوں میں شوق پیدا کرنے اور اس زبان میں لوگوں کے اندر گفتگو کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ...... ایک عربی بول چال کے متعلق رسالہ لکھیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی عربی کے بعض فقرے تجویز فرمائے تھے جن کو میں نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع کر دیا تھا۔ ان فقروں کو بھی اپنے سامنے رکھ لیا جائے اور تبرک کے طور پر ان فقرات کو بھی رسالہ میں شامل کر لیا جائے۔ درحقیقت وہ ایک طریق ہے جو حضرت مسیح موعود نے ہمارے سامنے پیش فرمایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس راستہ پر چلیں اور اپنی جماعت میں عربی

زبان کی ترویج کی کوشش کریں۔ میرے خیال میں اس میں اس قسم کے فقرات ہونے چاہئیں کہ جب ایک دوست دوسرے دوست سے ملتا ہے تو کیا کہتا ہے اور کس طرح آپس میں باتیں ہوتی ہیں۔ وہ باتیں تربیت کے ساتھ لکھی جائیں۔ پھر مثلاً انسان اپنے گھر جاتا ہے اور کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق اپنی ماں سے یا کسی ملازم سے گفتگو کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے کھانے کے لئے کیا پکا ہے یا کون سی ترکاری تیار ہے؟ اس طرح کی روزمرہ کی باتیں رسالہ کی صورت میں شائع کی جائیں۔ بعد میں محلوں میں اس رسالہ کو رائج کیا جائے۔ خصوصاً لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں اس کو شامل کیا جائے اور تحریک کی جائے کہ طلباء جب بھی ایک دوسرے سے گفتگو کریں عربی زبان میں کریں۔ اس طرح عربی بول چال کا عام رواج خدا تعالیٰ کے فضل سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں نے ایک مردہ زبان کو اپنی کوشش سے زندہ کر دیا ہے۔ عبرانی زبان دنیا میں کہیں بھی رائج نہیں۔ لیکن لاکھوں کروڑوں یہودی عبرانی زبان بولتے ہیں۔ اگر یہودی ایک مردہ زبان کو زندہ کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ عربی زبان جو ایک زندہ زبان ہے اس کا چرچا نہ ہو سکے۔ پہلے قادیان میں اس طریق کو رائج کیا جائے۔ پھر بیرونی جماعتوں میں یہ طریق جاری کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ چھوٹے چھوٹے آسان فقرے ہوں جو بچوں کو بھی یاد کرائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد لوگوں سے امید کی جائے گی کہ وہ اپنے گھروں میں بھی عربی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح قرآن کریم سے لوگوں کی دلچسپی بڑھ جائے گی اور اس کی آیات کی سمجھ بھی انہیں زیادہ آنے لگ جائے گی۔ اب تو میں نے دیکھا ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے جب یہ کہا جاتا ہے۔ ربنا اننا سمعنا ...... تو ناواقفیت کی وجہ سے بعض لوگ بلند آواز سے آمین کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آمین کہنے کا موقعہ نہیں ہوتا۔ یہ عربی زبان سے ناواقفیت کی علامت ہے۔ اگر عربی بول چال کا لوگوں میں رواج ہو جائے گا تو یہ معمولی باتیں لوگ خود بخود سمجھنے لگ جائیں گے اور انہیں نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

یہ رسالہ جب شائع ہو جائے تو خدام الاحمدیہ کے سپرد کر دیا جائے تا کہ اس کے تھوڑے تھوڑے حصوں کا وہ اپنے نظام کے ماتحت وقتاً فوقتاً نوجوانوں سے امتحان لیتے رہیں۔ یہ فقرات بہت سادہ زبان میں ہونے چاہئیں۔ مصری زبان میں انشاء الادب نام سے کئی رسالے اس قسم کے شائع ہو چکے ہیں مگر وہ زیادہ دقیق ہیں۔ معلوم نہیں ہمارے سکولوں میں انہیں کیوں جاری نہیں کیا گیا۔

(الفضل یکم جنوری 1945ء صفحہ 4 کالم 3-4)

تراجم قرآن کی تحریکات

قرآن کریم کے متعلق تحریکات کا ایک بہت اہم سلسلہ تراجم قرآن سے تعلق رکھتا ہے جس کے لئے حضور نے کئی دفعہ تحریکات فرمائیں۔ آپؓ نے یہ اعلان فرمایا:

”دنیا میں اس وقت تیرہ سو زبانیں بولی جاتی ہیں اور تیرہ سو زبانوں میں ہی قرآن کریم کا ترجمہ ہونا ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم تمام انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں جسے قرآن کریم مخاطب نہیں کرتا۔ پس دنیا کا کوئی فرد ایسا نہیں ہونا چاہئے جس کی زبان میں ہم اس کا ترجمہ نہ کر دیں۔ تا کہ کوئی فرد یہ نہ کہہ سکے کہ اے اللہ! تو نے مجھے فلاں زبان بولنے والے لوگوں میں پیدا کیا تھا اور قرآن کریم تو عربی زبان میں ہے پھر میں قرآن کریم کس سے سیکھتا؟“

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 641)

تراجم کا ایک خصوصی دور 1944ء میں شروع ہوا۔ جوں جوں دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کا وقت قریب آ رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی توجہ دنیا بھر میں دینی جنگ کے آغاز کی مختلف سکیموں پر بڑھتی جا رہی تھی۔ اس سلسلہ میں حضور نے 20 اکتوبر 1944ء کو دنیا کی سات مشہور زبانوں انگریزی، روسی، جرمن، فرانسیسی، اطالوی، ڈچ، ہسپانوی اور پرتگیزی زبان میں قرآن مجید کے تراجم کی عظیم الشان تحریک کی اور پھر اپنے عہد خلافت میں اس کی تکمیل کے لئے کامیاب جدوجہد فرمائی۔ اس اہم تحریک کو عملی جامہ پہنانے اور ضروری اخراجات مہیا کرنے کے لئے حضور نے شروع میں یہ اعلان فرمایا کہ ”اطالوی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا خرچ میں

ادا کروں گا'' یہ انتخاب خدا تعالیٰ کے القاء کے تحت تھا۔ چنانچہ فرمایا: ''خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ چونکہ پہلے مسیح کا خلیفہ کہلانے والا اٹلی میں رہتا ہے۔ اس مناسبت سے قرآن مجید کا جو ترجمہ اطالوی زبان میں شائع ہو وہ مسیح محمدی کے خلیفہ کی طرف سے ہونا چاہئے۔''

(الفضل 27 اکتوبر 1944ء صفحہ 4)

اس اعلان کے ساتھ ہی حضور نے جرمن ترجمہ کا خرچ ہندوستان کی لجنہ اماء اللہ کے ذمہ اور ایک ترجمہ قرآن کی رقم جماعت احمدیہ قادیان کے ذمہ ڈالی اور باقی چار تراجم قرآن کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ ان کے اخراجات چار شہروں کی جماعتیں یا افراد پیش کریں۔ تراجم قرآن مجید کے علاوہ غیر ملکی آٹھ زبانوں میں حضور نے اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا پروگرام بھی رکھا اور وہ یہ کہ:

1۔ اسلامی اصول کی فلاسفی، مسیح ہندوستان میں، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، رسول کریم ﷺ کی سوانح عمری، حضرت مسیح موعود کی سوانح عمری، رسول کریم ﷺ کے متعلق پیشگوئیاں، ترجمہ احادیث، پرانے اور نئے عہد نامہ کی روشنی میں توحید، نظام نو اور تین اور اہم مضامین پر مشتمل بارہ کتب کا سیٹ شائع کیا جائے۔

عربی ممالک کے لئے کتابوں کا الگ سیٹ تجویز ہونا چاہئے۔

2۔ عربی سمیت دنیا کی مشہور نو زبانوں میں چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اور اشتہار چھپوائے جائیں جو چار چار صفحے سے لے کر سولہ سولہ صفحے تک کے ہوں تا کہ کثرت کے ساتھ ان کی اشاعت ہو سکے اور ہر آدمی کے ہاتھ میں پہنچائے جا سکیں۔

(الفضل 27 اکتوبر 1944ء صفحہ 4-5)

خطبہ کے بعد چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور آپ کے چند اور رفقاء نے ایک ترجمہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا اب باقی صرف تین تراجم رہ گئے جو حضور نے پوری جماعت پر چھوڑ دیئے اور فرمایا: ''جو فرد اکیلا ایک ترجمہ کی رقم اٹھانا چاہے وہ اکیلا اٹھالے۔ جو چند دوستوں کے ساتھ مل کر یہ بوجھ اٹھانا چاہتا ہو وہ ایسا کر لے۔ جو جماعت مل کر ایک ترجمہ کی رقم دینا چاہے وہ جماعت اس کا وعدہ کر لے۔ جو صوبہ ایک ترجمہ کی رقم دینا چاہے وہ صوبہ اس کا وعدہ کر لے۔

(الفضل 27 اکتوبر 1944ء صفحہ 4)

اس تحریک کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز اور خارق عادت رنگ میں قبولیت بخشی اور تحریک کی اشاعت کے چھ دن کے اندر اندر تین کی بجائے پانچ تراجم کے وعدہ جات حضرت اقدس کے حضور پہنچ گئے۔ چنانچہ حضورؓ نے فرمایا:۔

"یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ ادھر بات منہ سے نکلتی ہے اور ادھر پوری ہو جاتی ہے۔ باوجود خطبہ کے دیر سے شائع ہونے کے 6 دن کے اندر سات زبانوں کے تراجم کے اخراجات کے وعدے آگئے۔ خطبہ کے باہر پہنچنے کے چند گھنٹے کے اندر اندر اختر صاحب نے دہلی سے بذریعہ تار اطلاع دی کہ ایک ترجمہ کے اخراجات وہ مع اپنے دوستوں کے دیں گے۔ ایک تار لاہور سے آیا۔ کلکتہ کی جماعت نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایک زبان کے ترجمہ کی اشاعت کے اخراجات وہ دے گی۔ ایک تار قصور سے ملک عبد الرحمن صاحب کا آیا تو 9 تراجم کے اخراجات کے وعدے آچکے ہیں۔ گویا جتنی زبانوں میں شائع کرنے کا ارادہ ہے ان سے دو کے زائد، زائد کے لئے چندہ تو نہیں لیا جائے گا مگر یہ خدا کا کتنا بڑا فضل اور انعام ہے کہ جماعت کے ایک تھوڑے سے حصہ نے نہایت قلیل عرصہ میں مطالبہ سے بھی بڑھ کر وعدے پیش کر دیئے۔ خاص کر قادیان کی غریب جماعت نے اس تحریک میں بہت بڑا حصہ لیا"

(الفضل 2 نومبر 1944ء صفحہ 2 کالم 3)

خدا تعالیٰ نے سیدنا المصلح الموعودؓ کو فدائیوں، شیدائیوں اور سرفروشوں کی بے مثال جماعت بخشی تھی۔ جس نے اس موقعہ پر روح مسابقت اور جذبہ اخلاص کے اس نمونہ پر قانع و مطمئن ہونا گوارا نہیں کیا بلکہ نو تراجم کے وعدوں کے بعد مزید درخواستوں کا تانتا بندھ گیا اور یہ نیا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ اب تراجم کی تقسیم کی صورت کیا ہو؟ چنانچہ سیدنا المصلح الموعودؓ نے 3 نومبر 1944ء کے خطبہ جمعہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے پچھلے خطبہ سے پہلے خطبہ میں (20 اکتوبر کو) قرآن مجید کے سات تراجم کے متعلق تحریک کی تھی۔ جہاں تک اس کی کامیابی کا سوال تھا مجھے اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ ہمیشہ یہ معاملہ رہا ہے کہ وہ جب کبھی میرے منہ سے

کوئی بات نکلواتا ہے تو اس کی کامیابی کے سامان بھی کر دیتا ہے۔ لیکن اس میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے کہ اس تحریک کے بعد جو درخواستیں آئی ہیں وہ ہمارے مطالبہ سے بہت زیادہ ہیں۔ ہمارا مطالبہ تھا سات تراجم کے اخراجات کا اور درخواستیں آئی ہیں بارہ تراجم کے اخراجات کے لئے اور ابھی بیرون جات سے چٹھیاں آرہی ہیں کہ وہ اس چندہ میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ جہاں تک وسیع علاقوں کا تعلق ہے اور جہاں جماعتیں پھیلی ہوئی ہیں وہ علاقے چونکہ سب کے مشورہ کے بغیر کوئی ذمہ واری نہیں اٹھا سکتے اس لئے ان درخواستوں میں وہ شامل نہیں کیونکہ وہ جلدی مشورہ کر کے اتنے وقت کے اندر اطلاع نہیں دے سکتی تھیں۔ یہ درخواستیں صرف ان جماعتوں کی طرف سے ہیں جو اپنی ذمہ داری پر اس بوجھ کو اٹھا سکتی تھیں یا افراد کی طرف سے ہیں... قادیان کی جماعت کے متعلق مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ ایک ترجمہ کی جگہ وہ دو کا خرچ اپنے ذمہ لے گی اور لجنہ کا بھی جس کا رنگ میں چندہ ہو رہا ہے اس رنگ میں دو کا بھی سوال نہیں۔ بلکہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا چندہ دو سے بھی بہت زیادہ ہو گا۔ کیونکہ اس وقت تک لجنہ قادیان کی طرف سے چھ ہزار تین سو کے وعدے آچکے ہیں اور ابھی ہزار بارہ سو روپیہ کے وعدوں کی اور امید ہے (خطبہ ختم کرتے وقت آٹھ ہزار سے زائد کے وعدے ہو چکے ہیں) گو میں نے سارے ہندوستان کی لجنہ کے ذمہ جو ایک ترجمہ کا خرچ لگایا تھا۔ اس سے زیادہ کے وعدے قادیان سے ہی ہو چکے ہیں اور ابھی باہر کی ساری لجنائیں باقی ہیں۔ اسی طرح قادیان کی جماعت کے علاوہ صدر انجمن کے کارکنوں نے بھی ایک ترجمہ کا خرچ اپنے ذمہ لیا ہے۔ کارکنوں کے علاوہ دوسروں کے چندہ کا وعدہ ایک ترجمہ سے زیادہ کا ہو چکا ہے اور ابھی ہو رہا ہے۔ اب ان جماعتوں یا افراد کی طرف سے جن کا حصہ نہیں لیا جا سکا، الحاح کی چٹھیاں آرہی ہیں اور وہ اصرار کے ساتھ لکھ رہی ہیں کہ ہمیں بھی اس چندہ میں حصہ لینے کا موقع دیجئے"

(الفضل 8 نومبر 1944ء)

حضورؓ کو مخلصین جماعت کی بیتابی دیکھ کر سات تراجم اور بارہ بارہ کتابوں کے مکمل سیٹ کی از سر نو تقسیم کا اعلان کرنا پڑا۔ جس کے مطابق ایک ایک ترجمہ قرآن اور ایک ایک کتاب کی اشاعت کا خرچ طوعی اور اختیاری رنگ میں مندرجہ ذیل سات حلقوں پر تقسیم کر دیا گیا۔

1۔لجنہ اماء اللہ ہندوستان۔2۔ جماعت قادیان 3۔جماعتہائے لاہور، امرت سر، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، فیروز پور۔ 4۔ جماعتہائے دہلی، بہار، یوپی، لدھیانہ، ضلع انبالہ، ریاست پٹیالہ۔ 5۔ کلکتہ۔ 6۔ حیدرآباد دکن، میسور، بمبئی، مدراس اور اس کے ساتھ ملحقہ ریاستیں۔ 7۔صوبہ سرحد وصوبہ سندھ۔(الفضل 8 نومبر 1944ص 1 کالم 1 تا 4)اس نئی تقسیم کے اعلان پر جماعت کے ان مخلصین کی طرف سے بھی جنہوں نے پورے ترجمہ کے اخراجات کی پیشکش کی تھی اور ان افراد اور جماعتوں کی طرف سے بھی جو اس چندہ میں شمولیت کا ارادہ رکھتی تھیں اور ان کو اس میں شامل ہونے سے محروم کر دیا گیا، اپنے آقا کے حضور التجاؤں اور درخواستوں کے پے در پے خطوط بھیجے گئے۔ جن میں حد درجہ اضطراب اور انتہائی گھبراہٹ کا اظہار کیا گیا کہ ہمیں اس ثواب میں شامل ہونے کا موقعہ نہیں دیا اور یہ امر ان کے لئے انتہائی کرب اور دکھ کا موجب ہے۔

(الفضل 14 نومبر 1944ء صفحہ 1)

حضورؓ کی خدمت میں جب اس نوعیت کے مسلسل اور پے در پے خطوط پہنچے تو حضورؓ نے 10 نومبر 1944ء کو مخلصین جماعت کی التجاؤں پر اپنی تجویز فرمودہ پہلی تقسیم بھی کالعدم قرار دے دی اور اس کی بجائے نئی تقسیم کا اعلان فرما دیا جس سے پوری جماعت کے لئے ثواب میں شریک ہونے کا موقعہ فراہم ہو گیا۔

(الفضل 14 نومبر 1944ء صفحہ 1)

حضورؓ نے تراجم کے لئے ایک لاکھ 94 ہزار روپیہ چندہ کی تحریک فرمائی اور احباب کو اس میں حصہ لینے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔ اور میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک میں ضرور حصہ لیں خواہ ایک دھیلہ ہی دے سکیں تا جہاں جہاں قرآن کریم کے یہ تراجم چھپ کر جائیں ثواب میں ان کا حصہ بھی ہو۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ایک کوڑی دے کر بھی آدمی حصہ لے سکتا ہے۔ اتنی رعایت کے باوجود بھی جو حصہ نہیں لیتا وہ اپنے آپ کو بہت بڑے انعام سے محروم رکھتا ہے۔ پس ہر دوست اس میں حصہ لے خواہ ایک پیسہ ایک دھیلہ دے کر ہی حصہ لے سکے۔ غرض یہ ہے کہ ہر شخص اس ثواب میں شامل ہو سکے۔

(انوارالعلوم جلد 17 صفحہ 493)

حضورؓ کے اندازہ کے مطابق ترجمہ اور چھپوائی کے لئے ایک لاکھ 94 ہزار روپیہ کی ضرورت تھی۔ جس کا آپ نے جماعت سے مطالبہ کیا۔ جماعت کی طرف سے 2 لاکھ 60 ہزار روپے کے وعدے ہوئے اور پھر ان کا اکثر حصہ وصول ہو گیا۔ اور دو سال کے عرصہ میں ساتوں زبانوں میں تراجم مکمل ہو گئے۔ انگریزی زبان میں ترجمہ پہلے ہو چکا تھا۔ حضورؓ فرماتے ہیں:۔ ”قرآن کے سات مختلف زبانوں میں جو تراجم ہو رہے تھے وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہو گئے ہیں اور ان کی ایک اور نقل بینک میں محفوظ کر لی گئی ہے۔ صرف اس بات کا انتظار ہے کہ ہمارے مبلغین ان زبانوں کو سیکھ کر ان پر نظر ثانی کر لیں۔ تا غلطی کا امکان نہ رہے۔“

(الفضل 28 دسمبر 1946ء)

ترجمہ قرآن کریم انگریزی کے پھیلاؤ کی تحریک

انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی خاطر جماعت کو تحریک کی کہ اس کی ایک ہزار کاپیاں دنیا کے مشہور علماء، سیاستدان، لیڈروں اور مملکتوں کے سربراہوں کو دی جائیں اور دنیا کی مشہور لائبریریوں میں رکھی جائیں۔ جماعت کے مخیر اور مخلص احباب ایک یا ایک سے زائد کاپیوں کی قیمت پیش کریں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

”جماعت کو ہمت کر دکھانی چاہئے اور ایک ہزار کتاب خرید کر سلسلہ کے سپرد کر دینی چاہئے تاکہ بڑے بڑے سیاستدانوں، لیڈروں، مذہبی لوگوں اور مستشرقین میں ان کتابوں کو تقسیم کیا جاسکے۔ اگر کتاب کی قیمت بیس روپے ہوئی تو کل بیس ہزار کی رقم بنتی ہے۔ اگر پچیس روپے ہوئی تو پچیس ہزار روپے کی رقم بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیس پچیس ہزار کی رقم جماعت کے لئے کوئی بڑا بوجھ نہیں بلکہ جس قسم کا یہ کام ہے اس کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے یہ رقم بہت ہی ادنیٰ ہے۔ کہتے ہیں جو بولے وہی کنڈا کھولے۔ اس لئے میں اپنی طرف سے ایک سو جلد خرید کر محلہ کو تقسیم کرنے کے لئے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ ایک سو جلدوں کی جو بھی قیمت ہو گی وہ میں دوں گا۔ باقی نو حصے جماعت کو پورے کرنے چاہئیں۔ لجنہ اماء اللہ نے دو سو جلدوں کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے صرف

سات سو جلدیں باقی جماعت کے ذمہ رہ جاتی ہیں۔ ممکن ہے بعض مخلصوں کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشے اور یہ حصے بھی لگ جائیں اور باقیوں کو افسوس کرنا پڑے اس لئے اس نیک کام میں حصہ لینے کے لئے دوستوں کو جلدی کرنی چاہئے‘‘

(الفضل 26 فروری 1947ء صفحہ 3 کالم 3)

جماعت کے احباب نے اپنے پیارے امام کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے اموال پیش کئے اور کلام اللہ کی اشاعت میں حصہ لیتے ہوئے ترجمہ کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر پیش کر دیں۔

الغرض حضرت مصلح موعودؓ کی ذات میں کلام اللہ کے مرتبہ کا شاندار ظہور ہوا اور تعلیم القرآن کی تحریکات نے جماعت کو بھی اس میں شامل کر دیا اور محبت اور خدمت قرآن کی ایک عظیم الشان لہر نے دنیا بھر میں اس کے گہرے اثرات مرتب کئے اللہ تعالیٰ اس محبت کو اور بھی بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

﴿17﴾

حضرت مصلح موعودؓ کا بے مثال عشق رسولؐ

(غلام مصباح بلوچ)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے 20 فروری 1886ء کو جب الٰہی بشارات کے مطابق بذریعہ اشتہار ایک موعود بیٹے کی پیشگوئی کا اعلان فرمایا تو اس کے ایک ماہ بعد ایک اور اشتہار محررہ 22 مارچ 1886ء میں یہ اعلان فرمایا کہ:

”یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واَولیٰ واکمل وافضل واتم ہے... اس جگہ بفضلہ تعالیٰ واحسانہٖ وببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی....“

یعنی جہاں یہ پیشگوئی (بابت مصلح موعود) خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کا باعث ہے وہاں اس پیشگوئی کا مصداق وہ موعود بیٹا بھی عشقِ محمدؐ سے سرشار ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کا علمبردار ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جہاں نو سال کی مقررہ میعاد میں اللہ تعالیٰ نے اس موعود بیٹے کو پیدا کر کے صداقتِ اسلام کے لئے مانگے گئے نشان کو پورا کیا وہاں اس موعود بیٹے کی فطرتی صفات میں علاوہ اور باتوں کے آقائے دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت و محبت بھی رکھ کر آپؐ کی صداقت و عظمت کو ظاہر کرنے والا منادی بنا دیا۔

پیشگوئی بابت مصلح موعودؓ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ فرمائی تھی کہ ”وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا“۔ حضرت مسیح موعودؑ کے حسن سیرت کی ایک

اہم اور شہ سرخی عشق رسولؐ بھی ہے اور الہام ''وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا'' کے مطابق یہی شہ سرخی موعود بیٹے کی سیرت کی فہرست میں بھی شامل ہونی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں، اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم، اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت مسیح موعودؑ کے واقعاتِ زندگی کے علاوہ نظم و نثر سے بھی عشق رسولؐ عیاں ہے اسی طرح حضرت مصلح موعود کی تحریرات، منظومات، خطبات و ملفوظات بھی محبت رسولؐ سے لبریز ہیں، آپؓ کے بعض نعتیہ اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

اے محمدؐ! اے حبیب کردگار
میں تِرا عاشق، تِرا دلدادہ ہوں
گو ہیں قالب دو مگر ہے جان ایک
کیوں نہ ہو ایسا کہ خادم زادہ ہوں

❁❁❁

مَیں آپ سے کہتا ہوں کہ اے حضرتِ لولاکؐ
ہوتے نہ اگر آپؐ تو بنتے نہ یہ افلاک
جو آپؐ کی خاطر ہے بنا آپؐ کی شے ہے
میرا تو نہیں کچھ بھی یہ ہیں آپ کے املاک

❁❁❁

محمدؐ میرے تن میں مثل جاں ہے
یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے

❁❁❁

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے
مرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے دل کا میرے وہ دیا ہے
مرا ہر ذرہ ہو قربانِ احمد
مرے دل کا یہی اِک مدعا ہے
اُسی کے عشق میں نکلے مری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اِک مزا ہے

❁❁❁

محمدؐ عربی کی ہو آل میں برکت
ہو اُس کے حسن میں برکت ، جمال میں برکت

❁❁❁

ہر احمدی اپنے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت اور عشق رکھتا ہے لیکن بعض وجودوں کا عشق رسولؐ جہاں حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن کی شرط کو احسن طور پر پورا کر رہا ہوتا ہے وہاں دوسرے لوگوں کے لیے بھی بطور مثال بن جاتا ہے اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھانے کے مزید طریق فراہم کرتا ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ بھی انہی خاص عاشقانِ رسولؐ میں سے ایک ہیں۔ آپؓ کی محبت رسولؐ، مطالعۂ حدیث اور اتباع سنت رسولؐ کے انداز اور تفہیم کے زاویے اس قدر منفرد، عمیق اور دلکش ہیں کہ بڑے بڑے عالمِ دین بھی اس کے سامنے طفل مکتب نظر آتے ہیں۔ آپ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کو اس انداز میں مطالعہ کرتے اور سوچتے کہ گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچ گئے ہوں اس طرح آپؓ کی قلبی کیفیت اور جذبات بھی اسی رنگ میں ڈھل جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں یتیمی کی حالت میں اپنے چچا حضرت ابو طالب کے گھر میں پرورش پانے کے دنوں کا تصور کر کے حضرت مصلح موعودؓ اپنے عشق رسولؐ کی وجہ سے مضطرب ہو جاتے ہیں۔ آپؓ بیان کرتے ہیں:

”میں تو جب بھی اس واقعہ کو پڑھتا ہوں میری طبیعت رقت کے جذبات کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتی ہے ... پس کبھی بھی اس واقعہ کو پڑھتے ہوئے میں بغیر اس کے کہ رقت مجھ پر غلبہ نہ پالے، آگے نہیں گزر سکتا۔“

جلسہ سالانہ 1961ء کے افتتاحی خطاب میں آپ نے فرمایا:

”میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اندوہناک سانحہ نہیں دیکھا مگر مجھے وہ دن بھی آج تک نہیں بھولا، آج تک آپؐ کی وفات کے حالات میں نے کبھی نہیں پڑھے کہ میری آنکھیں فرطِ جذبات سے پُرنم نہ ہوگئی ہوں اور مجھے اسی طرح درد و کرب محسوس نہ ہوا ہو جس طرح آپؐ کا زمانہ پانے والے مخلصین کو ہوا تھا۔ میں نے جب کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ پڑھا ہے کہ آپؓ نے جب پہلی مرتبہ چکی سے پسے ہوئے باریک آٹے کی روٹی کھائی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے آپؓ کے آنسو بہہ پڑے تو اس وقت میری آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگ جاتے ہیں....“

ایک اور جگہ آپؓ فرماتے ہیں:

”میں فخر نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت کے لحاظ سے ہمیشہ ہی آپؐ کی وفات کو اسی طرح محسوس کرتا ہوں کہ گویا میری زندگی میں ہی آپؐ زندہ تھے اور میری زندگی میں ہی آپؐ فوت ہوئے۔“

پھر فرماتے ہیں:

”میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرتا ہوں تو مجھے آپؐ کے اخلاق نہایت ہی پیارے لگتے ہیں کہ آپؐ کو اتنے بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہوئے کبھی حضرت خدیجہؓ نہ بھولیں....“

درود شریف کا ورد آپؓ کا معمول تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خاص حالات کے تصور میں ان قلبی کیفیات اور محبت کے جذبات کی وجہ سے آپؓ کے درود شریف پڑھنے کی کیفیت بھی والہانہ ہو جاتی ہے:

عشق رسولؐ کے باعث یہ ضروری تھا کہ آپؓ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے جانے والے الزامات و اعتراضات پر بھی غیرت کا اظہار کرتے۔ لہٰذا جب بھی کسی معترض نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر حملہ کرنے کی کوشش کی وہ اس عاشق رسولؐ سے مدلل جواب سن کر اور اپنے جھوٹے اعتراض کی قلعی کھلنے پر منہ کی کھائے بغیر نہ رہا۔ ایڈیٹر الحکم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی حضور کے ایک سفر ڈلہوزی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

5”جولائی 1918ء کو حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ایک نوجوان تعلیم یافتہ اور آزاد خیال عیسائی صاحب تشریف لائے ... ایک موقعہ پر سلسلہ گفتگو میں صاحب موصوف نے ایک ایسا شبہ پیدا کر دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت پر حملہ تھا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ آپؓ اس غیرت سے متحرک ہو کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپؓ رکھتے ہیں، باوجود آج طبیعت کے ناساز ہونے کے بڑے جوش کے ساتھ اس کا جواب دینے کے لئے طیار ہو گئے اور ایسا ساکت جواب دیا کہ صاحب موصوف کو اپنے شبہ پر نادم ہونا پڑا۔“

(الحکم 7 جولائی 1918ء صفحہ 4 کالم 1)

اسی طرح ایک اور موقع پر ایک شخص کے ساتھ بات کرنے سے قبل آپؓ نے اُسے پہلے ہی متنبہ فرمایا کہ میں ہر سوال کا جواب دوں گا لیکن اگر سوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر حملہ کیا گیا تو پھر اگر تم ایک اعتراض کرو گے میں بیس کروں گا۔ چنانچہ آپؓ اس گفتگو کا حال بتاتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میرے پاس ایک انگریز آیا اور اُس نے کہا میں آپ سے اسلام کے متعلق کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کوئی الزامی جواب نہ دیں۔ مَیں نے کہا اگر تم اسلام پر حملہ نہیں کرو گے تو میں بھی الزامی جواب نہیں دوں گا۔ لیکن جب باتیں شروع ہوئیں تو تھوڑی دیر کے بعد ہی اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ مَیں نے جواب میں اس کے پیشوا پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اِس سے اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کہنے لگا میں ان کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا۔ میں نے کہا...۔ اگر تم میں ان کیلئے غیرت ہے تو کیا میں ہی اتنا بے غیرت ہوں کہ مجھے (دین حق) اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت پر حملہ دیکھ کر غیرت نہ آئے۔

آپؓ دنیا کے سب سے بڑے عاشق رسولؐ کے فرزند تھے اور ہوش سنبھالتے ہی آپؓ نے اپنے عاشق رسولؐ باپ سے عشق رسولؐ کے اسباق سیکھے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آغاز سے ہی آپؓ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مطہر ذات لوگوں کے ناپاک حملوں کی زد میں ہے اور اس احساس کے ساتھ ہی آپؓ نے اپنے دل میں اس عظیم نبیؐ کی عصمت کا درد بھی پیدا کر لیا تھا۔ 1912ء میں ملک مصر کو روانگی کے وقت آپؓ نے اپنے ایک خط میں لکھا:

”یہاں سے جاتی دفعہ اپنے درد دل سے آگاہ کرتا جاؤں شاید کسی دل میں وہ آگ جو میرے دل میں ہے کچھ اثر پیدا کرے اور وہ دین کی کسمپرس حالت میں اس کی مدد کرے۔ کیسا افسوس اور کیسے غضب کی بات ہے کہ محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی جیسے انسان کی دنیا ہتک کر رہی ہے، قرآن شریف جیسی کتاب سے تمسخر کر رہی ہے اور لوگ خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ ہمارے دل کیوں مر گئے اور ہماری غیرتیں کہاں گئیں...۔“

(بدر 19 ستمبر 1912ء صفحہ 6 کالم 2)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہتک کے کرب والم پر آپؓ خاموش نہ رہے اور نہ ہی اس کا ازالہ آپؓ نے توڑ پھوڑ اور ہڑتالوں کی شکل میں کیا بلکہ ”حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا“ کے مصداق اس بیٹے نے ہتک آمیز مضامین کا جواب علمی مضامین کے ذریعہ دیا اور علمی دلائل کے ذریعہ ان مضمون نویسوں کی جہالت کو ظاہر کیا اور ہمیشہ کے لئے اس علمی خزانے کو محفوظ کر دیا اور یہ سلسلہ بھی جوانی سے ہی ہمیں نظر آتا ہے۔

ایک پادری صاحب W.A.Shedd نے رسالہ The Moslem World میں ایک مضمون بعنوان

“The Influence of a Mohammedan Environment on the Missionary”

لکھا جس میں آنحضرت ﷺ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا:

(ترجمہ): مذہب اسلام کے بانی کے سوانح کی پیچیدگی نتیجہ ہے ان متضاد قویٰ کا جو اس کے اخلاق حصہ ہیں...(نعوذ باللہ)

(The Moslem World Vol.1 No.3, January 1913 page 5)

حضرت مصلح موعودؓ نے اس خلاف حقیقت مضمون کا جواب رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو ماہ اپریل 1913ء میں بعنوان "کون سا مذہب متضاد خیالات کا جامع ہے اسلام یا مسیحیت" میں دیا جس کا ذکر رسالہ دی مسلم ورلڈ نے اپنے اگلے شماروں میں کیا۔

1920ء میں ایک آریہ پروفیسر نے (دین حق) پر اعتراضات کئے تو آپؓ نے ان کے اعتراضات کے تفصیلی جوابات دیئے جو... "اسلام پر پروفیسر رام دیو کے اعتراضات کے جوابات" کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 341)

ایک شخص مرزا احمد سلطان (لکھنوی) نے "ہفوات المومنین" نامی ایک کتاب لکھی جس میں کتب حدیث کی بعض روایات کو "دشمنان رسول و معاندان امہات المومنین کے تحائف" قرار دیا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا جواب دیا جو "حق الیقین" کے نام پر شائع شدہ ہے۔ آپؓ نے اس میں تحریر فرمایا: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس تصنیف کے اصل مخاطب اہل حدیث صاحبان ہیں اور اگر وہی مسلک ہم اختیار کرتے جو وہ لوگ ہمارے متعلق اختیار کیا کرتے ہیں تو شاید ہمارا طریق بھی یہ ہوتا کہ ہم اس جنگ کا لطف دیکھتے اور ایک دوسرے کی فضیحت اور تحقیر کو خاموشی سے ملاحظہ کرتے لیکن چونکہ ہمارا رویہ تقویٰ پر مبنی ہے اور اسلام کی محافظت اور اس کے خزائن کی نگرانی کا کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے اس لئے میری غیرت نے برداشت نہ کیا کہ یہ کتاب بلا جواب کے رہے اور اسلام کے چھپے دشمن اسلام کے ظاہری دشمنوں کے ساتھ مل کر اس کے اندر رخنہ اندازی کرنے کا کام بلا روک ٹوک کرتے چلے جائیں۔"

(حق الیقین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 282)

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ کتاب ”حق الیقین“ مرزا احمد سلطان جیسے بد اندیشوں کا جواب تو ہے ہی لیکن قارئین حدیث کے لئے بعض احادیث کی نہایت ہی لطیف اور منفرد شرح بھی ہے۔

ایک طرف تو غیرت رسولؐ میں آپؓ اس طرح مورچہ بند تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھے جانے والے مضامین وکتب کو علم و عقل کے اسلحہ سے تباہ کیے جاتے تھے دوسری طرف ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت میں آپؓ نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھنے کا ارادہ فرمایا اور اس تفسیر میں آپؓ نے اس غلطی کی بھی نشاندہی فرمائی جس سے کہ دشمن اسلام کو آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم پر حملہ کرنے کو موقع ملتا ہے چنانچہ گزشتہ تفاسیر کی موجودگی میں اپنی تفسیر قرآن کی غرض بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”پہلے مفسرین نے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق بہت بڑی خدمت قرآن کریم کی کی ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ دو غلطیاں نہ کرتے تو ان کی تفاسیر دائمی خوبیاں رکھتیں۔ (1) منافقوں کی باتوں کو جو انہوں نے مسلمانوں میں مل کر شائع کیں، ان تفاسیر میں جگہ دے دی گئی ہے اور اس وجہ سے بعض مضامین دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے ہتک کا موجب ہو گئے ہیں۔“

اس غلطی کے علاوہ اپنی ان تحریری کاوشوں کی دوسری بڑی وجہ بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”ہماری کتب میں یوروپین لوگوں کے زہریلے اثرات کا دفاع زیادہ مد نظر ہوتا ہے۔“

چنانچہ اس دفاع کے لئے آپ نے اُس وقت کے بڑے بڑے مستشرقین مثلاً جارج سیل (Geoge Sale)، سپرنگر (Aloys Sprenger) ، راڈویل (John Medows Rodwell)، ولیم میور (William Muir) ، نولڈیکے (Theodor Noldeke) ، پادری وھیری (Elwood Morris Wherry) وغیرہ کی تنقید کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کے مدلّل جوابات دیئے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آنحضرت ﷺ کے لئے استغفار کا حکم اور اس کی حقیقت، آپ ﷺ کے تعلق میں لفظِ ذنب کا قرآنی استعمال اور اس کی حقیقت، آپ ﷺ کے استعاذہ کی حقیقت، آپ ﷺ کے نسیان کی حکمت اور آپ ﷺ کی شادیوں کی غرض وغیرہ جیسے مضامین پر سیر حاصل بحث کی ہے، یہی وہ موضوعات تھے جس میں دشمن کا کج رَو دماغ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا مقام و مرتبہ نیچا دکھانے کی کوشش کرتا تھا۔

آپ فرماتے ہیں:

ہم جو کچھ کہتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت اور آپ ﷺ کے جلال کے اظہار کے لئے کہتے ہیں، کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتے جو آپ ﷺ کی شان کو کم کرنے والی اور آپ ﷺ کی عزت کو بٹہ لگانے والی ہو۔

عاشق رسول ﷺ باپ کے عاشق رسول ﷺ بیٹے کا یہ کردار کتنا عظیم الشان اور حیرت انگیز ہے۔ آنحضرتؐ کے عالی مقام کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے جو جہاد حضرت اقدس مسیح موعود نے کیا اُس کے متعلق حضرت اقدس کی زندگی میں ہی ایک عیسائی پروفیسر Sirajud Din, B.A. نے اپنے ایک مضمون بعنوان Mirza Ghulam Ahmad میں لکھا کہ وہ ہر دوسرے شخص کو محمدؐ سے کم تر ثابت کریں گے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس اولوالعزم بیٹے کی خلافت کے زمانے میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے اسی جہاد کو رواں دواں دیکھ کر ایک اور مصنف E. J. Bolus M.A., B.D. وہی بات پھر دہراتے ہیں کہ

"The Ahmadiyya is determined at all costs to clear the character of the Prophet."

(The Influence of Islam by E. J. Bolus page 110, Lincoln Williams, Temple Bar Publishing Company Ltd. St. Martin's Court W.C.2 1932)

یعنی احمدیت ہر حال میں پُرعزم ہے کہ وہ نبیؐ کا کردار صاف ثابت کر کے دکھائیں گے۔

تفسیر کبیر میں آپؓ نے عصمت انبیاء کے مضمون پر بھی خوب قلم چلایا ہے اور انبیاء کرام پر لگے داغوں کو صاف کر کے اُن کا حقیقی مقام دکھلایا ہے۔ جہاں آپؓ نے عصمت انبیاء ثابت کی ہے وہاں خاتم النبیین ﷺ کا عالی مرتبہ ثابت کر کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ لاریب انبیاءؑ اُن الزامات سے پاک تھے جو اسرائیلیات نے لگائے تھے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اُن معصوم انبیاءؑ کے مقام کے سامنے آنحضرت ﷺ کا مقام و مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور عشق رسول ﷺ میں سرشار ہو کر یہ موازنہ آپؓ میرا محمد ﷺ اور میرا آقا کہہ کر بیان کرتے ہیں، چنانچہ سورۃ الانبیاء میں مذکور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بت توڑنے والا واقعہ بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

"اوپر کی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رسول کریمؐ سے ایک زبردست مقابلہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی بچپن میں فوت ہو گئے تھے اور محمد رسول اللہؐ کے والد بھی آپؐ کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گئے تھے اور دونوں کو اُن کے چچاؤں نے پالا تھا جو دونوں مشرک تھے۔ دونوں نے اپنے چچاؤں کو توحید کی تبلیغ کی مگر دونوں نے توحید کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔... پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی بُت توڑے اور محمدؐ رسول اللہ نے بھی بُت توڑے۔ جب اُن کی قوم کے لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تھے اور محمدؐ رسول اللہ نے اس وقت بُت توڑے جبکہ دوپہر کا وقت تھا اور کعبہ کے پاس تمام لوگ جمع تھے...۔"

اسی طرح ایک جگہ پر آنحضورؐ کے حالات کا موازنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات سے کرتے ہوئے آپؓ بیان کرتے ہیں:

غزوہ حنین کے موقعہ پر.... یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

اے لوگو! میں موعود نبی ہوں، میں جھوٹا نہیں، تم مجھے مار نہیں سکتے مگر میرے اس نشان کو دیکھ کر مجھے خدا نہ بنا لینا، مَیں عبد المطلب کا بیٹا اور انسان ہوں۔

کتنا عظیم الشان فرق ہے مسیحؑ میں اور میرے آقا میں۔... میرا محمدؐ ایسے دشمن کے نرغہ میں گھر گیا جو دو طرف پہاڑیوں پر چڑھا ہوا تھا اور دونوں طرف سے اس پر تیر اندازی کر رہا تھا... مگر پھر بھی وہ اپنے خدا سے مایوس نہیں ہوا اور پھر بھی اُس نے یہی کہا کہ میں انسان ہوں خدا نہیں۔

آپؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے الہام میں بتادیا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور جب آپؓ نے دنیا کے سامنے اُن علوم کا اظہار فرمایا تو اپنے علوم کے متعلق اس حقیقت کا بھی اعلان فرمایا کہ

"قرآنی علوم کا دوسرا ماخذ حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ذات ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ کے قلم سے نکلے سیرت النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے واقعات پڑھنے کے لائق ہیں، آپؓ کے بیان کردہ واقعات اُسوۂ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے نت نئے پہلو دکھاتے ہیں اور ایک پڑھنے والا اُن سے اپنے سیرت رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی فہرست کے علم میں مزید اضافہ دیکھتا ہے۔ آپ کی تحریرات و خطبات سے اخذ کردہ سیرت رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سرخیوں کی ایک فہرست درج ہے:

آنحضرتؐ کی توحید سے محبت اور اس کے لیے غیرت، شرک کے خلاف جذبہ نفرت، قرآن کریم سے محبت اور اس کے احکام کی اطاعت، ذوق عبادت اور اس میں انہماک، ذکر الٰہی، عبد شکور بننے کی تڑپ، زہد و تقویٰ، کمال انکسار، کمال جرأت، تبلیغ اسلام میں استقلال، مصائب پر کمال صبر، بے مثال قوتِ برداشت، غیر معمولی ضبطِ نفس، غیر معمولی تنظیمی قابلیت، جذبہ حب الوطنی، خیر وخواہی و ہمدردی مخلوق، لوگوں کے حقوق کا خیال، یتامیٰ کی خبر گیری، جذبہ احسان مندی، مہمان نوازی، بیویوں سے حسن سلوک، قریبی رشتہ داروں کا خیال، صلہ رحمی، دوسروں کے جذبات کا پاس، غرباء اور مساکین کے لیے تڑپ، جانوروں اور پرندوں سے نرم برتاؤ، قوم کی حالت پر درد و کرب اور ہدایت یابی کے لئے شدید غم، سکراتِ موت میں بھی مخلوق کی محبت کا جلوہ، خطرناک حالات میں بھی بے مثال اطمینان قلب، توکل علی اللہ، رسوم سے بیزاری، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سادگی،

اپنے جذبات کی قربانی، اپنے رشتہ داروں کی قربانی، اپنے دوستوں کے جذبات کی قربانی، مالی قربانی، عزت کی قربانی، وطن کی قربانی، آرام کی قربانی، حقوق کی قربانی، آئندہ نسل کی قربانی وغیرہ۔

آنحضرتؐ کی پاکیزہ سیرت اور آپ ﷺ کے پاک کلمات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ احادیث ہیں، حضور اکرمؐ صحابہ کرامؓ کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی باتیں دوسروں تک پہنچائیں اور صحابہؓ خود بھی ذکرواذکار کے ذریعہ آپ ﷺ کی باتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ حضرت مصلح موعود نے بھی ہمیشہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اپنے فیصلوں اور منصوبوں میں مدنظر رکھا، خلافت جوبلی کے موقع پر مندرجہ ذیل وصیۃ الرسول ﷺ کی کثیر اشاعت کی تحریک فرمائی:

وصیۃ الرسولؐ

برادرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں جب کہ آپ ﷺ کی وفات قریب آگئی بطور وصیت سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ (اور ابی بکرۃ کی حدیث میں ہے وَاَعْرَاضَكُمْ)حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔ وہی تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں (اور ابی بکرۃ کی روایت کے مطابق تمہاری عزتوں) کو خدا تعالیٰ نے حفاظت بخشی ہے یعنی جس طرح مکہ میں حج کے مہینہ اور حج کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح پُر امن بنایا ہے اِسی طرح مومن کی جان اور مال اور عزت کی سب کو حفاظت کرنی چاہیئے۔ جو اپنے بھائی کی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچاتا ہے گویا وہ ایسا ہی ہے جیسے حج کے ایام اور مقامات کی بے حرمتی کرے۔

پھر آپ ﷺ نے دو دفعہ فرمایا کہ جو یہ حدیث سنے، آگے دوسروں تک پہنچادے۔ میں اِس حکم کے ماتحت یہ حدیث آپ تک پہنچاتا ہوں۔ آپ کو چاہیئے کہ اِس حکم کے ماتحت آپ

آگے دوسرے بھائیوں تک مناسب موقع پر یہ حدیث پہنچادیں اور انہیں سمجھادیں کہ ہر شخص جو یہ حدیث سنے اسے حکم ہے کہ وہ آگے دوسرے مسلمان بھائی تک اس کو پہنچاتا چلا جائے۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح

(الفضل 3 جنوری 1940ء صفحہ 7)

اسی طرح اگست 1917ء میں جماعت احمدیہ کا ایک وفد عیسائیوں سے مباحثہ کی غرض سے بمبئی گیا، اس وفد کے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس موقع پر چند ہدایات تحریر فرما کر امیر وفد کو دیں جن میں ایک ہدایت یہ تھی:۔ ”غریب، امیر، متوسط الحال جو کوئی آئے اُس کی طرف یکساں توجہ ہو، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کون شخص ہدایات کا مستحق ہے۔ ہاں اس بات کا خیال رہے کہ اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ تُنَزِّلُ النَّاسُ علیٰ منازِلِھِمْ۔“

(الحکم 14 اپریل 1918ء صفحہ 8 کالم 2)

ایسی اور بہت سی مثالیں ہیں کہ آپؓ نے معاملات میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ اس بارے میں آنحضرتؐ کی کیا تعلیم ہے اور اُس پر عمل کرنے کو یقینی بنایا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و اکرام قائم کرنے میں آپؓ کی ایک بڑی اور سنہری حروف سے لکھی جانے والی خدمت یہ بھی ہے کہ آپؓ نے جلسہ سیرت النبیؐ کا آغاز فرمایا، یہ 1928ء کے سال کی بات ہے۔ گنجائش نہیں کہ اس عظیم خدمت کی تفصیل یہاں بیان کی جائے ورنہ اس وسیع سکیم کے ہر پروگرام سے آپؓ کی محبت اور غیرت رسول ﷺ عیاں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا:

”لوگوں کو آپ ﷺ پر حملہ کرنے کی جرأت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اسی لئے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا علاج ایک ہی ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور

کے ساتھ لیکچر دیے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپ کے حالات زندگی اور آپ ﷺ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔

اسی ضمن میں آپ نے آنحضرتؐ کے مقام محمود کی تشریح میں جماعت کو اپنی ذمہ داری سمجھاتے ہوئے فرمایا:

"حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اس دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو مقامِ محمود مانگتے ہیں وہ مقام جنت کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس دنیا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایسے رنگ میں تعلق رکھتا ہے کہ ہمارے اعمال کا بھی اس میں دخل ہے ورنہ اگر دخل نہ ہوتا تو ہمارے دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی۔ پس یہ جو خطرہ ہے کہ شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود نہ مل سکے وہ یہ ہے کہ ایک مقام محمود وہ بھی ہے جو امت محمدیہ کے اعمال کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا ہے اور چونکہ یہ خطرہ اسی کے متعلق ہے کہ شاید ہماری کمزوریوں کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محروم رہ جائیں اس لئے اس مقام محمود کے لئے دعا مانگتے ہیں نہ اس کے لئے جو جنت سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کو پہلے ہی مل چکا ہے... ہم مانتے ہیں کہ قیامت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مقامِ محمود مقرر ہے لیکن اس کے لئے ہماری دعاؤں کی ضرورت نہیں، وہ تو آپ کو مل چکا۔ ہاں جس کے لئے ہم دعا کرتے ہیں وہ ہمارے اعمال کے بدلے میں آپ کو ملنا ہے"

الحمد للہ محبت رسول ﷺ سے لبریز آپؓ کی اس تحریک کے عظیم الشان نتائج ظاہر ہوئے اور آنحضرتؐ کے نام لیوا ایک دفعہ ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو گئے اور بڑے پیمانے پر اس تحریک کو سراہا گیا لیکن افسوس کہ غیر مبائعین کو آپؓ کے ہاتھوں ناموس رسالت ﷺ کی یہ خدمت برداشت نہ ہوئی اور اس میں اپنی شرکت کو بلا جواز شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی اس الٰہی سکیم میں کسی بھی روک سے نہیں رکی، آپؓ نے اعلان فرمایا:

"صرف اس بات سے چڑ کر کہ کیوں ہم نے رسول کریمؐ کی عزت کی حفاظت کے لئے اور آپ ﷺ کے خلاف گالیوں کا سدباب کرنے کے لیے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر ایک ہی دن سینکڑوں جلسوں کا انعقاد کیا ہے۔ میں اس جرم کا مجرم بے شک ہوں اور اس جرم کے بدلہ میں ہر ایک سزا خوشی سے برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

بحیثیت خلیفۃ المسیح انتہائی مصروفیات کے باوجود آپ ان سیرت النبی ﷺ کے جلسوں میں شامل بھی ہوتے یا اُن کے لیے مضامین بھی لکھتے، اسی طرح الفضل وغیرہ اخبارات کے خصوصی نمبروں بابت آنحضرتؐ کے لیے بھی مضامین تحریر فرماتے۔ 18 نومبر 1951ء کو بمقام بیت مبارک ربوہ میں جلسہ سیرت النبی ﷺ ہوا، حضرت مصلح موعودؓ ناسازی طبع کے باوجود جلسہ میں شریک ہوئے اور فرمایا:

"میری یہاں آنے کی غرض حصولِ برکت تھی جو اس قسم کے جلسوں میں شمولیت کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے... مَیں پھر نصیحت کرتا ہوں کہ یہ جلسہ نہایت اہم ہے، یہ جلسہ اُس عظیم الشان انسان کے حالات اور سوانح بیان کرنے کے لئے ہے جو نہ صرف خود ایک عظیم الشان انسان تھا بلکہ اُس نے ہمیں بھی عظیم الشان بنادیا ہے۔ اِس جلسہ میں چھوٹے بچوں کو گھسیٹ کر لانا چاہیے تا کہ معلوم ہو کہ تمہیں رسول کریمؐ سے والہانہ محبت ہے، محض خیالی محبت نہیں۔"

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انعقاد کی اس تحریک کو قریباً نوے سال ہونے کو ہیں لیکن آج بھی یہ تحریک اس طرح جاری ہے اور پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔ دنیا میں بعض عاشقوں نے اپنے محبوبوں کی یاد میں محل، قلعہ یا کسی اور رنگ میں یادگار بنوائی ہیں جو دنیا کو اُن کی محبت کی یاد دلاتی ہیں لیکن ان دنیاوی یادگاروں کی نسبت حضرت مصلح موعودؓ کے جلسہ سیرت النبیؐ کے منظم طور پر انعقاد کی یادگار کتنی حسین اور منفرد ہے جو رہتی دنیا تک آپؐ کے عشق رسول ﷺ کو خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔

1925ء میں جب نجدیوں اور شریفیوں (عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود اور حسین بن علی شریف آف مکہ) کے درمیان لڑائی ہوئی، اُس میں نجدیوں کی طرف سے مقامات مقدسہ (مسجد نبوی ﷺ، روضہ رسولؐ وغیرہ) کو بہت نقصان پہنچا، اور مسلمانان ہند میں فرقہ بندیوں کی بنیاد پر اس کے حق میں اور اس کے خلاف بحثیں ہونے لگیں یہاں تک کہ نجدیوں کے حامیوں نے مقامات مقدسہ کے نقصان کو بھی جائز سمجھ کر یہ کہنا شروع کیا کہ مقامات مقدسہ (قبر، قبے وغیرہ) کو مسمار کرنا شرک مٹانا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 4 ستمبر 1925ء میں محبت رسول ﷺ کی وجہ سے ان مقامات مقدسہ کو منہدم کرنے کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"اس خطبہ کے ذریعے یہ اعلان کرتا ہوں کہ ہم نجدیوں کے اس فعل کو نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جو لوگ ان کی تائید کر رہے ہیں ان کے سینے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی سمجھتے ہیں۔

ہماری ان باتوں کو دیکھ کر نجدیوں کے حامی کہیں گے یہ بھی شریف علی کے آدمی ہیں لیکن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کے متعلق آواز اٹھاتے ہوئے شریف کا آدمی چھوڑ کر شیطان کا آدمی بھی کہہ دیں تو کوئی حرج نہیں... بیشک ہم قبوں کی یہ حالت دیکھ کر خاموش رہتے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عزت کی خاطر ہم آواز بلند کرنے کے لئے مجبور ہو گئے ہیں...

ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں جس سے ہم نجدیوں کے ہاتھ روک سکیں ہاں ہمارے پاس سہام اللیل ہیں۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس اور مسجد نبوی اور دوسرے مقامات کو اس ہتھیار سے بچائیں، ہماری جماعت کے لوگ راتوں کو اٹھیں اور اس بادشاہوں کے بادشاہ کے آگے سر کو خاک پر رکھیں، جو ہر قسم کی طاقتیں رکھتا ہے اور عرض کریں کہ وہ ان مقامات کو اپنے فضل کے ساتھ بچائے۔"

ایک طرف شرک مٹانے کے بہانے مقامات مقدسہ کو مٹایا جارہا تھا اور دوسری طرف کئی لوگ مشرکانہ عادات میں مبتلا پڑے ہوئے تھے، کوئی قبروں پر سجدہ ریز ہے، کوئی پیروں سے مانگ رہا ہے اور کئی اپنی مرادیں پوری کرنے کے لیے قبروں پر شمعیں جلا رہا ہے یا پھول اور چادریں چڑھا رہا ہے وغیرہ۔ حضرت مصلح موعود مسلمانوں کے اس خلاف سنت فعل پر بھی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اُن کی محبت و عقیدت کے اس کھو کھلے اظہار پر فرماتے ہیں:

... ہمیں تو یہ بھی سن کر تعجب آتا ہے کہ ابنِ سعود کے نمائندے بھی قبروں پر پھول چڑھانے لگ گئے ہیں۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ اگر کوئی پھول چڑھانے کی مستحق قبر تھی تو وہ رسول کریم ﷺ کی قبر تھی، کیا حضرت ابو بکرؓ کو پھول نہ ملے کہ وہ آپ ﷺ کی قبر مبارک پر پھول چڑھاتے؟ کیا حضرت عمرؓ کو پھول نہ ملے کہ وہ آپؐ کے مزار پر پھول چڑھاتے؟ اگر آپ ﷺ کے مزار پر ان بزرگوں نے پھول چڑھائے ہوتے تو ہم اپنے خون سے پھولوں کے پودوں کو سینچتے تا آپ ﷺ کے مزار پر پھول چڑھائیں مگر افسوس زمانے بدل گئے اور ان کی قدریں بدل گئیں لیکن ہم موحد ہیں، مشرک نہیں... دنیا میں جو لوگ اچھے کام کر جاتے ہیں اُن کی قبروں پر جانا اور اُن کے لیے دعائیں کرنا ہی اُن کے لیے پھول ہیں، گلاب کے پھول ان کے کام نہیں آتے عقیدت کے پھول ان کے کام آتے ہیں۔

قصہ مختصر کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی سیرت میں عشق رسول ﷺ کا عنوان ایک نمایاں رنگ رکھتا ہے اور آپؓ کی محبت آل رسول ﷺ، محبت اصحاب رسول ﷺ اور محبت امت رسول ﷺ اس عشق رسول ﷺ میں نئے رنگ بھرتی ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں، میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے، میری

ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿18﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی نظر میں مصلح موعودؓ کا مقام

(مرزا خلیل احمد قمر)

حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر 20 فروری 1886ء کو پیشگوئی مصلح موعود کا اعلان فرمایا اور اس موعود فرزند کی پیدائش کو اسلام اور اپنی صداقت کا ایک نشان ٹھہرایا تھا۔ آپؑ ابھی تک نئی جماعت بنانے اور بیعت لینے سے رُکے ہوئے تھے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو نئی جماعت بنانے اور بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ 12 جنوری 1889ء کو اس فرزند موعود کی پیدائش ہوئی۔ اور آپؑ نے اسی روز شرائط بیعت کا اعلان فرمایا اور پھر 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں جماعت احمدیہ کا قیام ہوا۔ گویا مصلح موعودؓ کی پیدائش اور جماعت احمدیہ کا قیام توام ہیں۔ ایسا کیوں ہوا بعد کے واقعات نے اس کی تصدیق کر دی۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی متعدد زیر تصنیف کتب میں اس فرزند موعود کے بارے میں ذکر فرماتے رہے کہ وہ اب اتنے سال میں ہے حضرت مسیح موعودؑ کو یقین کامل تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہی وہ فرزند موعود اور مصلح موعود ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے ان کو 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں بشارت دی تھی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کے قریب جتنے صحابہؓ تھے وہ بھی اسی حقیقت پر علیٰ وجہ البصیرت قائم تھے اور حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کو اپنی خداداد فہم و بصیرت اور حضرت مسیح موعودؑ کے قرب اور حضرت صاحبؑ کے صاحبزادہ صاحبؓ سے سلوک کے مشاہدہ سے یقینِ کامل تھا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہی مصلح موعود ہے۔ ذیل میں اس سلسلہ میں چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کے ایک صاحب رویاء کشوف بزرگ مربی سلسلہ اور صحابیؓ حضرت مسیح موعودؑ حضرت مولانا ابراہیم بقاپوریؓ کے سامنے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کا پاکیزہ

بچپن گزرا تھا۔ اس لئے حضرت مولانا نے صاحبزادہ صاحبؓ کے بچپن کے بارے میں اپنے چشم دید واقعات تحریر فرمائے ہیں۔

رسالہ تشحیذ الاذہان کے اجراء پر 1905ء پر میں جو مقالہ لکھا تھا، خدا تعالیٰ نے اس کی قبولیت دشمنوں سے بھی کرائی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ میں یوں ریویو کیا کہ

”میں سمجھتا تھا کہ یہ سلسلہ احمدیہ صرف مرزا صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) کی زندگی تک ہی ہے لیکن ان کے فرزند ارجمند کے اس مضمون کو پڑھ کر میں یقین کرتا ہوں کہ اب یہ سلسلہ چلا لیں گے“

اس کا ذکر حضرت مولوی نورالدینؓ نے صاحبزادہ صاحب کی موجودگی میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے محبت بھری نگاہ سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی جانب دیکھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضورؑ دعا فرما رہے ہیں۔

(ماہنامہ خالد ستمبر، اکتوبر 1956ء صفحہ 93)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوریؓ لکھتے ہیں:۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں جب ایک جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سورہ لقمان کے دوسرے رکوع کی تفسیر کر کے سنائی۔ تو اس میں ایسے ایسے حقائق و معارف سنائے کہ ہم نے کبھی ایسے معارف نہیں سُنے تھے۔ اس پر چند دوست جوں جوں سنتے تھے خوشی سے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگ پڑے۔ حضرت حکیم الامتؓ کے صاحبزادہ محمود احمد شاگرد جو ہوئے۔ میں نے کہا ہم تو ہمیشہ حکیم الامت کے درس سنتے ہیں مگر ایسے حقائق معارف ان سے کبھی نہیں سنے۔

خدا تعالیٰ کی قدرت جب حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی یہ تقریر ختم ہوئی تو جھٹ مولوی نور الدین صاحبؓ صاحبزادہ صاحب کے پاس آ گئے اور آپؓ کے کان پر انگلی رکھ کر فرمانے لگے۔ میاں ہمارے ملک میں کہاوت ہے کہ ”اوٹھ چالی بوتا بتالی“ یعنی اونٹ کی قیمت اگر چالیس روپیہ ہو تو اس کے بچہ کی قیمت بتالیس روپے ہوتی ہے۔ یعنی آپؓ کے حقائق معارف حضرت مسیح موعودؑ جیسی

شان کے ہیں۔ پھر مجھے حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کیوں مولوی صاحب میرا ابھی آپ درس سنتے ہی ہیں۔ مگر اس طرح حقائق و معارف تو انہی کا حق ہے۔

میں نے عرض کیا۔جی ہاں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔یہ کہہ کر میں نے خواجہ صاحب کی طرف نظر کی تو انہوں نے اپنی نظر نیچے کر لی۔

(ماہنامہ خالد ستمبر اکتوبر1956ء صفحہ 93)

حضرت نواب محمد علی خاں کے صاحبزادے نواب عبد الرحیم خان بار ایٹ لاء آف مالیر حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کے شاگرد تھے اپنی تعلیم کے دوران کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے کس قدر انس اور محبت تھی۔

مولوی عبد الحی کا درس معاً بعد مغرب ہوا کرتا تھا۔ محمود اللہ شاہ مرحوم جو میرے ہی ہم عمر تھے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ایک دن نماز مغرب شروع ہوگئی تھی نماز کے دوران میں وہاں پہنچا آپ کے سب نیچے چٹائیوں پر نماز پڑھ رہے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک چارپائی پر بیٹھے شریک جماعت تھے۔ محمود اللہ صاحب سے دریافت کیا۔انہوں نے بتلایا میاں صاحب کو شدید سر درد ہے۔ میاں صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی اور بار بار لوگوں سے دریافت فرماتے کہ اب طبیعت کیسی ہے۔

(الفضل 21 جنوری 1971ء)

حضرت مفتی محمد صادقؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی حضرت مصلح موعودؓ سے پیار و محبت اور شفقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”حضرت خلیفہ اول مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ جس طرح کی محبت اس وجود کے ساتھ کرتے تھے اور اس کے بچپن میں بھی جس قدر ادب اور احترام آپ کا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولوی صاحب کو اپنی فراستِ مومنانہ اور کشف ولیانہ سے محسوس و مشہود ہو رہا تھا کہ یہ بچہ منشائے الٰہی کے ماتحت کسی منصب عالی کے واسطے تیار کیا جا رہا ہے۔“

"ایک دفعہ ہم سب ہم سفر تھے۔ (حضرت مسیح موعودؑ ساتھ نہ تھے) ایک ریل کے اسٹیشن پر ہم گاڑی کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے تھے۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب عاجز پیر سراج الحق صاحب ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب اور چند اصحاب تھے۔ حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب کہیں پلیٹ فارم پر پھر رہے تھے۔ جب آپ گاڑی کے اندر آئے تو بظاہر ان کے بیٹھنے کے واسطے جگہ نہ معلوم ہوتی تھی۔

حضرت مولانا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر نیچے بیٹھ گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنی جگہ پر بٹھایا۔ مولوی صاحب کو نیچے بیٹھا دیکھ کر ہم سب کھڑے ہوگئے اور جگہ نکال کر باصرار حضرت مولوی صاحب کو اوپر بٹھایا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے واسطے تو جگہ بہر حال بن ہی جاتی۔ ضرورت ہوتی تو ہم سب میں سے ایک بخوشی اپنی جگہ چھوڑ دیتا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ اور کوئی اٹھتا جس پُھرتی اور جلدی سے حضرت مولوی صاحب نے نہ صرف اپنی جگہ چھوڑی بلکہ نیچے بیٹھ گئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ وہی ادب اور خاکساری اور بے نفسی کی روح تھی جس نے حضرت مولانا کو حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین بنایا۔

(الفضل 20 جنوری 1928ء)

جناب شوق محمد عرائض نویس لاہور بیان کرتے ہیں۔

1903ء میں میں قادیان میں بغرض تعلیم مقیم تھا۔ میں نے اپنے زمانہ قیام دارالامان میں متعدد بار دیکھا (صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ) کو آشوب چشم کا عارضہ عموماً رہتا تھا اس لئے کئی بار میں حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اولؓ کو خود اپنے ہاتھ سے آپ کی آنکھوں میں دوائی ڈالتے دیکھا۔ وہ دوائی ڈالتے وقت عموماً نہایت محبت اور شفقت سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا کرتے اور رخسار مبارک پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا کرتے:

میاں تو بڑا ہی میاں آدی ہے اے مولا اے میرے قادر مطلق مولا! اس کو زمانہ کا امام بنادے۔

بعض اوقات فرماتے: ”اُس کو سارے جہان کا امام بنادے“

مجھ کو حضورؓ کا یہ فقرہ اس لئے چبھتا کہ آپؓ کسی اور کے لئے ایسی دعا نہیں کرتے صرف ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔

چونکہ طبیعت میں شوخی تھی۔ اس لئے میں نے ایک روز کہہ ہی دیا کہ آپ میاں صاحب کے لئے اس قدر عظیم الشان دعا کرتے ہیں کسی اور کے لئے اس قسم کی دعا کیوں نہیں کرتے اس پر حضور نے فرمایا:

”اس نے تو امام ضرور بننا ہے۔ میں تو صرف حصول ثواب کے لئے دعا کرتا ہوں ورنہ اس میں میری دعا کی ضرورت نہیں“ میں یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا۔

(حیات نور صفحہ 602 از شیخ عبد القادر سابق سوداگر مل)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿19﴾

اے فضل عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

قسط 1

(لقمان احمد کشور۔لندن)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا“

”خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی...اپنے دو زیور مجھے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔“

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی کی اس دنیا میں تشریف آوری کی خبر امام آخر الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان پیشگوئی میں دی گئی تھی جو اپنے اندر اس آنے والے وجود کی کئی خوبیاں بیان کر رہی تھی۔ کہیں تو اس وجود کی ذات بابرکات کے متعلق یہ منادی تھی کہ ”اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا“ اور کہیں اس کی ذہانت اور فہم کا اعلان کرتے ہوئے یہ خبر دی جارہی تھی کہ وہ ”علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔“ گویا اس فرزند دلبند گرامی ارجمند کا آنا کوئی معمولی نہ تھا بلکہ اس کا نزول بہت مبارک ہونا تھا اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہونا تھا گویا وہ نور کی آمد تھی نور کی۔

لہٰذا اس مبارک وجود کی آمد کے ابتدائی ایام سے ہی خدائے بزرگ و برتر نے جس میں اس نے اپنی روح ڈالی تھی اس پر اپنا سایہ رکھا اور اس کو جلد جلد بڑھایا تاکہ قومیں اس سے برکت پائیں۔ ان تمام برکتوں کے ساتھ جہاں اس موعود بیٹے کے لئے اندرون خانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عملی اور علمی نمونہ موجود تھا جن کی تربیت کے مبارک سایہ میں آپ پل بڑھ رہے تھے۔ جو نہ صرف انتہائی گریہ وزاری سے آپ کے لئے دعاؤں میں مصروف رہتے تھے بلکہ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی تربیت فرماتے جیسا کہ معروف روایت میں فرمایا ”بیٹا محمود! توبہ کرو، توبہ کرو۔ نہ علم اچھا نہ دولت۔ خدا کا فضل اچھا ہے۔“ گویا آغاز سے ہی دعا اور ذاتی نمونہ کے بعد مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت اور شخصیت کا پَرتو مصلح موعودؓ میں سمونے لگا۔ جس کی گواہی ”جیئو جیا کاں او ہو جئی کو کو“ کے الفاظ میں بھی دی جانے لگی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہؓ بھی آپ کے اس موعود ولد سے والہانہ عشق کا اظہار کرتے بلکہ آپ میں اپنے امام کا عکس دیکھنا چاہتے اور آپؓ سے بلند توقعات رکھتے تھے۔ جن میں سے حضرت حافظ احمد اللہ ناگپوریؓ، حضرت پیر منظور محمد اور حضرت مولوی شیر علیؓ کے علاوہ ایک نمایاں ذکر حکیم مولوی نورالدین حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ہے جن کے متعلق خود حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ ”میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا ہے۔“

(الموعود ”تقریر حضرت مصلح موعودؓ“)

بچپن سے ہی دینی تعلیم کی طرف رجحان نمایاں تھا اور اس کے لئے کوشش اور وقت کا صرف کرنا بھی واضح نظر آتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صحبت سے آپؓ کی تحریر و تقریر میں بھی خوب مشق ہوئی۔ کہیں انجمن تشحیذ الاذہان بنا کر تقریروں کی مشق جاری ہے اور آپ کی تقریر پر خلیفہ اولؓ اس پر جرح اور نکتہ چینی کرتے تو کہیں آپ کے ماہنامہ ”تشحیذ الاذہان“ میں لکھے گئے مضمون کی تعریف ہو رہی ہوتی تو ساتھ ہی آپ کی تحریروں کے نقاد خلیفہ اولؓ ”اونٹ چالی تے ٹوڈا

بتالی" جیسی مثل بول کر آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے موعود فرزند خیال کرتے ہوئے ان کی تحریروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے "ہمیں تو تب خوشی ہو کہ ان سے بھی اعلیٰ لکھو۔"

لہٰذا اسی صحبت کا نتیجہ تھا کہ قلم اور نفس کے جہاد کا جو طبل امام آخر الزمان نے بجایا ہوا تھا حضرت مصلح موعودؓ آغاز جوانی سے ہی اس کے چوکس سپہ سالار بن کر دشمنوں کے مقابلہ میں اتر آئے تھے اور ہر داؤ پیچ سیکھ رہے تھے۔ گویا آپؓ اس قلمی اور نفسانی جہاد کے لئے ہر طرح کے اسلحہ سے نہ صرف خود لیس تھے بلکہ انجمن تشحیذ الاذہان کی شکل میں ایک ایسا کارخانہ قائم کر دیا تھا جہاں مزید سپاہی تیار ہونگے۔

پھر جہاں بھی پبلک میں تقاریر اور آپؓ کی تحریروں کو پڑھا اور سنا جانے لگا سب آپؓ کے دیوانے ہونے لگے۔ کیوں نہ ہوتے آخر اس کے ساتھ فضل تھا۔ کیا علماء، کیا اکابرین اور کیا مردوزن سب آپؓ کے بیان کردہ لطیف معارف و نکات قرآنی پر عش عش کر اٹھتے اور آج بھی یہ زمانہ آپ کے ان انوار العلوم سے مستفیض ہوتا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکملؓ نے آپ کی ایک تقریر سن کر جو الفاظ کہے پیش خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"برج نبوت کا روشن ستارہ، اوج رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ اللہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا، میں ان کی تقریر خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں، فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں"...

گویا "تشحیذ الاذہان" کا یہ بانی و مبانی نہ صرف خود علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کا ابھی سے ایک ثبوت تھا بلکہ وہ اپنے ہم جولیوں اور ہم عمروں میں بھی اس کی روح پھونک رہا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بھی علم و معرفت میں کمال حاصل کریں انہیں بھی ایسا پلیٹ فارم میسر ہو کہ جہاں وہ اپنے امام کی پیروی میں اس قلمی جہاد کے صف اول کے مجاہدین شمار ہوں۔

اس رسالہ کے جاری کرنے کی وجوہات پر بحث کرتے ہوئے جو تمہید لکھی گئی تھی اس کو پڑھ کر مولوی محمد علی ایم۔ اے بھی لکھنے سے نہ رہ سکے کہ ”جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بین دلیل کے پیش کرتا ہوں جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے...... غور کرو! کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے، وہ کاذب ہو سکتا ہے؟“

گویا مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات میں وہ تمام خبریں وقت کے ساتھ نمایاں ہو رہیں تھیں اور کھل رہیں تھیں جن کا ذکر خدائے بزرگ و برتر نے اس آسمانی نوشت میں کیا تھا۔ ابن غلام احمد اور موعود فرزند ہونے کی وجہ سے مد مقابل مذاہب کی دشمنی تو پہلے ہی مول لے رکھی تھی اور بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ان مشکلات میں بھی اضافہ ہو رہا تھا مگر یہ پر ہول اور پر خطر فضائیں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں کیونکہ وہ خدا کے سایہ تلے پروان چڑھ رہا تھا۔ یہ مخالفتیں اور مشکلات جہاں الٹا آپؓ کے اولوالعزم ہونے کی خوبی کو بھی نمایاں کر رہی تھی وہاں حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے دعاوی پر بھی ایمان میں روز بروز بڑھا رہیں تھیں کہ خدا آپؑ کے ساتھ ہے اور نہ صرف یہ سلسلہ روز بروز ترقی کرے گا اور بڑھتا چلا جائے گا اور بلکہ یہ موعود وجود بھی اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرتے ہوئے زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا تا قومیں اس سے برکت پائیں۔

مسیحی نفس کی یہ روحانی انفاس جو تقریروں اور تحریروں کی شکل میں روح الحق کی برکت لئے ہوئے روحانی بیماروں کی بیماریوں کو صاف کرنے کا کام کرنے والی تھیں ان تک پہنچنا بھی ضروری تھا۔ جس کے لئے یہ اولوالعزم، بلند حوصلہ موعود فرزند ارجمند ہمیشہ سے کوشاں رہا اور آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات جس نے آپؓ کی زندگی بدل کر رکھ دی تھی اور جس نے آپؓ کی زندگی کا ایک نیا دور کھول دیا تھا۔ جس نے وراثت میں دنیا کے کوئی ورثے یا اموال نہیں

پائے تھے۔ اگر تھا تو ہاں ایک لازوال کبھی نہ ختم ہونے والا دعاؤں کا خزانہ۔ جو وقت پر ملتا رہا۔ جس کا ذکر حضرت اماں جانؓ نے آپ کے والد بزرگوار کی وفات پر کیا تھا۔ جب آپ نے یہ عہد کیا تھا کہ

"اے خدا! میں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے، میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔"

لہٰذا اپنے اس عہد کو جس مستعدی سے نبھایا اس پر تمام جماعت گواہ ہے۔ خلافت اولیٰ کا دور ایک نہایت کٹھن دور تھا جس میں خلافت راشدہ کے طریق پر اس دور میں بھی خلافت جیسے نظام کے قیام اور حضرت خلیفہ اولؓ کے انتخاب سے لے کر تمام اندرونی فتن کے مقابلوں تک یہ اولوالعزم اپنے عہد پر پوری طرح سے قائم رہا اور ہمیشہ اس کے استحکام کی پاسداری کی۔ خلیفہ اولؓ کا کامل مطیع اور باوفا، سلطان نصیر بنا رہا اور حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے جانشین کی پیروی میں خدا اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہا۔

اس تمام تفصیل کو چھوڑتے ہوئے مضمون کے اصل کی طرف چلتے ہیں کہ گویا کوئی دقیقہ فروگزاشت کئے بغیر آپؓ دین کی اشاعت اور جماعت کی تربیت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ہر ممکن کوشش کی کہ سلسلہ کی تبلیغ کا کام کبھی نہ رکے اور اس کے لئے کسی بھی قسم کی قربانی سے کبھی دریغ نہ کیا اور پھر ساتھ ساتھ ذہنی، علمی اور روحانی صلاحیتوں میں بھی جلد جلد بڑھتے رہے، تحریر و تقریر کا ملکہ بھی ترقی پکڑتا گیا۔ کیا اپنے کیا بیگانے سب متاثر ہوئے بنا نہ رہتے تھے۔ ماہنامہ تشحیذ الاذہان کے مضامین اور خلافت اولیٰ میں تربیتی اور دینی مسائل پر تقاریر اس بات کا منہ بولتا ثبوت تھیں کہ اس میں خدا کی روح ہے۔ دنیا آج بھی ان علوم کے انوار کو پڑھتی ہے تو یاد کرتی ہے۔

پھر جہاں جماعت بھی اللہ کے فضل سے روز بروز پھیل رہی تھی اور ترقی کر رہی تھی وہاں یہ محسوس کیا گیا کہ اب تشحیذ کے ساتھ ساتھ جماعت کا اپنا ایک اخبار بھی ہو جس کے ذریعہ مرکز اور جماعت کے درمیان ایک مضبوط رابطہ قائم ہو۔ آپؓ کی اس حوالہ سے ذاتی فکر اور محنت

آخر یہاں بھی رنگ لے آئی مگر اس بار ایک بے نظیر ایثار اور قربانی کی سچی داستان بھی رہتی دنیا تک چھوڑ گئی اور یہاں بھی دنیا چپ نہیں رہ سکے گی اور ممنون ہوتے ہوئے بولے گی کہ اے فضل عمر! تجھ کو جہاں یاد کرے گا۔ آپ کی اور آپ کے خاندان کی اس بے مثال قربانی کے نتیجہ میں وہ دن آگیا کہ جب جون 1913ء میں ''الفضل'' کے نام سے مرکزی روزنامہ جاری ہو گیا اور خدا کے فضلوں کا منادی ہوا جو مختلف حالات سے گزرتے ہوئے ''روزنامہ الفضل، ربوہ'' کے طور پر خلافت احمدیہ کی آواز اور پیامبر بنا رہا اور آج پھر سے دنیا کی ترقی کی دوڑ میں شامل ہوتے ہوئے آن لائن ''روزنامہ الفضل، لندن'' کے نام سے جاری ہو رہا ہے جس کی اپنی ایک ویب سائیٹ بھی ہو گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کے اجراء کے لئے جو قربانیاں دیں وہ اس اخبار کی اہمیت کو اور بھی واضح کر دیتی ہیں کہ کس کس طرح پر حضرت فضل عمرؓ نے خدا کے فضل کے نتیجہ میں جو آپؓ کے ساتھ تھا اس الفضل کا بیج بویا اور پھر اس کی آبیاری کے لئے کیسی کیسی قربانیاں پیش کیں۔ جو آج تک اس کے فضلوں کا منادی ہے۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 12 دسمبر 2019ء)

﴾20﴿

اے فضل عمرؓ! تجھ کو جہاں یاد کرے گا

”اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا“

قسط2

(لقمان احمد کشور۔لندن)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی کی اس دنیا میں تشریف آوری کی خبر امام آخر الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان پیشگوئی میں دی گئی تھی جو اپنے اندر اس آنے والے وجود کی کئی خوبیاں بیان کر رہی تھی۔ کہیں تو اس وجود کی ذات بابرکات کے متعلق یہ منادی تھی کہ ”اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا“ اور کہیں اس کی ذہانت اور فہم کا اعلان کرتے ہوئے یہ خبر دی جا رہی تھی کہ وہ ”علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا“۔ گویا اس فرزند دلبند گرامی ارجمند کا آنا کوئی معمولی نہ تھا بلکہ اس کا نزول بہت مبارک ہونا تھا اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہونا تھا گویا وہ نور کی آمد تھی نور کی۔

حضرت مصلح موعودؓ اس پیشگوئی کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہؐ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں۔ اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں“

پھر فرمایا:

”خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔ اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریمؐ کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت

کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے۔"

نیز فرمایا:

"یہ وہ آواز ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی اور اسلام دنیا پر غالب آکر رہے گا"

(الموعود صفحہ 210)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؓ نے آپ کی بچپن کی ایک تقریر سن کر جو الفاظ کہے وہ پیش خدمت ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں:

"برج نبوت کا روشن ستارہ، اوج رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ اللہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا، میں ان کی تقریر خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں، فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں"

ذیل میں چند ایسے ہی واقعات پیش ہیں جن سے حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت مزید نمایاں ہو کر چمکتی ہے:

دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کا ادب

مکرم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"(ڈلہوزی کے قیام کے دوران) ایک دن خاکسار، مولانا ابوالمنیر نور الحق صاحب اور صاحبزادہ میاں عباس احمد صاحب سیر کرتے ہوئے ڈلہوزی کے ایک راؤنڈ پر جا رہے تھے کہ سامنے دیکھا کہ فرقہ رادھا سوامی کے گرو سردار ساون سنگھ صاحب اپنے فرقہ کی گرنتھ کا درس دے رہے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ہم بھی یہ گرنتھ سنیں تا معلوم ہو کہ یہ فرقہ کیا ہے؟ اس کے کیا عقائد ہیں؟ ہم

بھی مکان کے اندر چلے گئے اور ان کا درس سننے لگے۔ درس کے دوران گرو صاحب نے حضرت نوحؑ کے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال کئے کیونکہ بائبل میں انبیاء کے متعلق کئی نامناسب باتیں پائی جاتی ہیں ...... اس پر خاکسار کھڑا ہو گیا اور گرو صاحب کو کہا کہ ...... حضرت نوحؑ خدا کے ایک مقدس رسول تھے ان کے بارے میں اس رنگ میں ذکر مناسب نہیں تھا اس پر گرو صاحب نے کہا تم کس حیثیت سے اعتراض کر رہے ہو؟ پھر کہنے لگے "تو اندر گیا ویں؟" یعنی کیا تم اندر گئے ہو؟ بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ کیا تم کشف وغیرہ کا روحانی تجربہ رکھتے ہو؟ لیکن ان کی اس خاص اصطلاح سے خاکسار ناواقف تھا۔ میں نے حیران ہو کر ان کے کمروں کی طرف نظر ڈال کر پوچھا "کیھڑے اندر" اس پر گرو صاحب برافروختہ ہو گئے کہ تم مذاق کرتے ہو...... میں مرزا صاحب کے پاس تمہاری رپورٹ کروں گا۔ اس کے بعد مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے اٹھ کر کچھ کہا تو گرو صاحب نے کہا تم کون ہو؟ کیا تم نے تارا دیکھا ہے؟ ابراہیم نے تو تارا دیکھا تھا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ میں تو روز ہی رات کو تارے دیکھتا ہوں۔ اس پر گرو صاحب پھر ناراض ہو کر کہنے لگے۔ تم بھی مذاق کرتے ہو۔ بیٹھ جاؤ۔ اس پر صاحبزادہ میاں عباس صاحب نے کھڑے ہو کر کہا۔ گرو صاحب! آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مذہب کے علاوہ دنیا کا کوئی اور مذہب ہمیں روحانیت کا راستہ نہیں دکھاتا۔ حالانکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ کامل روحانیت کا راستہ دکھاتا ہے۔ گرو صاحب نے انہیں بھی کچھ کہنے کی اجازت نہ دی اور ہم اس مجلس سے اٹھ کر آ گئے۔

اگلے دن جمعہ تھا۔ ہمیں یہ خیال نہیں تھا کہ گرو صاحب سچ مچ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ہماری شکایت کریں گے۔ پتہ اس وقت لگا جب حضورؓ نے ہم تینوں پر خطبہ میں ناراضگی کا اظہار شروع کر دیا۔ فرمایا کہ یہ ان کا مذہبی درس تھا۔ ان کا کیا حق تھا کہ وہ ان کی محفل میں جا کر اعتراضات کرتے وہ کوئی پبلک جلسہ تو نہیں تھا...... جمعہ ختم ہوا تو مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب مجھے کان میں کہنے لگے کہ بشارت صاحب! یہ تو خطبہ جمعہ تھا۔ اب دیکھنا کہ ہمارا کیا حال ہوتا ہے۔ بس تیار ہو جاؤ۔ میں نے انہیں کہا کہ حضورؓ نے سب سے پہلے آپ کی طرف رخ کرنا ہے۔ بس اس وقت

حضور کا رخ میری طرف کر دیں۔ اتنے میں حضور نے فوراً ہی مولوی نور الحق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آخر آپ کو کیا ہو گیا تھا کہ آپ ان کے درس میں مخل ہوئے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ بشارت صاحب آپ کو ساری بات سنا دیں گے۔ فرمایا کہ اچھا اپنا ماجرا سنا لو۔ کیا ماجرا ہوا تھا؟ میں نے من و عن سارا واقعہ سنانا شروع کر دیا۔ جب میں نے یہ بیان کیا کہ مجھ سے پوچھا تھا۔ ''تو اندر گیاویں'' تو میں نے ان کے کمروں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور کہا کہ کیھڑے اندر؟ اس پر حضورؓ کھکھلا کر ہنس پڑے۔ پھر فرمانے لگے کہ یہ ان کا خاص محاورہ ہے۔ ان کی یہ مراد تھی کہ کشف وغیرہ کا تمہیں تجربہ ہے؟ اب میرا مطلب حل ہو چکا تھا۔ میں صرف حضور کا (Mood) بدلنا چاہتا تھا...... فرمانے لگے کہ ان کا کوئی نوجوان میرے درس میں آ کر اعتراضات کرنے لگے تو بتاؤ تمہارا ردعمل کیا ہو گا؟ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور! آئندہ ایسی غلطی ان شاء اللہ نہیں ہو گی۔ اس پر حضورؓ نے ہمیں رادھا سوامی مذہب کی تفصیل بتانی شروع کی''

(خالد فروری 91ء صفحہ 40)

پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا

قادیان دارالامان کا واقعہ ہے۔ بٹالہ میں احمدی اور غیر احمدی علماء کا مناظرہ تھا...... بٹالہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت بہت تھی اس لئے دیگر قریبی جماعتوں کے احمدی احباب مناظرہ میں شمولیت کی غرض سے بٹالہ پہنچے ہوئے تھے۔ گرمی کے ایام تھے۔ اہل بٹالہ نے حسب عادت بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور دکانداروں کو احمدی احباب کو کھانے پینے کی چیزیں دینے سے روک دیا گیا۔ رات عشاء کی نماز کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کو قادیان میں رپورٹ پہنچی کہ بٹالہ میں جماعت کے دوست باغ میں مقیم ہیں اور انہیں کھانا نہیں ملا۔ یہ خبر سنتے ہی حضورؓ بے چین ہو گئے۔ ابھی آپ نے خود بھی کھانا نہ کھایا تھا اسی وقت محترم مولانا مولوی عبد الرحمٰن صاحب فاضل جو مقامی جماعت کے پریذیڈنٹ تھے، کو بلایا۔ مکرم ملک محمد عبد اللہ صاحب فاضل بھی ساتھ تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم بیت مبارک کی بالائی چھت پر پہنچے تو حضور بڑے اضطراب میں ٹہل رہے تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی حضور نے محترم مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی رپورٹ ملی ہے کہ بٹالہ میں

اپنے دوستوں کو کھانے کی تکلیف ہے۔ ہم نے حضور کے اس ارشاد کو اچھی طرح نہ سمجھتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! صبح ہوتے ہی اس کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے تمام رات جاگنا پڑے گا۔ ان الفاظ کو سنتے ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور عرض کیا کہ حضور! ابھی انتظام کرتے ہیں۔ اس وقت رات کے دس بجے تھے۔ ساری رات انتظام کیا گیا۔ احباب کو بٹالہ میں حضور کے اس اضطراب کا علم ہوا تو عجیب کیفیت تھی۔ محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے اسی وقت جیپ کار کو جو سامان لے کر گئی تھی قادیان واپس کیا تا حضورؓ کو اطلاع کی جائے۔ دوسرے دن علم ہوا کہ حضورؓ رات کو ہماری رپورٹ کا انتظار ہی فرما رہے تھے اور اس رپورٹ کے بعد ہی آپ نے کھانا کھایا“

(الفضل 26 مارچ 1966ء)

وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا

مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز تحریر فرماتے ہیں:۔

”شجاع آباد میں کئی دفعہ مشہور احراری لیڈر قاضی احسان احمد صاحب جو اس وقت نو عمر تھے، میرے پاس آیا کرتے تھے۔ دو تین دفعہ انہوں نے کہا کہ آپ کے خلیفہ صاحب اس قدر ذہین ہیں اور ان کا دماغ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہماری سکیمیں فیل کر دیتے ہیں“

(الفضل 20 مارچ 1966ء)

ایک تاریخی عہد

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعودؑ کے آخری لمحے تھے اور آپؑ کے گرد مردہی مرد تھے...... میں وہاں کھڑا ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی آنکھ کھولتے اِدھر اُدھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے...... کئی دفعہ آپؑ نے اسی طرح کیا۔ آخر آپ نے زور لگا کر...... سرہانے کی طرف دیکھا۔ نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑی تو مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپؑ نے آنکھیں بند

کر لیں آخری سانس لیا اور وفات پا گئے۔ آپؑ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہو گا؟ اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہو گا؟ تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس (19) سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا:

"اے خدا! میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے۔ میں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا"

(سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل صفحہ 178)

حضورؓ کو الٰہی علم تفسیر عطا ہونا

"میں ابھی چھوٹا سا تھا کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے...... اس میں سے ٹن کی آواز آئی پھر وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی پھر مجسم ہوئی پھر وہ ایک فریم بن گئی پھر اس میں ایک تصویر بنی پھر وہ تصویر متحرک ہو گئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر میرے سامنے آیا اور اس نے کہا میں خدا تعالیٰ کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھانے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھانی شروع کی۔ جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ اس آیت سے آگے نہیں بڑھیں۔ کیا میں آپ کو آگے بھی سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں! چنانچہ اس نے مجھے اگلی آیات کی بھی تفسیر سکھا دی۔ جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت فرشتہ کی سکھائی ہوئی باتوں میں سے کچھ باتیں مجھے یاد ہیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا دوسرے دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے میں نے اس رویا کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے کچھ باتیں یاد ہیں مگر میں نے ان کو نوٹ نہ کیا اور اب وہ میرے ذہن سے اتر گئی ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ پیار سے فرمانے لگے کہ آپ ہی تمام علم لے لیا کچھ یاد رکھتے تو ہمیں بھی سناتے۔ یہ رویاء اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے

دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا ایک خزانہ رکھ دیا ہے۔ چنانچہ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا کبھی کسی ایک موقعہ پر بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سورۂ فاتحہ پر غور کیا ہو یا اس کے متعلق کوئی مضمون بیان کیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سے نئے معارف اور نئے سے نئے علوم مجھے عطا نہ فرمائے گئے ہوں۔"

(تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 78)

تفسیر کبیر بھی بلا معاوضہ حاصل نہ کی

آپ نے تفسیر کبیر پر دن رات محنت کی اور پھر اس کی اشاعت کے لئے ہزاروں روپیہ اپنی طرف سے عطا فرمایا۔ اس کے باوجود بھی آپ نے ایک نسخہ بھی بلا معاوضہ وصول نہ فرمایا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"ہر احمدی باپ کا فرض تھا کہ اپنی اولاد کے لئے تفسیر کبیر خرید تا۔ میں نے خود اپنی ہر لڑکی اور ہر لڑکے سے دریافت کیا کہ انہوں نے تفسیر خریدی ہے یا نہیں؟ اور جب تک ان سب نے نہیں خریدی مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ میں نے تو خود سب سے پہلے اسے خرید ااور حق تصنیف کے طور پر اس کا ایک نسخہ لینا پسند نہیں کیا کیونکہ میں اس پر اپنا کوئی حق نہ سمجھتا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے علم خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ وقت بھی اسی نے دیا ہے اور اسی کی توفیق سے میں یہ کام کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ پھر میرا اس پر کیا حق ہے؟ اور میرے لئے یہی مناسب ہے کہ خود بھی اسے اسی طرح خریدوں جس طرح دوسرے لوگ خریدتے ہیں...... یہ تفسیر ایک بہترین تحفہ ہے جو دوست دوست کو دے سکتا ہے۔ ایک بہترین تحفہ ہے جو خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو دے سکتی ہے۔ باپ بیٹے کو دے سکتا ہے۔ بھائی بہن کو دے سکتا ہے۔ یہ بہترین جہیز ہے جو لڑکیوں کو دیا جا سکتا ہے"

(سوانح فضل عمر جلد سوم صفحہ 161)

جماعت سے گہری محبت

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (سابق امیر جماعت احمدیہ امریکہ) بیان کرتے ہیں:

''آپ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپ حمائل شریف لے کر برآمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔ یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو...... میں نے کئی مرتبہ جب جماعت کسی سخت دور سے گزر رہی، ہوتی آپ کو ساری ساری رات بغیر ایک منٹ آرام کئے دیکھا ہے اور آپ کام کرتے کرتے اٹھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے''

(الفضل 16 فروری 2000ء)

سنت نبویؐ کی پیروی کا شوق اور استادوں کا ادب

حضرت مصلح موعودؓ نے 5 جون 1929ء سے 30 ستمبر 1929ء سفر کشمیر اختیار فرمایا۔ اس دوران ایک روز آپ بذریعہ موٹر حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ اور صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو ساتھ لے کر خواجہ کمال الدین صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جو نشاط باغ کے آگے سرینگر سے 500 فٹ کی بلندی پر خیمہ میں رہائش پذیر تھے۔ حضورؓ ایک گھنٹہ تک خواجہ صاحب کے پاس تشریف فرما رہے۔ حضور اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسلامی سنت کو پورا کرنے کے لئے اور اس وجہ سے کہ میں چھوٹا تھا اور مدرسہ میں پڑھتا تھا خواجہ صاحب نے تین چار دن مجھے حساب پڑھایا تھا اور اس طرح وہ میرے استاد ہیں۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ موقع کے لحاظ سے ان کی بیماری کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 161)

مظلومین کشمیر کی فوری اعانت

ایک مشہور لیڈر مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاء سابق مفتی اعظم پونچھ اپنے منظوم کتابچہ ''نوحہ کشمیر'' میں لکھتے ہیں:

''بآغازِ تحریک آزادی کشمیریوں کی طرف سے زعماء ہندوستان کی خدمت میں خطوط بھیجے گئے جن میں ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال صاحب (شاعر مشرق)، جناب شیخ صادق حسین صاحب امرت سری، امام جماعت احمدیہ اور خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی شامل ہیں اور کہا گیا کہ مظلوموں کی مدد کیجئے۔ (امام جماعت احمدیہ کے سوا) سب کی طرف سے یہ جواب آیا کہ آپ نے ایسے خطرناک کام میں کیوں ہاتھ ڈالا اور بس۔ صرف امام جماعت احمدیہ کی طرف سے یکمشت ایک خطیر رقم مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے موصول ہوگئی۔''

ایک مظلوم کی بروقت امداد

مکرم نورالدین صاحب ولد مفتی ضیاء الدین صاحب آف سرینگر کا بیان ہے کہ مس عشبی انچارج سوپور مشن نے مجھ پر دعویٰ کیا کہ میرے نابالغ بھائی شمس الدین اور میری ہمشیرہ عائشہ کی (جو اب بالغ ہو چکی ہے) وہ میرے والد صاحب مرحوم کی کسی وصیت کی رو سے گارڈین ہے۔ حالانکہ قبل از وفات میرے والد صاحب اس وصیت کو منسوخ کر چکے تھے۔ میں علماء گدی نشینوں اور لیڈروں کے پاس امداد کے لئے گیا لیکن کسی نے میری مدد نہ کی۔ اور عیسائیوں نے بذریعہ عدالت میرے چھوٹے بھائی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد عیسائیوں نے میری ہمشیرہ کے حصول کے لئے کوشش کی۔ جب میں نے سب طرف سے اپنے آپ کو بے یارومددگار پایا تو میں نے اس کسمپرسی کی حالت میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے حضور امداد کے لئے درخواست کی۔ گو میں سنّی ہوں اور جماعت احمدیہ کے خیالات وعقائد سے متفق نہیں لیکن انہوں نے بروقت امداد فرمائی اور بذریعہ ایڈیٹر ''اصلاح'' مقدمہ کا خرچہ ارسال فرمایا...... عیسائیوں کی اپیل خارج ہوگئی۔ اس جگہ میں اسلامی تعلیم کے مطابق اپنے محسن امام جماعت احمدیہ کا

شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک بے بس اور مظلوم کی بروقت امداد فرمائی۔"

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 صفحہ 443 وصفحہ 631)

اب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں جو خبر دی تھی خدا تعالیٰ ہمیشہ ان خبروں کو پورا کرنے کے لئے آپ کی تائید فرماتا رہا۔ وہ ہر لمحہ آپ کے ساتھ رہا۔

اجمالی خاکہ

100 کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات

311 خانہ ہائے خدا کی بیرونی ممالک میں تعمیر

46 ممالک میں احمدیہ مشن ہاؤسز کا قیام

164 واقفین زندگی کو بیرون ممالک دعوت الی اللہ کے لئے بھجوانا

16 زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت

24 ممالک میں 74 تعلیمی مراکز کا قیام

28 دینی مدرسوں اور 17 ہسپتالوں کا قیام

225 کتب ورسائل کی تصنیف

10 ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر وتشریح

علم ودانش پر محیط آپ کی تقاریر وتصانیف کو اگر کیٹیگری کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ کچھ یوں بنتی ہیں:

☆ دینی ومذہبی تصانیف

☆ دعوت الی اللہ اور اصلاح واخلاق سے متعلقہ کتب وتقاریر

☆ سیاسی، اقتصادی، عمرانی مسائل پر ارشادات وخطابات

☆ تاریخی اور سوانحی تصانیف

☆دہریت اور عیسائیت کے بارے میں تصانیف

☆ہندومت، آریہ دھرم اور سکھ پنتھ کے بارہ میں تصانیف

☆فلسفیانہ تصانیف

☆تصوف اور الہامات سے متعلقہ تصانیف

☆مخالفین رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اعتراضات اور جوابات

☆تحریک کشمیر پر اور خواتین کے مسائل پر تقاریر و تصانیف

☆قیام واستحکام پاکستان کے بارہ میں ہدایات ور ہنمائی۔

ان موضوعات پر کتابوں کی مختصر فہرست کچھ اس طرح سے ہے:

ذکر الٰہی، عرفان الٰہی، تقدیر الٰہی، نجات کی حقیقت، ملائکۃ اللہ، حقیقۃ النبوۃ، آئینہ صداقت، منصب خلافت، برکات خلافت، انوار خلافت، تحفۃ الملوک، دعوۃ الامیر، تحفہ شہزادہ ویلز، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، صداقتِ اسلام، اسلام میں اختلافات کا آغاز، واقعات خلافت علوی، فرعون موسیٰ، گوشت خوری، نہرورپورٹ پر تبصرہ، ترک موالات اور احکام اسلام اور ایسی ہی بے شمار دوسری کتب۔

تفسیر کبیر

جہاں تک تفسیر کبیر کا تعلق ہے تو وہ تو علوم و معارف، حقائق ودقائق، لطائف و نکات اور ادلّہ وبراہین کا ایک بحر زخّار ہے۔ اس تفسیر کے مضامین و نکات سرور و کیف اور علم و معرفت کے ایک اور ہی عالم سے آگہی بخشتی ہے۔

مثلاً ترتیب آیات اور ترتیب سُوَر، من و سلویٰ کی حقیقت، حضرت موسیٰؑ کی ہجرت اور گزرگاہ، اصحاب کہف، اصحاب رقیم، عرش الٰہی کی تشریح، محکمات و متشابہات، پرانی اقوام کے متعلق نئی تحقیق، ترتیب نزول اور موجودہ ترتیب میں اختلاف کی حکمت، پیدائش عالم، تخلیق آدم، آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا رفیع الشان مقام، مسئلہ ارتقاء، مستقبل کی پیش خبریاں، فلسفہ حلت و حرمت،

قرآنی تمثیلات واستعارات کی پر حکمت تشریح، مقطعات، جن وانس کی حقیقت، شیطان اور سجدہ آدم، ذوالقرنین کے متعلق تحقیق اور قرآنی قسموں کی فلاسفی وغیرہ۔

آپ فرماتے ہیں:

''وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلۂ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس خدمت دین کی توفیق دی۔''

پھر فرمایا:

''مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے، مجھے لاکھ برا بھلا کہے جو شخص (دین حق) کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اُسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا۔''

(خلافت راشدہ صفحہ 254، 256)

اس تفسیر کبیر کے بارہ میں مولوی ظفر علی خان (متعصب مخالف اور سخت دشمن) تحریر کرتے ہیں:

''احراریو! کان کھول کر سن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔''

(ایک خوفناک سازش صفحہ 196)

تحریکات

آپ کی جاری کردہ مختلف تحریکات کی مختصر فہرست بھی پیش ہے جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اس کے ساتھ خدا تھا:

- 1917ء تحریک وقف زندگی

- 1919ء صدر انجمن کی نظارتوں کا قیام
- 1922ء مجلس شوریٰ کی ابتداء
- 1923ء شدھی کے خلاف جہاد کا اعلان
- 1928ء خصوصی جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کی تحریک
- 1934ء تحریک جدید کی عظیم تحریک۔ جس کے ذریعہ جماعت احمدیہ (دین حق) کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے اپنی تمام جان کے ساتھ کوشاں ہے۔
- 1943ء مجلس افتاء کا قیام
- 1944ء وقف جائیداد کی تحریک
- 1944ء مشہور زبانوں میں ترجمہ قرآن اور لٹریچر کی اشاعت کی تحریک
- 1948ء فتنہ صہونیت کے مقابلہ کی تحریک۔ جب آپ نے ''الکفر ملۃ واحدۃ'' لکھ کر مخالفین اسلام کے متعلق مسلمانوں کو بیدار و خبر دار کرنے کی کوشش فرمائی۔
- 1952ء خلافت لائبریری کا قیام۔ جو تشنہ کاموں کے لئے سیرابی کا کام دے رہی ہے۔
- 1957ء وقف جدید کی تحریک۔ جس نے پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں تربیت کا بہترین کام کیا اور اب یہ عالمی طور پر کام کر رہی ہے۔
- 1957ء میں ادارۃ المصنّفین کا قیام
- 1958ء صد سالہ جوبلی منانے کی تحریک

خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کا قیام۔ استحکام خلافت اور اس کے لئے انتخاب خلافت کمیٹی کا قیام سب جماعتی نظام میں مضبوط کڑیاں اور ارکان ثابت ہوئے۔

اب اس کے بعد حضرت مصلح موعود کے بعض کارنامے تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں:

بیت الفضل لندن 1924ء کی تعمیر پر 19 اکتوبر کے روز آپؓ نے فرمایا:

''یہ ایک عظیم الشان کام ہے جس کے نیک اثرات نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوتے رہیں گے اور تاریخیں اس کی یاد کو تازہ رکھیں گی۔ وہ بیت ایک مرکزی نقطہ ہو گی جس میں سے نورانی شعاعیں نکل کر تمام انگلستان کو منور کر دیں گی''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 457)

جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کے انعقاد کا سہرا

1928ء کے سال میں بعض بدزبان اور دریدہ دہن لوگوں نے پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اپنے خبث باطن کا اظہار کیا چنانچہ ایک آریہ سماجی راجپال نامی نے ''رنگیلا رسول'' نامی کتاب لکھی جس پر حکومت وقت کی طرف سے مقدمہ چلا اور اسی اثناء میں امر تسر کے ہندو اخبار ''ورتمان'' نے ایک بے حد دل آزار مضمون شائع کیا۔

جس پر رسول کریم ﷺ کے اس سچے عاشق کا دِل ماہی بے آب کی طرح تڑپا اور دل کا درد ان سسکتے ہوئے لفظوں میں ڈھلا:

''ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہماری اولادوں کی جانیں حاضر ہیں۔ جس قدر چاہیں ہمیں دکھ دے لیں۔ لیکن خدارا نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی ﷺ کو گالیاں دے کر آپ کی ہتک کر کے اپنی دنیا و آخرت کو تباہ نہ کریں...... ہماری جنگل کے درندوں اور زمین کے سانپوں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں سے صلح نہیں ہو سکتی جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والے ہیں''۔

(الفضل 10 جون 1927ء)

پے درپے ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے آپ کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ پورے برصغیر میں جلسہ ہائے سیرۃ النبیؐ کا انعقاد کیا جائے اور اس ذریعہ سے اس زہر کا تریاق کیا جائے جو آنحضرتؐ کے خلاف پھیلایا جا رہا ہے۔

چنانچہ 1928ء میں ان مقدس جلسوں کا آغاز ہوا۔ جس کی ایک جھلک اخبار کشمیری لاہور نے 28 جون 1928ء کی اشاعت میں رقم کی، لکھتا ہے:

" 17 جون کی شام صاحبان بصیرت کے لئے اتحاد کا بنیادی پتھر تھی۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے پیارے نبی کے اخلاق بیان کر کے ان کو ایک عظیم الشان ہستی اور کامل انسان ثابت کر رہے تھے"

اس کے بعد جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ ایک مستقل رنگ اختیار کر گیا۔

"اسلام میں اختلافات کا آغاز"

26 فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر شعبہ تاریخ سید عبد القادر کی زیر صدارت حضرت مصلح موعودؓ نے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے نہایت عمدگی اور ذہانت سے یہ امر ثابت کیا کہ ابتدائی دور کے فتنوں کے تار یہود و منافقین سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور صحابہ رسول ﷺ ان تمام الزامات سے کلیۃً بری الذمہ ہیں۔

پروفیسر عبد القادر صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا:

"یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شدبد ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس ملک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں...... انہوں (مراد حضرت المصلح الموعود) نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے نہیں گزرا ہوگا"

(پیش لفظ۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز)

تحریک شدھی

20ویں صدی کے پہلے ربع میں یوپی کے علاقوں میں راجپوت مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم بڑے زور سے یہ کہتے ہوئے شروع ہوئی مگر حضرت مصلح موعودؓ کی خاص مدبرانہ صلاحیتوں اور قیادت کے نتیجہ میں یہ تحریک کلیۃً ناکام و نامراد ہو گئی بلکہ اس معرکہ نے ہندوؤں کو جماعت احمدیہ کی زبردست اور بے پناہ تبلیغی اور تنظیمی طاقت و قوت کا پورا پورا احساس کرادیا۔

چنانچہ اخبار تیج دہلی نے لکھا:

”احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پاکر ہمیں بالکل جھلس دے گی“

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ 372)

تحریک کشمیر

اسی قادر، علیم و خبیر خدا نے اسیروں کی رستگاری کے موجب بننے کے بھی سامان پیدا کئے۔

25جولائی 1931ء کو شملہ میں مسلمان زعماء کا ایک اجلاس ہوا جس میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور عہدہ صدارت علامہ اقبال، خواجہ حسن نظامی اور سید حبیب مدیر سیاست نے باصرار آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

آپ کی ولولہ انگیز قیادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانان کشمیر جو ادنیٰ ادنیٰ حقوق سے بھی محروم تھے اور محکومی و غلامی میں گرفتار تھے۔ آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے۔ ان کے سیاسی، معاشی حقوق تسلیم کئے گئے۔ ریاست میں پہلی دفعہ اسمبلی قائم ہوئی اور تحریر و تقریر کی آزادی کے ساتھ انہیں مناسب نمائندگی ملی اور کشمیری قوم ایک دہکتے ہوئے تنور سے نکل کر سکھ کا سانس لینے لگی چنانچہ اس بے مثال کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے اخبار سیاست نے 18 مئی 1933ء کی اشاعت میں لکھا۔

’’جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی اس زمانہ میں جن لوگوں نے مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلاف عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا تو تحریک بالکل ناکام رہتی اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا‘‘

شیخ عبد اللہ (شیر کشمیر) نے حضور انور کی خدمت میں لکھا:

’’نہ میری زبان میں طاقت ہے اور نہ میرے قلم میں زور اور نہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئی کارکن مولانا دردؔ، سید زین العابدین صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کر سکوں۔

یقیناً اس عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک بے کس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا ہے صرف خدائے لایزال سے ہی مل سکتا ہے‘‘۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد6 صفحہ 601-602)

ایک اور خط میں لکھا:

’’مجھے امید رکھنی چاہیے کہ آپ نے جس ارادے اور عزم کے ساتھ مسلمانان کشمیر کے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد فرمائی ہے۔ آئندہ بھی اس سے زیادہ کوشش اور زیادہ توجہ سے جاری رکھیں گے

میں ہوں آپ کا تابعدار
شیخ محمد عبد اللہ‘‘

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد6 صفحہ 529)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

’’اگر کوئی شخص واقعہ میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اسلام کے غلبہ اور اس کی اشاعت کے لئے جس قدر کام کئے وہ نعوذ باللہ لغو ہیں اور اسلام کو ان کی بجائے کسی اور رنگ میں کام کرنے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ تم میدان میں آؤ اور کام کر کے دکھاؤ اگر تمہارا کام

اچھا ہوا تو دنیا خود بخود تمہارے پیچھے چلنے لگ جائے گی لیکن اگر ایک جماعت ایسی ہو جو صرف اعتراض کرنا ہی جانتی ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا لاوارث نہیں ہے اس دنیا کا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے۔ وہ مجھ پر اعتراض کرسکتے ہیں وہ میرے خلاف ہر قسم کے منصوبے کرسکتے ہیں وہ مجھے لوگوں کی نگاہ سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے الزام لگا سکتے ہیں مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں میرے خدا کے زبردست ہاتھ سے نہیں بچ سکتے لیکن میں اس خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا اور ہر شخص جو میرے مقابلہ پر کھڑا ہو گا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا...... خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں مجھے کتنا بھی برا سمجھیں بہرحال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے آج نہیں، آج سے چالیس، پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ میں بے شک اس وقت موجود نہیں ہوں گا مگر جب اسلام اوراحمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مؤرخ اس بات پر مجبور ہو گا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ میں سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا۔ ایک بہت بڑا خلا واقع ہو جائے گا جسے پُر کرنے والا اسے کوئی نہیں ملے گا"

(تقریر سالانہ جلسہ 28دسمبر 1961ء)

اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ مسیح الزمانؑ کے ہاں پیدا ہونے والے اس موعود میں جو مصلح موعود تھا کس شان سے وہ نشانیاں پوری ہوئیں جو اس کی ولادت سے قبل پیشگوئی کے ذریعہ اس دنیا پر ظاہر کر دی گئی تھیں۔ وھوالمقصود

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴾21﴿

"اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"

(پیشگوئی مصلح موعود کی ایک علامت)

لفظ رَستگار کا صحیح تلفظ

(محترم شیخ محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ)

(مرسلہ: مستجاب قاسم، کینیڈا)

1. یہ لفظ رَستگار۔ را کے زبر سے ہے۔ را کے پیش سے اسے رُستگار بولنا یا لکھنا غلط ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے۔ رستن۔ رہا ہونا۔ نجات پانا۔ رَست۔ ماضی۔ گار۔ علامت اسم فاعل بمعنی والا یا لائق۔ پس رَستگار بمعنی چھوٹنے والا یا چھوٹنے کے لائق۔
2. رُستن را کے پیش سے بمعنی اُگنا۔ اس سے رُستگار نہیں آتا۔ البتہ رَستخیز اور رُستخیز: (رہا ہونا۔۔ اٹھنا) بمعنی قیامت دونوں طرح درست ہے۔ لیکن رَستگار را کے زبر سے ہی درست ہے نہ کے پیش سے۔

(الفضل، 7 جنوری 1966ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴾22﴿

اخلاقِ محمودؓ

(شیخ مجاہد احمد شاستری۔ قادیان)

اخلاق کو انسان کی زندگی میں جو اہمیت حاصل ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ تاریخ میں ایسی قوم کی مثال نہیں ملتی جس میں نیکی و بدی کا سرے سے کوئی تصور نہ پایا جاتا رہا ہو۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ سچائی، خیر پسندی اور دیانت داری انسان کی مطلوب صفات ہیں۔ انسانی ضمیر کے لئے یہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ وہ ایفائے عہد کے مقابلے میں مکر و فریب کو، ایثار و قربانی کے مقابلے میں خود غرضی کو اور جذبہ اخوت و ہمدردی کے مقابلہ میں بغض و حسد اور ظلم و ستم کو بہتر سمجھنے لگے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اخلاق کا تعلق انسان کے ارادہ و اختیار سے ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں حقیقی حسن و خوبی اخلاق سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اخلاق سے عاری ہونے کے بعد انسان کے پاس کوئی قابل قدر شئ باقی نہیں رہتی۔

اخلاق در حقیقت ایک عالمگیر اور آفاقی اصول کا نام ہے وہی ہماری باطنی زندگی کا قانون بھی ہے اور اس کے ذریعہ ہی انسان کی اندرونی زندگی میں توازن اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں ہم آہنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اخلاق کے ذریعہ ہی آدمی کی تکمیل ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ انسانی زندگی کی تشکیل بھی، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخلاقی قدروں کا لحاظ زندگی کے تمام گوشوں میں مطلوب ہے۔

اخلاق ''خلق'' کی جمع ہے، جس کے معنٰی خصلت، عادت اور طبیعت کے ہیں۔ اصطلاح میں اخلاق سے مراد وہ خصائل و عادات ہیں جو انسان سے روزمرہ اور مسلسل سرزد ہوتے رہتے ہیں اور یہی عادات و خصائل رفتہ رفتہ انسانی طبیعت کا جزو بن کر رہ جاتے ہیں جسے انسان دوسرے کے

لیے تمثیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اگر یہ عادات اچھی ہوں تو ”اخلاق حسنہ“ اور اگر بُری ہوں تو ”اخلاق سیئہ“ کے طور پر جانی جاتی ہیں۔

اس مضمون میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق عالیہ کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان اخلاق عالیہ کو اپنے سامنے رکھیں اور ان اخلاقِ حسنہ پر گامزن ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حلیہ مبارک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آپ ایک کوہ وقار تھے، وفا کے پتلے، جرأت کا ایک نشان، عدل و انصاف کے بے لاگ ترازو لطیف احساسات کے آبگینے۔ سب زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے بڑھ کر حلیم، غیور، ہمدرد، شفیق و مہربان، قانع، متوکل، مہمان نواز وسیع حوصلہ، وسیع خیال، مردم شناس، ہر صاحب فضیلت کا اکرام کرنے والے، ہر تہی دست پر لطف و عنایت کی نظر رکھنے والے، صاحب لطافت و ظرافت، نجیب و نظیف، علوم ظاہری و باطنی سے پر ایک باکمال ادیب اور بلند پایہ شاعر ایک ماہر فن طبیب، تجربہ کار ہومیوپیتھ، ایک عظیم مصنف، ایک بے بدل مقرر، ایک لاجواب منتظم، مورخ، مدبر، مفکر، عالمی سیاست کا گہرا ادراک رکھنے والے۔۔ آپ کا رنگ کھلا ہوا گندمی اور چہرہ مردانہ حسن سے مرقع تھا۔ کشادہ پیشانی، ستواں ناک، روشن بڑی بڑی آنکھیں جو عموماً نیم باز رہتی تھیں لیکن گردوپیش کے ہر اونچ نیچ حرکت و سکون سے پوری طرح باخبر ہوتی تھیں۔ جب آنکھ اٹھا کر بھرپور نگاہ سے دیکھتے تھے تو وہ پر تاثیر نظر بے روک ٹوک دل کی گہرائی تک اتر جاتی تھی۔ ایسے مواقع پر بسا اوقات ایسا احساس ہوتا تھا۔ جیسے اندھیرے میں راستہ چلتے اچانک کسی ٹارچ کی بھرپور روشنی چہرہ پر آپڑے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دل کے سب چھوٹے چھوٹے راز اس روشنی کے نیچے ننگے ہو رہیں۔ لیکن اس سے پرے کون کیا دیکھ رہا ہے اس کا کچھ علم نہیں۔ میرے لئے اس کیفیت کا

بیان مشکل ہے۔ مگر ہر صاحب تجربہ جسے حضور نے ان بھرپور متلاشی نظروں سے دیکھا ہوا ہے اس کی کنہ سے خوب خوب واقف ہے...... آپ کا قد درمیانہ چھاتی چوڑی اور جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا رفتار تیز تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے احادیث نبوی میں سرور دوعالم حضرت رسول اکرم ﷺ کی رفتار کے بارہ میں جو آتا ہے حضور بھی اسی سنت کی پیروی فرمارہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی تیز رفتاری سے چلا کرتے تھے۔ حضور کی رفتار باوقار ہونے کے باوجود اس قدر تیز تھی کہ عام آدمی دوڑ دوڑ کر ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے۔''

(ماہانہ مصباح نومبر، دسمبر 1965ء)

ٹوپی پہننے کی عادت

مورخ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد شاہد لکھتے ہیں۔

''سیدنا حضرت محمود بچپن میں ٹوپی پہنا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ عید کے روز آپ نے ٹوپی پہن رکھی تھی حضور علیہ السلام نے آپ کو دیکھ کر فرمایا میاں تم نے عید کے دن بھی ٹوپی پہن رکھی ہے۔ آپ نے اسی وقت ٹوپی اتار دی اور پگڑی پہن لی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد ٹوپی کا استعمال ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔''

کھیل

''ہمارے ملک کے بچوں میں ایک دلچسپ کھیل رائج ہے کہ ایک لڑکا بیٹھ جاتا ہے اور باقی سب لڑکے اس کے سر پر اوپر نیچے مٹھیاں بند کر کے رکھتے چلے جاتے ہیں۔ آپؓ بھی بچپن میں یہ کھیل کھیلا کرتے تھے۔ مگر یہ ابتدائی عمر کی بات ہے۔ ورنہ تعلیمی دور اور اس کے بعد آپؓ کی پسندیدہ کھیل بیڈ منٹن اور فٹ بال تھی۔ جو اپنے زمانہ خلافت سے قبل آپ ایک عرصہ تک کھیلتے رہے۔ ان ورزشی کھیلوں کے علاوہ شکار سے بھی آپؓ کو رغبت تھی۔ آپؓ کشتی رانی اور تیراکی بھی کرتے تھے۔ چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کشتی بھی جہلم

سے منگوا رکھی تھی اور آپؓ کو تیرنا سکھانے کے لئے ابو سعید عرب مقرر ہوئے تھے...... حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ جو پہلی مرتبہ 1905ء میں قادیان آئے۔ توانہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور کو ڈھاب میں کشتی چلاتے دیکھا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ نمبر 18)

تربیت قبول کرنے کی اہلیت

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

"بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ میں ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا۔ کہ ماسٹر قادر بخش صاحبؓ نے جو مولوی عبد الرحیم دردؓ صاحب کے والد صاحب تھے۔ اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔ لیکن جب بھی وہ نقشہ میرے سامنے آتا ہے۔ ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک صوبیدار صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کی ایک بات بھی مجھے یاد ہے۔ ہماری والدہ چونکہ دلّی کی ہیں۔ اور دلّی بلکہ لکھنؤ میں بھی "تم" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں بزرگوں کو بے شک آپ کہتے ہیں لیکن ہماری والدہ کے کوئی بزرگ چونکہ یہاں تھے نہیں کہ ہم ان سے آپ کہہ کر کسی کو مخاطب کرنا بھی سیکھ سکتے۔ اس لیے میں دس گیارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "تم" ہی کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے مدارج بلند کرے۔

صوبیدار محمد ایوب خان صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے، گورداسپور میں مقدمہ تھا اور میں نے بات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "تم" کہہ دیا۔ وہ صوبیدار صاحب مجھے الگ لے گئے اور کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ہمارے لئے باعث ادب ہیں لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ "تم" کا لفظ برابر والوں کے لئے بولا جاتا ہے بزرگوں کے لئے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اس کا استعمال میں بالکل برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ پہلا سبق تھا جو انہوں نے اس بارہ میں مجھے دیا۔"

(الفضل 11 مارچ 1933ء)

صفائی

حضرت سیدہ مریم صدیقہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتی ہیں:

”حضور کی طبیعت نہایت نفیس اور صفائی پسند تھی۔ سادہ صاف ستھرے کپڑے پہنتے تھے۔ صابن ہمیشہ اچھی قسم کا استعمال فرماتے تھے۔ اپنی ذات پر کبھی زیادہ خرچ نہ کیا۔ لیکن کہا کرتے تھے کہ عام بنے ہوئے صابن سے مجھے بو آتی ہے۔ بہترین کمپنی کا بنا ہوا اعلیٰ ترین صابن ہمیشہ استعمال میں رہا۔ خوشبو بہت پسند تھی لیکن بہت نفیس قسم کی۔ اسی پسند کی وجہ سے خود بھی خوشبو تیار کرنے میں لگ گئے تھے۔ بہت کم بازاری بنا ہوا عطر پسند آتا تھا۔ حس اتنی تیز تھی کہ تیز خوشبو کوئی ملاقاتی لگا کر آجاتا تو سر میں درد ہونے لگ جاتا۔ ناک کے آگے رومال رکھ لیتے تھے کہ تکلیف اس خوشبو سے بڑھ نہ جائے۔ تولئے ہمیشہ اچھی قسم کے خریدتے تھے۔ جسم کی کھال اتنی نازک اور ملائم تھی کہا کرتے تھے کہ معمولی تولئے سے کھال چھل جاتی تھی۔ یہ چاہتے تھے کہ کمرہ صاف رہے پر یہ برداشت نہ تھا کہ میرے رکھے ہوئے کاغذات اور کتب ادھر ادھر رکھ کر دی جائیں۔ اس سے بہت گھبراتے تھے کہ کبھی صفائی کرتے ہوئے آپ کی کتب جگہ سے بے جگہ ہو جاتیں یا ضروری کاغذات نہ ملتے تو پریشان ہو جاتے۔“

(ماہنامہ خالد فروری 1969ء)

اللہ تعالیٰ سے محبت

حضرت سیدہ مریم صدیقہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتی ہیں:

”آپؓ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی اسلام کے لئے کتنی تڑپ تھی۔ اس کی مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ عموماً شادیاں ہوتیں، اور دولہا اور دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق اور محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپ کی باتوں کا لب لباب یہ تھا کہ اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جا رہا تھا کہ میں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں۔ دین کی خدمت کروں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ بار بار آپ نے اس کا اظہار فرمایا

کہ میں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے اور میں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔"

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

ایمان باللہ ہونے کے ایمان افروز نمونے

حضرت سیدہ مریم صدیقہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتی ہیں:

"انسان جس ہستی سے محبت کرتا ہے اس سے ناز بھی کرتا ہے اور وہ اپنی محبوب ہستی کے ناز بھی اٹھاتا ہے۔ آپ کے ایک مضمون کا اقتباس درج کرتی ہوں جس سے اس مضمون پر روشنی پڑھتی ہے۔ آپؓ تحریر فرماتے ہیں۔

"کچھ دن ہوئے ایک ایسی بات پیش آئی جس کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اس وقت میں نے کہا کہ ہر ایک چیز کا علاج خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اسی سے اس کا علاج پوچھنا چاہئے۔ اُس وقت میں نے دعا کی اور اس وقت ایسی حالت تھی کہ میں نفل پڑھ کر زمین پر ہی لیٹ گیا۔ اور جیسے بچہ ماں باپ سے ناز کرتا ہے۔ اسی طرح میں نے کہا اے خدا میں چارپائی پر نہیں زمین پر ہی سوؤں گا اس وقت مجھے خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے کہا ہوا ہے کہ تمہارا معدہ خراب ہے۔ لیکن میں نے کہا آج تو میں زمین پر ہی سوؤں گا...... جب میں زمین پر سو گیا تو خدا کی نصرت اور مدد کی صفت جوش میں آئی، اور متمثل ہو کر عورت کی شکل میں زمین پر اتری ایک عورت تھی اس کو اس نے سوٹی دی اور کہا کہ اسے مار اور کہو کے جا کر چارپائی پر سو میں نے اس عورت سے سوٹی چھین لی۔ اس پر اس نے (خدا تعالیٰ کی اس مجسم صفت نے) سوٹی پکڑ لی اور مجھے مارنے لگی اور میں نے کہا لو مار لو۔ مگر جب اس نے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو زور سے سوٹی کو گھٹنے تک لا کر چھوڑ دیا اور کہا دیکھ محمود میں تجھے مارتی نہیں پھر کہہ رہی ہوں کہ اٹھ کے سو رہو یا نماز پڑھ۔ میں اسی وقت کود کر چارپائی پر چلا گیا اور جا کر سو رہا۔ اس حکم کی تعمیل میں سونا ہی بہت بڑی برکات کا موجب ہے۔"

(الفضل 25 مارچ 1966ء)

دعا کی قوت پر کامل یقین

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد فرماتے ہیں:

''آپؓ کے کردار کا ایک نمایاں پہلو دعا پر کامل یقین اور اعتماد تھا۔ جب بھی جماعت پر کوئی ابتلاء آتا تو آپ بیت الدعا میں گھنٹوں دعا میں صرف فرماتے۔ میں نے ہجرت کے موقع پر کئی مرتبہ دیکھا کہ آپ جب بیت الدعا سے باہر تشریف لاتے تو آپ کی آنکھیں سرخ اور متورم ہوتیں۔

ایک اور واقعہ جس کا آج تک میرے دل و دماغ پر گہرا اثر ہے اور مجھے اس طرح لگتا ہے جس طرح کل کا واقعہ ہو کہ میں رات کو اپنے قادیان والے گھر کے باہر والے مردانہ حصہ کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا کہ میری آنکھ دردناک دل ہلا دینے والی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کھل گئی اور مجھے خوف محسوس ہوا۔ جب میں نیند سے پوری طرح بیدار ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ حضرت مصلح موعود تہجد کی نماز جو آپ حضرت اُمّ ناصر والے مکان کے اوپر والے صحن میں ادا فرمارہے تھے۔ جس کی دیوار ہمارے گھر سے ملحقہ تھی، کی دردناک دعاؤں کی آواز تھی میں نے غور سے سننے کی کوشش کی تو آپ بار بار اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡم کو اتنے گداز سے پڑھ رہے تھے کہ یوں معلوم دیتا تھا کہ ہانڈی اُبل رہی ہو مجھے یوں لگا کہ آپ نے اس دعا کو اتنی مرتبہ پڑھا جیسے کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس رات کی یاد مجھے جب تک زندہ ہوں کبھی نہ بھولے گی۔''

(الفضل انٹرنیشنل 16 تا 22 فروری 1996ء)

دعاؤں میں انہماک

حضرت شیخ محمد اسماعیل سرساوی صاحب کا بیان ہے۔

''ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ کے بچپن کو دیکھا اور پھر اسی بچپن میں آپ کے ایثار اور آپ کی نیکی اور تقویٰ کو خوب دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کے قلب میں دین کا ایک جوش موجزن تھا اور بچپن ہی سے آپ دعاؤں میں اس قدر محو اور غرق ہوتے تھے کہ ہم تعجب سے دیکھا کرتے

تھے کہ یہ جوش ہم میں کیوں نہیں؟ آپؓ بعض وقت دعاؤں میں ایسے محو ہوتے تھے کہ ہم ہاتھ اٹھائے اٹھائے تھک جاتے تھے۔ لیکن آپ کو اپنی محویت میں اس قدر بھی معلوم نہ رہتا کہ کس قدر وقت گزر گیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے ہم مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے۔ نماز مولوی احسن صاحب امروہی نے پڑھائی اور نماز کے بعد مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ ”میاں آپ دعا شروع کریں“ آپ نے دعا شروع فرمائی مگر آپ اس دعا میں ایسے محو ہوئے کہ آپ کو یہ خبر ہی نہ رہی کہ میرے ساتھ اور لوگ بھی دعا میں شریک ہیں۔ دعا میں جس قدر لوگ شامل تھے ان کے ہاتھ اٹھے اٹھے اس قدر تھک گئے کہ وہ شل ہونے کے قریب ہو گئے اور کئی کمزور صحت کے لوگ تو پریشان ہو گئے۔ تب مولوی محمد احسن صاحب نے جو خود بھی تھک چکے تھے دعا کے خاتمہ کے الفاظ بلند آواز سے کہنے شروع کئے، جسے سن کر آپ نے دعا ختم کی۔“

(الحکم 28 دسمبر 1939ء)

نماز باجماعت کے قیام کی کوشش

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ

”حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کو خدمت دین کی جو والہانہ لگن تھی اس میں نماز باجماعت کے قیام کی کوشش کو ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ کے خطبات اور فرمودات اور انتظامی اقدامات میں ہمیں بیسوں جھلکیاں اس کوشش کی نظر آتی ہیں اگرچہ شدید جماعتی مصروفیات کے باعث اپنے بچوں کی خصوصی تربیت کا ان کو بہت کم وقت میسر آتا لیکن اگر آپ کی اولاد کی بچپن کی یادوں کو چھیڑا جائے تو بلا امتیاز ایک بات جو سب کے ذہنوں میں نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آئے گی وہ حضور کی نماز باجماعت کی لگن ہے۔ یہ ایک ایسی کوتاہی تھی جسے آپ برداشت نہ کرتے اور اگر کبھی کوئی بچہ نماز کے وقت مسجد سے غیر حاضر پایا جاتا۔ تو جو اس پر گزرتی تھی وہ اس کا دل جانتا تھا۔

ایک مرتبہ تو مجھے یاد ہے۔ کہ ہم پانچ چھ بچے کسی کھیل میں مصروف عصر کی نماز باجماعت سے محروم رہ گئے۔ حضور جب نماز پڑھا کر واپس تشریف لائے تو ہمیں کھیلتے دیکھ لیا اور سب کو اکٹھا کر کے اپنے ساتھ حضرت امی جان کے صحن میں لے گئے اور وہاں ایک صف میں بدنی سزا دینے کے لیے کھڑا کر دیا گویا نماز باجماعت سے غیر حاضری کی سزا بھی باجماعت تجویز ہوئی۔ حضور کو یہ لگن بچپن سے ہی تھی۔ اور بہت چھوٹی عمر میں ہی آپ کا مسجد پہنچ کر خدا کے حضور گریہ وزاری کرنا اور اسلام کی فتح کی دعائیں مانگتے ہوئے آنسوؤں سے سجدہ گاہ کو تر کر دینا معتبر روایات سے ثابت ہے۔"

(ماہانہ خالد نومبر 1975ء)

قرآن کریم سے عشق

حضرت سیدہ مریم صدیقہ (ام متین) حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتی ہیں:

"اسی طرح قران مجید سے آپ کو جو عشق تھا۔ اور جس طرح آپ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپ کے متعلق پیشگوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر، لکھی نہ آرام کا خیال تھا، نہ سونے کا نہ کھانے کا بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپؓ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔

طبیعت کافی کمزور ہو چکی تھی۔ گو یورپ سے واپسی کے بعد صحت ایک حد تک بحال ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی کمزوری باقی تھی۔ ڈاکٹر کہتے تھے آرام کریں، فکر نہ کریں، زیادہ محنت نہ کریں۔ لیکن آپ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ کبھی مجھ سے املاء کرواتے۔ مجھے گھر کا کام ہوتا تو مولوی یعقوب صاحب مرحوم کو ترجمہ لکھواتے رہتے۔ آخری سورتیں لکھوا رہے تھے کہ غالباً انتیسواں سپارہ ہی تھا یا آخری شروع ہو چکا تھا۔ (ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر مکمل ہوئی تھی) کہ مجھے بہت تیز بخار ہو گیا میرا دل چاہتا

تھا کہ متواتر کئی دنوں سے مجھے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں۔ میرے ہاتھوں ہی یہ مقدس کام ختم ہو۔ میں بخار سے مجبور تھی ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے۔ آج یا کل بخار اتر جائے گا۔ دو دن آپ بھی آرام کرلیں آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں۔ تا میں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار۔ تمہارے بخار اُترنے کے انتظار میں گر مجھے موت آجائے تو؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہو گیا۔

قرآن مجید کی تلات کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ جب بھی وقت ملا تلاوت کر لی یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دوبار عموماً یہ ہوتا کہ صبح اٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآن مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آگئے۔ قرآن مجید رکھ دیا لوگ مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کر دیا تین تین چار چار دنوں میں عموماً میں نے ختم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا تو زیادہ دن میں بھی لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ میں ہے ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی نہیں الٹا۔ دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ میں نے کہنا کہ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے لیکن آپ پڑھ نہیں رہے تو فرماتے ”ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے آگے کس طرح چلوں۔“

آنحضرتؐ سے بے انتہا عشق

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (ام متین) حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتی ہیں۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بے انتہا عشق تھا مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا اور آپ کی آواز میں لرزش اور آپ کی آنکھوں میں آنسو نہ آگئے ہوں آپ کے مندرجہ ذیل اشعار جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہے گئے ہیں آپ کی محبت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
میرا معشوق محبوب خدا ہے

ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشہ ہر دو جہاں ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے
خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی اک راہ دیں کا رہنما ہے

اسی طرح آپؓ کی مندرجہ ذیل تحریر بھی آپؓ کی آنحضرت ﷺ سے محبت پر روشنی ڈالتی ہے۔

”نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتے ہیں اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کا کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی۔ وہ میری جان ہے۔ میرا دل ہے میری مراد ہے۔ میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری میرے لئے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے۔ پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔ پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم“

(الفضل 26 مارچ 1966ء)

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان اور محبت

"دوسرا واقعہ یوں ہے۔ بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسوں بھی آ گئے۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے۔ ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے ایک رات میں ہم سب صحن میں سو رہے تھے گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی۔ مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے سمجھا کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گر گئی ہے۔ اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے۔ جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے۔ مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دئے۔ کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے۔ بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بجلی سے محفوظ رہتے۔"

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 150)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا اظہار خوشنودی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

"جب حضرت مسیح موعود علیہ الاالسلام کی وفات کے بعد میں نے "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے" کے نام سے ایک کتاب لکھی، تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب مسیح موعود کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی۔ مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں؟ محمد حسین صاحب

نے کہا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے۔ اس لئے کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحب نے ان کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔"

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 350)

مکرم مولانا ظہور حسین کا بیان ہے۔

"ایک دن جب حضور خلیفۃ المسیح الاوّلؓ درس دے چکے تو مجھے فرمایا کہ تم بیٹھے رہو۔ آپ نے ایک خط لکھا اور سادہ لفافے میں ڈال کر فرمایا میاں محمود احمد صاحب کو دے آؤ۔ میں نے وہ خط لے لیا۔ جب میں مسجد مبارک کے نیچے مسقف حصّہ پر پہنچا تو میرے دل میں خیال آیا کہ پڑھ لوں کیا لکھا ہے۔ جب میں نے پڑھا تو میری حیرانی کی حد نہ رہی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت میاں صاحب کو اس طرح ادب اور محبت سے مخاطب کیا ہوا تھا۔ جس طرح کسی بڑے بزرگ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ مجھے اس وقت خیال آیا کہ اوہو حضرت میاں صاحب کا اتنا بڑا مقام ہے۔ اس خط میں یہ مضمون تھا کہ بازار میں بعض احمدیوں کے جھگڑے ہوتے رہتے ہیں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے۔"

(حیات نور صفحہ 601)

بے حد محنت کی عادت

حضرت مولوی شیر علیؓ بیان کرتے ہیں:

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ میں ایک بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ بے حد محنت اور مشقت سے کام کرنے والے انسان ہیں اور باوجود کمزوری صحت کے دن رات سخت محنت سے کام کرتے ہیں۔ سفر یورپ میں حضور کے ہمراہ جن احباب کو جانے کا موقع ملا ان کا بیان ہے کہ اس سفر میں ان کو سخت محنت سے کام کرنا پڑتا تھا۔ مگر دن رات ایک کر دینے پر بھی یہ ڈر رہتا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تسلی نہیں ہوئی۔

حضور رات کو دو دو بجے تک کام کرتے ہیں بہت بڑی ڈاک زیادہ تر رات کو ہی پڑھتے ہیں کیونکہ دن کو دوسرے کاموں کی وجہ سے موقع نہیں ملتا۔ حضور ناظروں کے کام کی نگرانی کے علاوہ ان کے دفاتر کی بھی نگرانی رکھتے ہیں اور یہ نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ کہ وقت کی پوری پابندی کی جائے بعض اوقات حاضری کے رجسٹروں کا بھی حضور نے معائنہ فرمایا۔ کوئی کام بقایا رہ جائے اور اس کی تکمیل میں دیر ہو جائے تو بعض اوقات حضور ناظر اور اس کے عملہ کو حکم دیتے کہ اس وقت تک دفتر کھلا رکھیں۔ جب تک کام پورا کر کے اس کی رپورٹ نہ بھیجیں۔ خواہ ساری رات دفتر کھلا رکھنا پڑے۔ رپورٹ کے انتظار میں خود بھی جاگتے رہتے۔“

(روزنامہ الفضل 28 دسمبر 1939ء صفحہ 7)

اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہر حالت میں راضی رہتے تھے

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم (مہر آپا) حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتی ہیں۔

”حضرت نواب محمد علی خان صاحب بیمار ہوئے اور ان کی علالت طول پکڑ گئی۔ آپ کو ان کے متعلق سخت فکر اور گھبراہٹ تھی۔ دعاؤں اور ادویہ کا خاص اہتمام فرماتے۔ بار بار طبیعت پوچھواتے۔ خود دیکھنے جاتے۔ میں دیکھتی تھی کہ آپ کو غیر معمولی بے چینی اور کرب تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہو گئی اور حضرت نواب صاحب فوت ہو گئے۔ تو آپ اس طرح سکون و اطمنان سے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو گئے کہ مجھے حیرت ہوئی اس قدر صبر و تحمل کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ کو اپنی ہمشیرہ (حضرت نواب صاحب کی زوجہ محترمہ) جن کے ساتھ یہ حادثہ گزرا تھا۔ انتہائی طور پر محبت تھی۔ ان کی ذرہ بھر تکلیف حضور کو برداشت نہ تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنا منشاء پورا کر دیا۔ تو آپ نے اپنے محبوب حقیقی کی رضا کے سامنے ہر چیز کو ہیچ سمجھا۔“

(الفضل 26 دسمبر 1969ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿23﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ملی خدمات

(مرزا محمد اقبال)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمات کو دو حصوں میں تقسیم کر کے بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک مذہبی اور دینی خدمات اور دوسرے قومی و ملی خدمات اس مضمون میں آپؓ کی سیاسی ملی اور قومی خدمات کا مختصراً ذکر کرنا مقصود ہے۔

یاد رہے کہ برصغیر ہند میں انگریز کی حکومت 1857ء سے لے کر 1947ء تک رہی ہے اور اس وقت سے لے کر مسلمانوں کے حقوق کسی نہ کسی رنگ میں نصب کئے جاتے رہے ہیں ۔چونکہ برصغیر ہندوستان میں دو قومیں آباد تھیں اور ہیں یعنی ہندو اور مسلمان اور ہندو بوجہ اکثریت میں ہونے اور تعلیمی لحاظ سے مسلمانوں سے آگے ہونے کی بناء پر اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے حقوق مارنے سے ذرا بھی دریغ نہ کرتے تھے لہٰذا دو قومیں آباد ہونے کی وجہ سے لازماً دو قومی نظریہ کی بنیاد پڑنا تھی مسلمان اس بات پر مجبور ہو گئے کہ وہ انگریز سے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر مسلم لیگ کی بنیاد بمقام ڈھاکہ بنگلہ دیش سابقہ مشرقی پاکستان 30 دسمبر 1906ء کو پڑی اور جس کے پرچم تلے جمع ہو کر مسلمانوں نے پاکستان جیسی عظیم مملکت خداداد حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسند امامت پر بیٹھتے ہی مسلمانوں کی رہنمائی کرنا شروع کر دی اور جماعت احمدیہ کو ہندوستان کی قومی جدوجہد میں ایک اہم اور نمایاں مقام پر کھڑا کر دیا اور مسلمانانِ ہند کے حقوق کے لئے پوری سرگرمی اور جانفشانی سے اس جدوجہد میں حصہ لیا۔

اپنی خداداد فراست سے اعلیٰ قیادت کی بھی رہنمائی کی۔ تحریک پاکستان کی سیاسی تگ و دو اور جدوجہد میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپؓ نے 1933ء میں جب ہندوستان کے

حالات ناگفتہ بہ تھے اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار پایا جاتا تھا ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے مایوسی کے عالم میں ہندوستان چھوڑ کر لندن جا بیٹھنا گوارا کر لیا تھا تو آپؓ کی ہدایت پر جو آپ نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد کو فرمائی تھی کہ قائد اعظم کو وطن واپس لانے کی سعی کریں تاکہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے لئے سابقہ کوشش جاری رکھیں۔ آپؓ نے کوشش فرمائی اور قائد اعظم کو واپس لانے میں کامیابی حاصل کی جس کا ذکر مؤرخ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد شاہد نے ان الفاظ میں کیا ہے لکھتے ہیں۔

”اپریل 1933ء عیدالاضحیہ کے موقع پر بیت احمدیہ لندن میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں 200 کے قریب مشہور شخصیتیں مدعو تھیں۔ اس موقع پر حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد کی تحریک پر قائد اعظم محمد علی جناح نے ”ہندوستان کے مستقبل“ پر سر سٹیوارٹ سنڈیمن ایم اے کی صدارت میں تقریر کی جس میں آپ نے بتایا کہ ہندوستان اب بہت جلد جلد ترقی کرے گا نیز یہ کہ قرطاس ابیض کی تجاویز ہندوستان کو مطمئن نہیں کر سکتیں۔ انہیں کامل خود مختاری ملنی چاہئے۔ آپ نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔

The Eloquent persuasion of the Imam left me no escape.

یعنی امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔

اس وقت کے حالات کے متعلق قائد اعظم خود لکھتے ہیں۔

”اب میں مایوس ہو چکا تھا۔ مسلمان بے سہارا اور ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ کبھی حکومت کے یار، وفادار ان کی رہنمائی کے لئے میدان میں آموجود ہوتے تھے کبھی کانگرس کے نیاز مندان خصوصی ان کی قیادت کا فرض ادا کرنے لگے تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کر سکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں آخر میں نے لندن ہی میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا۔“

اس ناموافق صورتحال کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دلی منشاء اور خواہش تھی کہ پھر سے قائداعظم کو سیاست ہند میں حصہ لینے کے لئے آمادہ کیا جائے آپؓ نے اس کام کے لئے حضرت مولوی عبدالرحیم درد کو منتخب فرمایا چنانچہ انہوں نے مارچ 1933ء میں انگلستان پہنچ کر حضرت صاحبؓ کی ہدایت کے مطابق قائداعظم سے رابطہ کر لیا تھا اور یہ تقریر اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ آپ واپس آئے اور مسلمانوں کی قیادت سنبھالی اس طرح بالآخر 1947ء میں پاکستان معرض وجود میں آیا۔

حضرت مولوی عبدالرحیم درد اپنی مختصر سوانح حیات میں لکھتے ہیں۔

"میں نے قائداعظم سے مارچ 1933ء میں ان کے دفتر واقع King's Bench Walk London میں ملاقات کی اور تین گھنٹوں کی بحث و تمحیص کے بعد انہیں اس بات پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ مسلمانان ہند کی خدمت کیلئے وہ پھر پبلک میں آئیں۔ قائداعظم میری درخواست پر "ہندوستان کا مستقبل" کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے رضامند ہو گئے اور میں نے 63 میل روز لندن میں تقریر کے انتظامات کروادیئے۔

میرے خیال میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا یہ کارنامہ قومی خدمت کے دیگر کارناموں میں نمایاں ترین ہے کیونکہ آپؓ اگر مولانا عبدالرحیم درد کو ہدایت نہ فرماتے کہ قائداعظم کو ہندوستان واپس آکر سیاست میں دوبارہ آنے کی ترغیب و تلقین کریں تو پاکستان بھی معرض وجود میں نہ آتا۔ یہ امر یاد رہے کہ اس واقعہ یعنی بیت الفضل لندن میں قائداعظم کی تقریر کے کئی ماہ بعد یعنی جولائی 1933ء میں نوابزادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ آخر آپ واپس تشریف لے آئے اور پاکستان کے حصول تک مسلمانوں کی قیادت فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

”وقت آگیا ہے کہ انگلستان برٹش ایمپائر کے دوسرے ممالک بالخصوص ہندوستان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ میل جول رکھے اور اس کے ساتھ صلح کرنے کے لئے پرانے جھگڑے کو بھلا دے اور دونوں مل کر دنیا میں آئندہ ترقیات اور امن کی بنیادوں کو مضبوط کریں...اے انگلستان تیرا فائدہ ہندوستان سے صلح کرنے میں ہے... دوسری طرف ہندوستان کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی انگلستان کے ساتھ اپنے پرانے اختلافات کو بھلا دے۔“

نیز فرمایا:

”میں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں۔ میں انگلستان کو بھی دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اور ہندوستان سے صلح کرلو اور میں ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ اور انگلستان سے صلح کر لو اور میں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام سے ساتھ دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کرلو اور میں ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک دنیوی تعاون کا تعلق ہے ہم ان کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہیں اور میں دنیا کی ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں۔ ہم کانگرس کے دشمن نہیں۔ ہم ہندو مہاسبھا والوں کے بھی دشمن نہیں۔ مسلم لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں اور خاکساروں کے بھی دشمن نہیں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم احراریوں کے بھی دشمن نہیں۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور ہم صرف ان کی ان باتوں کو برا مناتے ہیں جو دین میں دخل اندازی کرنے والی ہوتی ہیں ورنہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم خدا تعالیٰ کی اور اس کی مخلوق کی خدمت کریں۔“...

(الفضل 17 جنوری 1945ء)

آپؓ کا یہ انقلابی خطبہ جو آپ نے 12 جنوری 1945ء کو آزادی ہند اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں فرمایا تھا کے ضروری اقتباسات حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے انگریزی زبان میں دو ورقہ شکل میں شائع کر کے وزراء دارالعلوم اور دارالامراء کے چھ سو ممبران کے علاوہ

دیگر عمائدین و اکابر کو بھجوایا جس پر انہوں نے شکریہ ادا کیا اور حضرت امام صاحب کی نصیحت کا خاص دلچسپی سے مطالعہ کیا۔ پھر اس آواز کو امریکہ اور ہندوستان میں پھیلایا۔ اس کا خلاصہ مشرقی افریقہ ریڈیو سے چوہدری محمد شریف صاحب بی۔اے نے نشر کیا۔

(الفضل 9 جون 1945ء)

تحریک پاکستان کے اہم ترین مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ 1945-46ء کے ہندوستان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات تھے جس میں آپؓ نے ہر احمدی کو مسلم لیگ کی زبردست مدد کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس بارے میں قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے اخبار ڈان 8۔ اکتوبر 1945ء کے شمارہ میں ایک مفصل خبر شائع کی گئی جس کا عنوان تھا۔

Ahmadiyya Community to support Muslim League.

یعنی "جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان الفاظ میں مندرجہ بالا اعلان فرمایا:۔

"میں اس اعلان کے ذریعہ... تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں۔ اس طرح کہ جس قدر احمدیوں کے ووٹ ہیں وہ اپنے حلقہ کے مسلم لیگی امیدوار کو دیں۔"

(الفضل 22 اکتوبر 1945ء)

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی زبان میں خدا تعالیٰ تاثیر رکھ دیتا ہے اور اسے اپنی زبان بنالیتا ہے چنانچہ تھوڑے دنوں بعد حکومت ہند نے احمدیت کے مایہ ناز فرزند چوہدری سر محمد ظفراللہ خان کو کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے لندن بھجوایا تو آپ نے افتتاح کے موقع پر اپنے خطاب میں اسی بات کو پیش کیا اور کمال خوبی سے انگلستان کے سامنے رکھا تو پوری دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اس بات کے حق اور مخالفت میں انگلستان کے اخبارات میں مضامین شائع ہوئے اور ہندو مسلم پریس نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

آپ کی اس تقریر کے نتیجہ میں حکومت برطانیہ نے لارڈ ویول کو لندن بلایا اور یوں ہندوستان کی آزادی کا آخری مرحلہ شروع ہوا۔ پھر لارڈ ویول نے ہندوستان پہنچ کر اپنی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اسی اصول کو بیان کیا کہ ہمارے راستہ میں کئی نشیب و فراز ہیں۔ ہر طرف ہمیں معاف کرو اور بھول جاؤ کے سنہری اصول پر عمل کرنا پڑے گا۔

(الفضل 16 جون 1945ء)

آپؓ نے آزادیٔ ہند کے مسئلہ کی طرف رجحان کو دیکھ کر 22 جون 1945ء کے خطبہ میں ہندوستانی لیڈروں کو پیغام دیا کہ انگلستان ہندوستان کی طرف اپنا صلح کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ اس برطانوی پیشکش کو قبول کرنا اپنے پر اور اپنی نسلوں پر احسان عظیم کرنا ہے۔

فرمایا:

”میرے نزدیک ہندوستان کی اس پیشکش کو قبول کرنا انگریزوں سے صلح کرنا نہیں بلکہ اپنے آپ پر اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں پر احسان عظیم کرنا ہے۔ دو سو سال ہندوستان غلامی کی زندگی بسر کرتا چلا آیا ہے اور یہ ایک ایسی خطرناک بات ہے جو انسانی جسم کو کپکپا دیتی ہے... جب انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں کسی کا غلام ہوں تو وہ کہتا ہے مجھے کیا زمین الٹی ہو یا سیدھی آسمان گرے یا قائم رہے فائدہ تو مالک کو ہے میں کیوں تکلیف اٹھاؤں۔ میں سمجھتا ہوں لیڈر لیڈر نہیں ہوں گے بلکہ اپنی قوم کے دشمن ہوں گے۔ جو ان حالات کے بدلنے کے امکان پیدا ہونے پر بھی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ضد کر کے بیٹھ جائیں اور ان معمولی معمولی باتوں میں اس اہم ترین موقع کو ضائع کر دیں... پس ان دنوں میں اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر دعائیں کرو کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں یہ معاملات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ راہ راست پر آجائیں اور ہندوستان کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹ کر وہ ہندوستان کو اعلیٰ مقام پر پہنچانے والے ثابت ہوں۔“

(الفضل 23 جون 1945ء)

اس خطبہ پر اخبار اہل حدیث کے ایڈیٹر مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا۔

"یہ الفاظ کس جرأت اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کانگرسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں نہیں ملے گا۔"

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسلمانوں کو ایک عظیم مملکت دلانے میں کس قدر ان تھک محنت اور مسلسل تگ و دو فرمائی۔ ان کی یہ خدمات کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکیں گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب بھی پاکستان کی تشکیل کا ذکر ہو گا آپ کو بھی یاد کیا جائے گا۔ اللہ نے چاہاتو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور خدمات عظیمہ کا بہترین اجر بخشے۔ آمین

ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿24﴾

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

غیر از جماعت کا حضرت مصلح موعودؓ کو خراج عقیدت

حضرت مصلح موعودؓ، خلیفۃ المسیح الثانی کا وجود ایک مبارک وجود تھا۔ وہ ایک نور تھا جو زمانے کی تاریکیوں کو اجالوں میں بدلنے کے لئے آیا تھا۔ وہ ایک مسیحی نفس تھا جس نے بیمار اور مردہ نفوس کو شفا بخشی اور زندگی کی عطا کی۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب بنا۔ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر تھا۔ اس کی آمد خدا کے فرشتوں کی معیت میں ہوئی۔ ملک و قوم اور دین حق کی محبت اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ اور خدائے واحد کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا اس کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ آپ کی وفات سے نہ صرف احمدیت بلکہ ایک جہان کا باب ختم ہوا۔ ایک زریں باب۔ جس کے بغیر کبھی کوئی تاریخ مکمل نہیں ہو سکے گی اور جس کا تذکرہ کئے بغیر کبھی کوئی مؤرخ غیر جانبدار نہیں کہلا سکے گا۔ آپ کی وفات پر ہر منصف مزاج اور صاحب علم و بصیرت نے اس خلاء کو بشدت محسوس کیا اور جرأت مند طبقہ نے اس کا اظہار بھی کیا۔ آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ان میں سے چند ایک کے تاثرات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

انگریزی ہفت روزہ ”دی لائٹ“ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وصال پر نذرانہ عقیدت کے طور پر

”A Great Nation Builder“ کے زیر عنوان جو نوٹ اپنی 16 نومبر 1965ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

”امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پر از واقعات ایک ایسی زندگی کا اختتام پر منتج ہوئی ہے جو دور رس نتائج کے حامل، بے شمار عظیم الشان کارناموں اور

مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم و فنون پر حاوی ایک نابغہ روزگار وجود اور بے پناہ قوت عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گزشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم و فضل سے لے کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر و عمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہو گا جس پر مرحوم نے (اپنے منفردانہ اثر کا) گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال، اطراف و جوانب میں تعمیر ہونے والی بیت اور عرصہ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تبلیغ اسلام کا افریقہ میں وسیع و عمیق نفوذ، یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی، تنظیمی صلاحیت اور انتھک جدوجہد کے حق ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر ہو گا جو اپنے متبعین کی اتنی پرجوش محبت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہوا ہو۔ پھر آپ کے متبعین کی طرف سے پرجوش محبت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کے بعد بھی اس کا اظہار اسی شدت سے ہوا جب کہ ملک کے تمام حصوں میں سے 60 ہزار لوگ اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مرزا صاحب کا نام ایسے عظیم معمار قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے علی الرغم ایک متحد مربوط جماعت قائم کر کے دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بنا ڈالا کہ جسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہم اس عظیم نقصان پر آپ کے سوگوار خاندان کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں۔“

(ترجمہ: مسعود احمد دہلوی بحوالہ الفضل ربوہ 18 دسمبر 65ء صفحہ 8)

علوم قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاقگیر تبلیغ میں جو کوشش امام جماعت احمدیہ نے کیں ان کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے اپنے اخبار ”صدق جدید“ لکھنؤ میں حضور کی وفات پر آپ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا:۔

امام جماعت احمدیہ کا انتقال

کراچی سے خبر شائع ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ (قادیانی) کے امام مرزا بشیر الدین محمود کا 8 نومبر کو ربوہ میں انتقال ہو گیا۔ مہینوں کیا برسوں سے سخت بیمار چلے آتے تھے اور یہ طویل اور شدید بیماری کلمہ گو کے لئے بجائے خود گناہوں کو دھونے والی اور ان کا کفارہ کر دینے والی ہے۔ دوسرے عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں قرآن وعلوم قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور دین حق کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، ان کا صلہ اللہ انہیں عطا فرمائے اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگزر کا فرمائے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق ومعارف کی جو تشریح تبیین وترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے۔

(اخبار صدق جدید۔ لکھنؤ جلد 15۔ 18 نومبر 1965ء، بحوالہ الفضل 22 مارچ 66ء صفحہ 8)

بے پناہ تنظیمی قوت کے مالک

مشہور کالم نویس م۔ش لاہور کی ڈائری میں لکھتے ہیں۔

77 سال کی عمر میں ربوہ (مغربی پاکستان) میں سوموار کی صبح کو مرزا بشیر الدین محمود احمد ''خلیفۃ المسیح الثانی'' کے انتقال سے تاریخ احمدیت کا ایک دور ختم ہو گیا۔ ان کی جگہ ان کے سب سے بڑے بیٹے 56 سالہ مرزا ناصر احمد کو جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایم اے ہیں جماعت کا تیسرا خلیفہ منتخب کیا گیا ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے 1914ء میں خلافت... پر متمکن ہونے کے بعد جس طرح اپنی جماعت کی تنظیم کی اور جس طرح صدر انجمن احمدیہ کو ایک فعال اور جاندار ادارہ بنایا، اس سے ان کی بے پناہ تنظیمی قوت کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ ان کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری نہیں تھی لیکن انہوں نے پرائیویٹ طور پر مطالعہ کر کے اپنے آپ کو واقعی علامہ کہلانے کا مستحق بنا لیا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک انٹرویو میں مجھے بتایا تھا میں نے انگریزی کی مہارت ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' کے

باقاعدہ مطالعہ سے حاصل کی۔ ان کے ارشاد کے مطابق جب تک یہ اخبار خواجہ نذیر احمد کے دور ملکیت میں بند نہیں ہو گیا انہوں نے اس کا باقاعدہ مطالعہ جاری رکھا...۔

مرزا صاحب ایک نہایت سلجھے ہوئے مقرر اور منجھے ہوئے نثر نگار تھے اور ہر ایک موقع کو بلا دریغ استعمال کرتے تھے جس سے جماعت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہوں۔ جماعتی نقطہ نگاہ سے ان کا یہ ایک بڑا کارنامہ تھا کہ تقسیم برصغیر کے بعد جب قادیان ان سے چھن گیا تو انہوں نے ربوہ میں دوسرا مرکز قائم کر لیا...۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 11 دسمبر 65ء صفحہ 5)

تحریک کشمیر کے بانی

ہفت روزہ ''انصاف'' راولپنڈی 11 نومبر میں لکھتا ہے:۔

فرقہ احمدیہ کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد بڑا عرصہ علیل رہنے کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ مرزا صاحب فرقہ احمدیہ کے امام ہونے کے علاوہ کشمیر کے تعلق میں ایک بڑی سیاسی اہمیت کے مالک تھے۔ آپ کو اگر کشمیر کی تحریکِ آزادی کے بانیوں میں سے قرار دیا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہو گا۔ مرزا صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے بانی اور صدر اول تھے۔ اب سے پینتیس سال قبل اسی کمیٹی نے جموں و کشمیر میں تحریکِ آزادی کو فروغ دیا اور اس کی آبیاری کی۔ 1931ء میں اور اس کے بعد جو ریاست گیر ایجی ٹیشن کئی بار ظہور پذیر ہوئی اس کی قیادت اور حمایت کشمیر کمیٹی کرتی رہی۔ دیگر تحریکوں کی طرح سیاسی تحریکیں بھی مالی امداد کے بغیر نہیں چل سکتیں۔ چنانچہ 1931ء میں کشمیر کمیٹی اور جماعت احمدیہ نے کشمیر کی ایجی ٹیشن کے لئے بھاری رقوم خرچ کیں اور درجنوں احمدی وکلاء نے مفت خدمات ریاستی عوام کے لئے پیش کیں۔ چنانچہ جہاں بھی کشمیر کا ذکر آتا ہے مرزا صاحب کا ذکر خیر بھی لازمی طور پر آتا ہے۔

آپؓ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق تھے

لائبیریا (مغربی افریقہ) کے ایک عیسائی دوست جو وہاں کی بار ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں اور جنہوں نے سیر الیون کے ایک احمدی دوست کی معیت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے مارچ 1962ء میں ربوہ میں ملاقات کی تھی۔ حضور کی وفات کی خبر سننے پر جو پیغام بھیجا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اخبار ''لائبیرین سٹار'' کے آج کے شمارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات جو 8 نومبر کو ربوہ پاکستان میں ہوئی، کی خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جماعت احمدیہ کے سربراہ تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق تھے۔

مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے 30 مارچ 1962ء کو ربوہ میں ملاقات کا موقع ملا جب کہ آپ بیمار تھے۔ باوجود بیماری کے آپ افریقن بھائیوں سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ میرے ساتھ سیر الیون ایکس سروس میں ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مکرم ابو بگما کمارا بھی تھے۔ ہم آپ کی چارپائی کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سفر کے دوران آپ کی مدد کرے اور خیریت سے واپس افریقہ لے جائے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ میری درد مندانہ دعاؤں کو قبول کر لے کیونکہ اصولی طور پر افریقہ اور ایشیا ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ افریقہ اور ایشیا کے لوگوں کو توفیق دے کہ وہ متحد ہو کر دنیا کو حقیقی روشنی سے آشنا کریں اور دنیا میں امن قائم کرنے کا باعث ہوں۔ بالآخر آپ نے اپنے بابرکت ہاتھ ہمارے سروں پر رکھتے ہوئے ہمیں برکت دی۔

اس عزت افزائی کی بناء پر جس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہمیں نوازا تھا، میرا پیغامِ ہمدردی نئے منتخب خلیفہ جو ان کے بیٹے بھی ہیں، صدر انجمن احمدیہ کے افسروں اور جماعت کے تمام ممبروں کو پہنچا دیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات نہ صرف... کے لئے نقصان عظیم ہے بلکہ تمام دنیا کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ میں آپ کے ساتھ دعاؤں میں شریک ہوں کہ اللہ تعالیٰ متوفی کے درجات بلند کرے۔ آمین۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 21 نومبر 1965ء)

اس صدی کی بزرگ ترین ہستی

مظفر علی صاحب قریشی شجاع آباد ضلع ملتان نے لکھا: حضرت قبلہ مرزا صاحب کی خبر سن کر از حد افسوس ہوا۔ آپ میرے نزدیک اس صدی کی بزرگ ترین ہستی تھے۔ آپ نے دینِ اسلام کی اشاعت کے لئے جو کچھ کیا وہ غیر جانبدار مبصر کے لئے ایک خزینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ آپ کے روحانی پیشوا تھے۔ جو صدمہ آپ کو پہنچ سکتا ہے اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ بہر حال اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا کرے۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 27 نومبر 1965ء)

سید غلام شبیر شاہ صاحب میرپور آزاد کشمیر

میرپور آزاد کشمیر کے ایک غیر از جماعت معزز دوست سید غلام شبیر شاہ صاحب نے کہا:

آج کی ریڈیو نشریات انتہائی رنج و غم کے عالم میں سنی گئیں۔ جب کہ یہ خبر نشر ہوئی کہ آج جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ربوہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ صاحب موصوف ایک بلند اخلاق، غریب پرور و دیگر کئی صفات کے علاوہ تنظیم احمدیہ کے علمبردار تھے۔ انہوں نے نمایاں طور پر قومی و مذہبی خدمات انجام دی ہیں۔ مجھے صاحب موصوف کی وفات سے دلی دکھ ہوا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ انہیں اللہ تبارک تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

(بحوالہ روزنامہ الفضل 27 نومبر 1965ء صفحہ 4)

آپؓ آسمان انسانیت کے درخشندہ و تابندہ قمر تھے

لائنز انٹرنیشنل ڈسٹرکٹ 305 مغربی پاکستان کے زون چیئرمین (زون نمبر 2) لائل پور جناب محمد ارشاد خان صاحب سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفہ المسیح الثانی کے وصال پر گہرے غم والم اور تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مکتوب میں رقم طراز ہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ (خدا تعالیٰ ان کی مقدس روح پر کروڑوں رحمتیں اور اربوں فضل نازل فرمائے) آسمان انسانیت کے وہ درخشندہ و تابندہ قمر تھے کہ جن کے بغیر آج انسانیت تہی داماں و سر بگریباں ہو کے رہ گئی ہے۔ ایک موقعہ پر آپ نے نعرہ تکبیر اور آقائے مدنیؐ کے بعد

انسانیت زندہ باد کا نعرہ لگوایا تھا۔ اور میرا ایمان ہے کہ اسی روز سے انسانی بلند قدروں کا صحیح شعور قلوب میں زندہ ہوا اور یہی شعور و احساس آنے والی بے شمار نسلوں کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتا رہے گا۔ حضرت اقدس کا ایک شعر آج بار بار زبان پر آیا۔

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی
جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

آپؓ نے ایک بھرپور عملی زندگی گزارتے ہوئے واقعی طوفان حوادث اور حالات کے تھپیڑوں کی کبھی پرواہ نہیں کی اور یہی وجہ ہے کہ آج جب میں نے اس جری اور اس عظیم رہنما کے انتقال کی خبر سنی تو دل بے اختیار بھر آیا۔ میری طرف سے ان سب دوستوں تک ہمدردی کا پیغام پہنچا دیجئے جو اس صدمہ کو اپنے دلوں کی دھڑکنوں میں محسوس کر رہے ہیں۔ خدا حافظ

(بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ 12 نومبر 1965ء صفحہ 6)

آپؓ بڑے علم دوست، علم نواز اور صلح کل کی طبیعت کے مالک تھے۔ مکرم حکیم یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ لاہور نے فرمایا:

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے شاید 30 سال قبل قادیان میں ملا تھا۔ ان دنوں مرزا صاحب نے نیرنگ خیال میں ایک دو علمی مضامین لکھے تھے اور آپ کی دختر نیک اختر اور آپ کے بھائی صاحب نے بھی نیرنگ خیال میں اعلیٰ پایہ کے علمی مضامین لکھے تھے۔ یہ مضمون بڑے پسند کئے گئے تھے اور ان کی علمی شان بڑی بلند تھی۔ میں ان سے مزید مضامین حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس غرض کے لئے قادیان گیا۔ میں قادیان کے مہمان خانہ میں ایک دن مقیم رہا۔ اس دن ملاقات نہ ہو سکی۔ دوسرے دن آپ نے بلوایا اور شرف باریابی بخشا۔ جب میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا تو آپ سیڑھی کے سامنے کھڑے تھے۔ بڑی محبت سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ خیر و عافیت پوچھی۔ نیرنگ خیال کے متعلق بہت سی باتیں پوچھیں اور رسالہ کی ادبی خدمات کو سراہا۔ پھر موضوع گفتگو بدل کر میری طب و حکمت پر باتیں کرتے رہے۔ آخری ملاقات ربوہ میں آج سے شاید پانچ سال قبل ہوئی تھی۔ ہم لاہور سے سرگودھا جا رہے تھے۔ سید نازش رضوی میرے ہمراہ

تھے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مدت سے علیل تھے۔ ان کی مزاج پرسی کے لئے ہم ایک دن ربوہ ٹھہر گئے۔ رات کو مہمان خانہ میں قیام کیا اور اپنی آمد کی انہیں اطلاع بھجوادی۔ صبح جمعہ کا دن تھا۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کو ملاقاتیں نہیں ہوتیں۔ پھر بھی ہم نے کوشش کی اور اپنی آمد کی اطلاع کرادی۔ شدید علالت کے باوجود آپ نے طلب فرمالیا۔ خدمت گاروں اور محافظوں نے ہمیں اشارہ کر دیا کہ صرف دس منٹ آپ پاس بیٹھیں اور کم سے کم باتیں کریں کیونکہ ڈاکٹروں کی ہدایت یہی ہے۔ ہم آپ کے پاس پہنچے تو آپ ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ شدید نقاہت تھی لیکن ہوش وحواس قائم تھے۔ آپ خندہ پیشانی سے مخاطب ہوئے۔ اس قلیل وقت میں آپ نے پہلی ملاقات کا تذکرہ کیا۔ اپنی صاحبزادی کے علاج کے کا بھی ذکر کیا۔ نیرنگ خیال کے متعلق پوچھا اور کئی پرانی باتیں یاد کرائیں۔ اس ملاقات سے 25-30 سال قبل جو ملاقات ہوئی تھی اس کے کئی نشان ان کی زبان سے نکلے۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہیں سب کچھ یاد ہے اور یہ معمولی سا واقعہ انہیں خوب یاد ہے۔

اس کے بعد ہم رخصت ہوئے۔ نازش رضوی اور میں میرزا صاحب کے حافظہ اور اخلاق کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ مرزا صاحب یقیناً بڑے علم دوست، علم نواز اور صلح کل طبیعت کے مالک تھے۔ ہر شخص کی قابلیت اور خدمت کے مطابق اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور سرپرستی فرماتے تھے۔

(بحوالہ الفضل 28۔ اپریل 1966ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 25 سال میں اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بڑی خدمات سر انجام دیں۔ 24 دسمبر 1939ء کے اخبار ''منادی'' میں جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تصویر شائع کرتے ہوئے لکھا ہے۔

یہ تصویر درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے قریب مسجد نواب خاں دوراں خاں میں گزشتہ سال لی گئی تھی جس میں قادیانی جماعت کے خلیفہ صاحب اور چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب اور بلبل ہندوستان سروجنی نائیڈو صاحبہ شریک تھیں۔ سامنے نواب خاں دوراں خاں کا

مزار ہے جو نادر شاہ ایرانی کی لڑائی میں بمقام پانی پت شہید ہوئے تھے۔ اور جن کے پوتے حضرت خواجہ میر درد کی اولاد میں وہ خاتون ہیں جو جناب مرزا بشیر الدین محمود کی والدہ ہیں۔ آج کل مرزا صاحب کی خلافت کو پچیس سالہ جوبلی قادیان میں ہو رہی ہے اور میں نے اپنے ان تعلقات کی یادگار میں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے میرے تھے اور ان کے فرزند اور خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سے ہیں۔ اور مرزا صاحب نے اپنی خلافت کے پچیس سالہ ایام میں اسلام کی اور مسلمانوں کی بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اور سر محمد ظفر اللہ خان جیسے خادم اسلام اور مسلمین افراد تیار کئے ہیں۔ اس لئے میں یہ تصویر اپنی جماعت اور ناظرین منادی کی معلومات کے لئے اور جوبلی کی خوشی میں دل سے شریک ہونے کے لئے شائع کرتا ہوں۔

(حسن نظامی)

(روزنامہ الفضل قادیان 5 جنوری 1940ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿25﴾

وابستگی و اطاعت خلافت

حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں

(پروفیسر مجید احمد بشیر)

دراصل بیعت کے بعد حقیقی رشتہ خلیفہ وقت سے قائم ہوتا ہے اور باقی سب رشتے اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ بیعت کے بعد دوسرے تمام لوگوں کی اطاعتیں اور تمام قسم کی وفاداریاں جائز ہیں لیکن ان کی وجہ سے خلیفہ وقت کی اطاعت سے کسی طور بھی انحراف نہیں ہونا چاہئے۔ خلیفہ کے احکام، ارشادات و تحریکات واجب الاطاعت ہیں ان کے مقابل کسی اور رشتے یا کسی اور تعلق کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ ان تعلقات کا انقطاع اور تمام دوستوں اور محبتوں کا اختتام ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے۔ صرف اور صرف خلیفہ وقت کی اطاعت ہی مومنین کے مد نظر ہونی چاہئے۔ ہر وہ انسان جو چاہتا ہے کہ اسے ہر میدان میں کامیابی ملے، اسے فتح نصیب ہو تو اسے چاہئے کہ وہ خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خلافت کے ساتھ وابستہ کر لے اور نتیجتاً اس کی کامیابی یقینی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے درج ذیل ارشادات سے خلیفہ وقت کی اطاعت اور خلیفہ کا مقام اور اس کی اہمیت عیاں ہے۔

بیعت خلافت کے بعد مبائعین کی ذمہ داریاں

اس سلسلہ میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں۔

"جو جماعتیں منظم ہوتی ہیں ان پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کے بغیر ان کے کام کبھی بھی صحیح طور پر نہیں چل سکتے...... ان شرائط اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم شرط اور ذمہ داری یہ ہے کہ جب وہ ایک امام کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انہیں امام کے منہ کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے کہ وہ کیا کہتا ہے اور اس کے قدم اٹھانے کے بعد اپنا قدم اٹھانا چاہئے اور افراد کو کبھی بھی ایسے کاموں میں حصہ نہیں لینا چاہئے جن کے نتائج ساری جماعت پر آ کر پڑتے ہوں کیونکہ پھر

امام کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہے گی۔ امام کا مقام تو یہ ہے کہ وہ حکم دے اور ماموم کا مقام یہ ہے کہ وہ پابندی کرے۔"

(الفضل 5 جون 1937ء)

کامیابی کی کنجی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم پر جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے۔ اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے۔ اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔"

(روزنامہ الفضل 4 ستمبر 1937ء)

کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو پوری طرح خلافت کے ساتھ وابستہ رکھیں، اپنا سب کچھ خلافت پر نثار کرنے کے لئے تیار ہوں اور خلیفۂ وقت کی دعائیں حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ کیونکہ "اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے۔"

(منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 49)

کامیابی کی ضمانت

حضورؓ فرماتے ہیں:

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقل مند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے

ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہر گز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو"۔

(الفضل 4 ستمبر 1937ء)

خلفاء قرب الٰہی کے حصول میں مد ہیں

اطاعت خلافت کے نتیجہ میں قرب الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔ خلیفۂ وقت زمین پر خدا تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطہ کا کام کرتا ہے اور جو خدا تعالیٰ تک رسائی کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

"انبیاء اور خلفاء اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول میں مد ہوتے ہیں۔ جیسے کمزور آدمی پہاڑ کی چڑھائی پر نہیں چڑھ سکتا تو سونٹے یا کھڈ سٹک کا سہارا لے کر چڑھتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور خلفاء لوگوں کے لئے سہارے ہیں۔ وہ دیواریں نہیں جنہوں نے الٰہی قرب کے راستوں کو روک رکھا ہے بلکہ وہ سونٹے اور سہارے ہیں جن کی مدد سے کمزور آدمی بھی اللہ کا قرب حاصل کرلیتا ہے۔"

(روزنامہ الفضل 11 ستمبر 1937ء)

خلافت کی اطاعت میں خدا تعالیٰ کی اطاعت

حضور فرماتے ہیں:

"بیشک میں نبی نہیں ہوں لیکن میں نبوت کے قدموں پر اور اس کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ ہر وہ شخص جو میری اطاعت سے باہر ہوتا ہے وہ یقیناً نبی کی اطاعت سے باہر ہوتا ہے ...... میری اطاعت اور فرمانبرداری میں خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔"

(روزنامہ الفضل 4 ستمبر 1937ء)

نصرت ہمیشہ اطاعت سے ملتی ہے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ خلافت کی اطاعت کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وہی خدا جو اس وقت فوجوں کے ساتھ تائید کے لئے آیا آج میری مدد پر ہے اور اگر آج تم خلافت کی اطاعت کے نکتہ کو سمجھو تو تمہاری مدد کو بھی آئے گا۔ نصرت ہمیشہ اطاعت سے ملتی ہے جب تک خلافت قائم رہے نظامی اطاعت پر، اور جب خلافت مٹ جائے انفرادی اطاعت پر ایمان کی بنیاد ہوتی ہے۔“

(روزنامہ الفضل 4 ستمبر 1937ء)

نیز فرمایا:

”میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ تم کتنے ہی عقل مند اور مدبر ہو اپنی تدابیر اور عقلوں پر چل کر دین کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک تمہاری عقلیں اور تدبیریں خلافت کے ماتحت نہ ہوں اور تم امام کے پیچھے پیچھے نہ چلو ہرگز اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تم حاصل نہیں کرسکتے۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی نصرت چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ تمہارا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور چلنا اور تمہارا بولنا اور خاموش ہونا میرے ماتحت ہو۔“

(روزنامہ الفضل 4 ستمبر 1937ء)

اطاعت رسول خلیفہ کے بغیر ہو ہی نہیں ہوسکتی

فرمایا: ”اطاعت رسول بھی جس کا اس آیت میں ذکر ہے خلیفہ کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ رسول کی اطاعت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ سب کو وحدت کے رشتہ میں پرو دیا جائے یوں تو صحابہؓ بھی نمازیں پڑھتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی نمازیں پڑھتے ہیں۔ صحابہؓ بھی حج کرتے تھے اور آج کل کے مسلمان بھی حج کرتے ہیں۔ پھر صحابہؓ اور آج کل کے مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ یہی کہ صحابہ میں ایک نظام کا تابع ہونے کی وجہ سے اطاعت کی روح حد کمال تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ رسول کریم ﷺ انہیں جب بھی کوئی حکم دیتے صحابہ اسی وقت اس پر عمل کے لئے کھڑے

ہو جاتے تھے لیکن یہ اطاعت کی روح آج کل کے مسلمانوں میں نہیں...... کیونکہ اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب خلافت ہو گی، اطاعت رسول بھی ہو گی"۔

(تفسیر کبیر جلد ششم، سورۃ النور صفحہ 369)

اطاعت امام میں ہی ہر قسم کی فضیلت ہے

حضورؓ فرماتے ہیں: "یادرکھو ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے...... ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں۔ ہزار دفعہ کوئی کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں۔ خدا کے حضور اس کے ان دعوؤں کی کوئی قیمت نہیں ہو گی جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا۔ جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اسکی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ بسر نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔"

(روزنامہ الفضل 15 نومبر 1946ء)

نعمتِ خلافت کی قدردانی کرنے کی تلقین

حضورؓ فرماتے ہیں:

"خلافت بھی چونکہ ایک بھاری انعام ہے اس لئے یادرکھو جو لوگ اس نعمت کی ناشکری کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے۔ .... فسق کا فتویٰ انسان پر اسی صورت میں لگ سکتا ہے جب وہ روحانی خلفاء کی اطاعت سے انکار کرے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم، سورہ نور صفحہ 370-374)

تمام برکات خلیفۂ وقت سے تعلق کے نتیجہ میں مل سکتی ہیں

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

"جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے، جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے، جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنا دیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کر کے تم کام کر سکتے ہو۔ اس

سے جتنا تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت پیدا ہو گی...... وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹا کر سکتا ہے۔"

(الفضل 20 نومبر 1946ء)

خلافت سے وابستگی اور اس کی برکات

خلافت سے وابستگی کی برکت کے بارہ میں ایک دفعہ فرمایا:

"جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔ بیشک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہیں ہو گی بلکہ وہ دن بدن بڑھے گی۔"

(درس القرآن 1921ء، صفحہ 73)

اس حوالے سے ایک اور جگہ فرمایا:

"خدا چاہتا ہے کہ جماعت کا اتحاد میرے ہی ہاتھ پہ ہو اور خدا کے اس ارادہ کو اب کوئی نہیں روک سکتا۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ان کے لئے (یعنی غیر مبایعین کے لئے) صرف دو ہی راہ کھلے ہیں یا تو وہ میری بیعت کر کے جماعت میں تفرقہ کرنے سے باز رہیں یا اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اس پاک باغ کو جسے پاک لوگوں نے اپنے خون کے آنسوؤں سے سینچا ہے اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جو کچھ ہو چکا، ہو چکا۔ مگر اب اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کا اتحاد ایک ہی طریق سے ہو سکتا ہے کہ جسے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے ورنہ ہر ایک شخص جو اس کے خلاف چلے گا تفرقہ کا باعث ہو گا۔"

(الفضل 18 فروری 1958ء، تقریر لاہور)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد خلافتِ احمدیہ کے بابرکت قیام کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 24 مئی 2019ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

”خلافتِ احمدیہ کے ذریعے ہی دنیا اب امّتِ واحدہ بننے کا نظارہ بھی دیکھ سکتی ہے اور اس کے بغیر نہیں جب تک خلافتِ احمدیہ سے یہ تعلق اور محبت رہے گا خوف کی حالت بھی امن میں بدلتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ لوگوں کی تسلی کے سامان بھی پیدا فرماتا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ خلافت کی باتوں پر عمل کرنا بھی تمہارے لئے ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ قومی اور روحانی زندگی کے جاری رکھنے کے لئے مومنین کے لئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ اپنی اطاعت کے معیار کو بڑھائیں۔ بیعت کے بعد اپنی سوچوں کو درست سمت میں رکھنا اور کامل اطاعت کے نمونے دکھانا انتہائی ضروری ہے۔ عام اطاعت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرو۔ اس کی عبادت بھی سنوار کر کرو۔ ایسے اعلیٰ اخلاق ہوں کہ احمدی اور غیر احمدی میں فرق صاف نظر آنے لگ جائے۔ دنیاوی خواہشات اور ان کے پیچھے پڑ کر دین کو ثانوی حیثیت دینے کی حالت بھی شرک کی حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک ہم میں اطاعت کا مادہ ہے۔

کس حد تک ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم اپنی عبادتوں کو سنوار رہے ہیں۔ کس حد تک سنت پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہماری اطاعت کے معیار ہیں۔ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ تاریخ سے آگاہی بھی ہونی چاہیے۔ جو خلافت سے وابستہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں پر عمل کرتے رہیں گے، اپنی نمازوں کی حفاظت کریں گے، تزکیہ نفس اور تزکیہ اموال کرتے رہیں گے، اطاعت میں اعلیٰ معیار قائم کرتے رہیں گے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے رہیں گے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 10 جون 2019 صفحہ 5 تا 9)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جس حکمت و دانش، جوانمردی اور الٰہی بصیرت سے جماعت کو متحد رہنے اور آپس میں اخوت و محبت کے قائم رکھنے کے لئے دن رات درس و تدریس اور وعظ و نصیحت سے کام لیا اور خلافت کی برکات پہ جو ارشادات فرمائے وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب

ہیں جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا وہ حصہ تو دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا چلا گیا جو خلافت کے دامن سے وابستہ تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو خلیفہ وقت کا مقام صحیح طور پر سمجھنے اور حقیقی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ہمارے اندر پیدا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿26﴾

اسی کے موافق جو تو نے مانگا

(سید قمر سلیمان احمد)

1880ء کے لگ بھگ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ کی طباعت کے بعد برصغیر کے طول و عرض کے مذہبی حلقوں میں ایک ہلچل مچ گئی جس کی وجہ حضورؑ کا وہ چیلنج تھا جو حضور نے دیگر ادیان کے لیڈروں کو دین حق کے بالمقابل کوئی نشان دکھانے کے لیے دیا تھا۔

اس چیلنج کو کھول کر پہنچانے کے لیے حضورؑ نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں فرمایا

"آپ کو اس دین کے حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانیوں کا بچشم خود مشاہدہ کر لیں و لیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صدق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) مشرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔"

(دسواں اشتہار مجموعہ اشتہارات)

حضور کے اس کھلے چیلنج کو عموماً قبول تو نہیں کیا گیا مگر قادیان کے بعض بااثر آریوں نے حضور کی خدمت میں اس کو قبول کرنے پر رضامندی ظاہر کر دی اور لکھا کہ:

"مرزا صاحب مخدوم و مکرم مرزا غلام احمد صاحب سلمہٗ بعد ماوجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدائے تعالیٰ اس کو

ایسے نشان در بارہ اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور شہر میں ہیں۔ لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حقدار ہیں۔"
(لچھمن رام۔ بشنداس۔ پنڈٹ نہال چند وغیرہ)

حضور علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا:

"بعد ماوجب آپ صاحبوں کا عنائیت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کی درخواست کی ہے مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لیے بہ تمام تر شکر گذاری اس کے مضمون کو قبول کرتا ہوں"

چنانچہ یہ معاہدہ طے پا گیا اور آریوں نے اس کے لیے ستمبر 1885ء سے ستمبر 1886ء کا وقت مقرر کیا۔

مگر آریوں نے ایک سوال یہ اٹھایا کہ حضور نے اپنے اشتہار میں جو قبول دین حق کی شرط لگا دی ہے اس سے انہیں مبرّا کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا کہ:

"سو اسقدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کبھی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پا جانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو..... سو ہم لوگ جو صدہا زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازۂ ہدایت اپنے نفس پر کھول دیں گے اور جو پر میشر سرب شکتی مان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے۔"

حضورؑ نے اس شرط کو بھی قبول فرمالیا اور جواباً تحریر فرمایا:

''اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں اس لیے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لیے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں۔''

معاملہ طے پا گیا تھا اور اب حضور علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے راہ نمائی طلب فرمائی۔

حضور علیہ السلام کا ارادہ کسی علیحدہ جگہ پر چلہ کشی کرنے کا تھا۔ حضور کے قدیمی رفیق حضرت مولوی عبد اللہ سنوریؓ نے درخواست کی کہ انہیں بھی اس سفر میں شمولیت کا شرف بخشا جائے۔ جسے حضور نے منظور فرمالیا اور سوجان پور جانے کا ارادہ کیا مگر مصلحت الٰہی سے یہ سفر ملتوی ہوتا رہا۔ اور حضور کو الہاماً بتایا گیا کہ ''تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔''

چنانچہ اس کے مطابق حضور جنوری 1886ء میں حضرت مولوی عبد اللہ صاحبؓ، حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ اور فتح خان صاحبؓ کو لیکر ہوشیار پور تشریف لے گئے اور مکرم شیخ مہر علی صاحب رئیسؓ کی حویلی کے بالا خانہ میں چالیس روز تک علیحدہ رہائش پذیر رہے جبکہ یہ تینوں دوست نچلی منزل پر فروکش ہوئے۔ یہاں وحیٔ الٰہی کے ذریعہ حضور کی خواہش کے مطابق خوشخبری دی گئی کہ ''اسی کے موافق جو تو نے مانگا۔'' کے مصداق نشان عطا ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے یہ عظیم الشان پیش خبری حاصل کر کے حضور بیس روز مزید وہاں ٹھہرے اور مارچ 1886ء میں قادیان واپس تشریف لے آئے اور ایک اشتہار کی صورت میں اسے شائع فرمایا۔

اس کی اشاعت کے ساتھ ہی ہندوستان کی مذہبی حلقوں میں ایک شور پڑ گیا۔

حضور نے دعویٰ فرمایا کہ اس پیشگوئی میں ایک فوق العادت خوبیوں والے لڑکے کی پیدائش کی بشارت دی گئی ہے جو نو سال کے عرصہ میں پیدا ہو جائے گا۔ مخالفین نے شور و غوغا اور جھوٹے پراپیگنڈا سے اس پیش گوئی کی عظمت کم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ حتیٰ کہ بعض علما نے بھی اس قسم کی خبریں پھیلانی شروع کر دیں کہ دراصل حضور کے ایک لڑکا پیدا ہو چکا ہے جس کو

اخفاء میں رکھا گیا ہے تا کہ کچھ عرصہ کے بعد اس کو ظاہر کر کے اس پیشگوئی کی صداقت کا اعلان کر دیا جائے۔

اس پر حضور نے ایک اشتہار ”اشتہار واجب الاظہار“ شائع فرمایا کہ ”ابھی تک جو 22 مارچ 1886ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز دو لڑکوں کے جن کی عمر 22،20 سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو گا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔“

آریوں کو جن کے مطالبہ پر یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی۔ گویا آگ لگ گئی پنڈت لیکھرام نے اس کے مقابل ایک پیشگوئی شائع کی جو گندے خیالات اور الفاظ سے بھری ہوئی تھی۔ اس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ:

”مرزا صاحب۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ آپ کے یہ لڑکا اب کی دفعہ ہو گا یا دوسری نوبت الہام میں؟ تاہم عبارت اصل لکھی ہے کہ اگر اب کی دفعہ لڑکا ہو گیا تو الہام سچا ثابت، ورنہ دوسری دفعہ کی تاریکی بتا دیں گے۔“

غرض مخالفین نے اس پیشگوئی کو تمسخر و استہزا کا نشانہ بنا لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت وقار کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے نشان کا انتظار فرمانے لگے۔

7 اگست 1887ء کو حضور علیہ السلام کے یہاں صاحبزادہ بشیر اولؓ کی پیدائش ہوئی اور 4 نومبر 1888ء کو آپ وفات پا گئے۔ کسی شخص کے یہاں اولاد کی وفات ایک دکھ کی بات ہوتی ہے اور شرفا میں تعزیت اور ہمدردی کا طریق جاری ہے مگر مخالفین نے بے ہودہ طریق اختیار کرتے ہوئے شور و غوغا برپا کر دیا کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور لڑکا پیدا ہو کر بجائے ان تمام خوبیوں کا مالک ہونے کے جو پیشگوئی میں درج ہیں۔ کم عمری ہی میں انتقال کر گیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس موقع پر ایک تقریر فرمائی اور پیشگوئی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہ لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے۔ 8 اپریل 1886ء کا اشتہار اور نیز 7 اگست 1887ء کا اشتہار کہ جو اپریل 1886ء کی بنا پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے۔''

اب مقابلہ زور پکڑ گیا اور ہندوستان کے تمام مذہبی حلقے اس بات کا شدت سے انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں حضور علیہ السلام کے یہاں نو سال کی جو مدت حضورؑ نے متعین فرمائی ہے اس میں کوئی لڑکا پیدا ہوتا ہے کہ نہیں کیونکہ کسی گھر میں لڑکے کی پیدائش خالصتاً ایسا نشان تھا جو انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صاحبزادہ بشیر اول کی وفات کے تقریباً دو ماہ بعد ہی 12 جنوری 1889ء کو حضور کے یہاں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش ہوئی اور یوں آریوں نے جو نشان طلب کیا تھا اور حضور نے خدا تعالیٰ سے جس قسم کا نشان طلب کیا تھا اور عطا کرنے والے نے ان الفاظ میں کہ ''اسی کے موافق جو تو نے مانگا'' تسلی دی تھی۔ بڑی شان و شوکت سے پورا ہوا۔

اس وقت تک اس نشان کی صداقت کا ثبوت صرف ایک لڑکے کی پیدائش کی حد تک ہی تھا۔ سوال یہ تھا کہ کیا اس لڑکے میں وہ تمام خوبیاں موجود ہوں گی جو اس پیشگوئی میں بیان کی گئی ہیں۔

پھر وقت نے ثابت کیا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس پیشگوئی کے ہر پہلو کا مصداق بنا رہا۔ اور مخالفین احمدیت کو اس پیشگوئی کی صداقت پر کسی قسم کا

اعتراض کرنے کی آج تک جرات نہیں ہوئی۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کا دم بھرنے والے بعض سادہ لوح افراد اس کوشش میں رہے کہ اس کی صداقت لوگوں پر مشتبہ کی جائے۔ کسی نے کہا موعود لڑکا تو سولھویں صدی ہجری میں پیدا ہو گا۔ کسی نے سو سال کے بعد دعویٰ کیا کہ وہ موعود لڑکا تو دراصل میں ہوں۔ میری سنو۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

مگر عطا کرنے والے نے اعلان کیا تھا کہ نشان "اسی کے موافق جو تونے مانگا" کے مصداق ہو گا۔ مانگنے والا دعویٰ کر رہا تھا کہ وہ لڑکا نو سال کی مدت میں پیدا ہو گا۔ مخالفین استہزاء کر رہے تھے۔ اور معجزہ کی طلب قادیان کے ہندوؤں کی طرف سے تھی۔ جو دو سو سال کے انتظار کے لیے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ اگر اس لڑکے نے موجود آریوں کی زندگیوں میں نہیں آنا تھا تو دو سو سال کا انتظار تو اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کا مصداق ہونا تھا۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیشگوئی میں مصلح موعود کو مامور من اللہ قرار دیا گیا تھا۔ یا فوق العادت خوبیاں رکھنے والا انسان قرار دیا گیا تھا۔ جب مقابلہ ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس سے قبل یہ شرط بھی عائد فرمائی تھی کہ اگر نشان دکھا دیا گیا تو مخالفین کو اسلام قبول کرنا ہو گا۔ آریوں نے اس شرط کو ختم کرنے کی درخواست کی جسے حضور علیہ السلام نے ختم کر دیا۔ صرف یہ شرط قائم رکھی گئی کہ وہ اس نشان سے دین حق کی صداقت کا اظہار کریں گے۔ اگر مصلح موعود کا ماموریت کا مقام ہوتا تو پھر آپ کو مانے بغیر جائے مفر نہیں ہو سکتی۔ احمدیوں نے 1914ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے ہاتھ پر جو بیعت کی تھی وہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلیفہ کے طور پر کی تھی نہ مصلح موعود کے مقام پر فائز ہونے کے طور پر اور حضور نے تو اسوقت مصلح موعود ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔

مصلح موعود ہونے کا دعویٰ 1944 میں کیا گیا اور اس حوالہ سے کبھی بھی تجدید بیعت نہیں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ:

”جس شخص کو حضور کے مصلح موعود ہونے کا علم دیا جائے اور اس پر حجت تمام کر دی جائے تو پھر بھی وہ حضور کا انکار کرے تو ہم اسے کیا کہیں گے۔“

حضور نے جو فرمایا:

”ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے ہدایت دے گا۔ دعوت پر اصرار کر کے منوانا غیر مامور کا کام نہیں ہوتا۔ اس شخص نے کہا کہ حضور کے متعلق تو ایک مامور کی پیشگوئیاں موجود ہیں اور مامور ہمیشہ مامور کے متعلق ہی پیشگوئی کیا کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا:”یہ پھر وہی نفس کا دھوکہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ہر بیٹے کے متعلق پیشگوئی موجود ہے۔ کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا ہر بیٹا مامور ہے۔“

(الفضل 3جون 1960)

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿27﴾

سیرت حضرت مصلح موعودؓ کے حسین پہلو

(قدسیہ محمود سردار)

دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو قوموں کی تقدیر بدلنے کے لئے آتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نمونہ بنا کر بھیجتا ہے تا کہ اس کی تقلید سے قوم میں بھی وہی اعلیٰ عادات و فضائل پیدا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی ایسے وجودوں میں سے ایک تھے۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ بے نفسی کے ساتھ یادِ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت میں گزرا۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ مورخہ 12 جنوری 1889 بروز ہفتہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام الصلوۃ السلام کی حرم ثانی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے حضورؑ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جو ہستی باری تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپؓ 12 مارچ 1944ء کو بمقام لاہور تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”5 اور 6 جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔ میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔“

ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں:

''وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ ختم نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ تقدیر قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرے وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت کی توفیق دی''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تعلیم کی عمر کو پہنچے تو مقامی سکول میں آپ کو داخل کرایا گیا مگر طالب علمی کے زمانہ میں چونکہ آپ کی صحت خراب رہتی تھی اس لئے آپ کو دنیاوی تعلیم سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ آپ کے استاد حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی تعلیمی حالت کا ذکر کرتے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ اس کی صحت اچھی نہیں ہے۔ جتنا یہ شوق سے پڑھے اسے پڑھنے دو، زیادہ زور نہ دو۔

خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے مطابق خود آپ کو ظاہری و باطنی تعلیم دی۔ جس کو دنیا نے دیکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی خاص تربیت میں لے لیا۔ آپ نے ان کی صحبت اور فیض سے بہت فائدہ اٹھایا۔ قرآن شریف، حدیثوں کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولوی صاحب سے ہی پڑھیں۔

26 مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعودؑ وفات پا گئے۔ آپ 19 برس کے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ عظیم الشان عہد کیا کہ الٰہی اگر سارے لوگ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو چھوڑ جائیں گے تو پھر بھی میں اپنے عہد پر قائم رہوں گا اور حضرت مسیح موعودؑ جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک دن اس امر کا گواہ ہے جو آپ نے عہد کیا وہ پورا کر دکھایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خدا تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق گزری ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

(الانعام:163)

آپؓ کے 52 سالہ دور خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی گئیں مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کا سایہ بھی ہر آن آپ پر رہا۔ آپ فرماتے ہیں:

"تو خدا تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے۔ تم اس کے لئے کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے تا کہ اس کی مدد اور نصرت تم کو مل جائے۔ اور جب اس کی نصرت تمہارے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر ساری دنیا ہے کیا چیز! وہ تو ایک کیڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔"

آپ کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بے انتہا عشق تھا۔ جب آپ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نام لیتے تو آپ کی آواز میں لرزش اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ آپ کے اشعار اس مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے

ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دوسرا ہے

اسی طرح قرآن مجید سے آپ کو بے نظیر عشق تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا روشن باب ہے۔ جن دنوں آپ نے تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا۔ بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ آرام کریں زیادہ محنت نہ کریں مگر آپ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔

افراد جماعت آپ کو غیر معمولی محبت تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے آپ کرب میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو اسی سال جلسہ سالانہ پر خطاب کرتے فرمایا:

”کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ جاننے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں تمہارا اسے فکر ہے درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔“

(برکات اخلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 156)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے طبقہ نسواں پر عظیم الشان احسانات ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں احمدی عورت نے علم میں، عمل میں، قربانی میں، نیکی و طہارت میں آپ کے زیر سایہ جس قدر ترقی کی اس کی مثال کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ 1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرما

کر مستورات میں ہر احساس پیدا کیا کہ وہ بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں۔ اور قوموں کی ترقی میں ان کا بھی ہاتھ ہے آپ فرماتے ہیں:

”حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم وتربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کرلو۔ تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کرلو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کائی فائدہ نہیں ہو سکتا۔“

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 641)

خلافت ثانیہ کا مبارک دور 14 مارچ 1914ء کو شروع ہوا اور 8 نومبر 1965 کو ختم ہوا۔ یہ ایک تاریخ ساز دور تھا حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے عظیم الشان کارنامے سر انجام دیئے جس نے جماعت کی علمی وروحانی ترقی اور تعلیم وتربیت میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ جماعت کامیابی وکامرانی کے ساتھ فتح ونصرت کی نئی منزلوں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی مقبول دعاؤں کا عظیم ثمرہ تھے۔ آپ کا وجود قبولیت دعا کا ایک زندہ اور مجسم معجزہ تھا۔ دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک عجیب نسبت تھی اپنی جماعت کے نام ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔ سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔ اسلام کی آقاز پست نہ ہو، خدا کا نام ماند نہ پڑے، قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور خود عمل کرو اور دوسروں ے عمل کراؤ۔ زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں ہوتے رہیں۔ خلافت زندہ ہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔ آمین“

(الفضل 11 نومبر 1965)

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اب ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلادیں۔ اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاح معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔“

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 91-9)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴾28﴿

ارضِ ربوہ جس کی شاہد ہے، وہ معمولی نہ تھا

(امۃ القیوم انجم۔ کینیڈا)

دنیا میں تاریکی اور کفر کے اسلام پر حملہ کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جن روشن نشانوں کے ساتھ مبعوث فرمایا ان میں سے ایک عظیم الشان نشان ''مصلح موعود'' کا ظہور تھا۔

یوں تو سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی آمد کے اشارے حدیثِ پاک اور صحفِ سابقہ میں بھی ملتے ہیں مگر امت کے بعض بزرگوں نے جن میں نعمت اللہ ولی جیسے عارف باللہ بھی شامل ہیں، نے مہدیٔ آخر الزماں اور ان کے اس فرزندِ دلبند گرامیٔ ارجمند کا ذکر ذرا کھل کر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عیسیٔ وقت و مہدیٔ دوراں
ہر دو راشاہسوار مے بینم
دوراو چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

یعنی یہ موعود بیٹا اپنے باپ کی خوبو اور رنگ ڈھنگ پر ہو گا اور نبیوں والی اولوالعزمی کا وارث ہو گا۔

ہزاروں ہمتیں قربان ہوں اس ابنِ مہدیٔ موعود علیہ السلام پر جس نے اپنے عزم اور ہمت سے طوفانوں میں سے گزر کر کامیابیوں کو چھوا۔ پیشگوئیوں کے الفاظ اس ذات میں اس طرح پورے ہوتے دکھائی دیتے ہیں گویا وہ کوئی انسان نہیں انجمن ہے۔ پھول نہیں بلکہ گلدستہ ہے۔ آیئے اس موعود کی زندگی سے عزم واستقلال کی چند مثالوں کو تازہ کریں۔

1900ء میں جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال تھی آپ نے ایک دن اشراق کے وقت وضو کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جبّہ پہن کر کمرے کا دروازہ بند کر کے نماز شروع کی اور خوب روئے اور اقرار کیا کہ اب کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ خود فرماتے ہیں ”گیارہ برس کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا اس واقعہ کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی“

(سوانح فضلِ عمر جلد 1 صفحہ 96)

ابھی آپؓ کی جوانی کی اُٹھان ہی تھی کہ مسیح پاک علیہ السلام کا سانحۂ ارتحال پیش آیا اس وقت جبکہ آپ کی عمر صرف اور صرف انیس سال تھی آپؓ نے اپنے مقدس باپ کے سرہانے کھڑے ہو کر عہد کیا کہ

”اے خدا! میں تجھ کو حاضر و ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت، احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے تو نے نازل فرمایا ہے اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا“

(الفضل 21 جون 1944ء)

یہ ایک عظیم عہد تھا۔ زمانے نے چیلنج کے بعد چیلنج آپ کے سامنے لا کھڑا کیا مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس اولوالعزم نے اپنے الفاظ کی پیچ رکھی اور ہمیشہ ایک ہی سبق یاد رکھا

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو صدا
رنج و غم یاس و الم فکرو بلا کے سامنے

جونہی آپ منصبِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو صاحبِ کلاہ و دستار اور جماعت کے جبّہ پوشوں کو ایک دھکا لگا اور وہ روٹھ کر نہ صرف لاہور آ بیٹھے بلکہ ان کے ترکش کا ہر تیر اس وجود پر پڑنے لگا مگر اس کوہِ وقار کے پائے ثبات میں ذرا بھر بھی لغزش نہ آئی 25 سالہ اس نوجوان نے اپنے اور غیروں کے ہر وار کو اپنے سینہ پر لیا۔ نہ درماندہ ہوا نہ ہمت ہاری اور نہ ہی قافلے کی رفتار میں فرق آنے دیا۔ آنچ آنے نہ دی اس نے اسلام پر اپنے سینہ پہ ہر وار سہتا رہا۔

آپؓ کے 52 سالہ دور خلافت کا ایک ایک ورق اس بات کی شہادت کے لئے حاضر ہے کہ کس طرح اپنوں نے جانچا۔ غیروں نے پرکھا اور بار بار پرکھا۔ وہ آزمایا گیا اور وہ ستایا گیا مگر وہ تو تھا ہی کوہِ وقار، عزم کی چٹان اور ہمتوں کا شہزادہ۔ احرار نے ٹکر لی، حکومت نے طاقت آزمائی کی، سیاست دانوں نے چالیں چلیں، شعراء نے سحر کاری کی مگر سوائے شرمندگی اور نامرادی کے کسی کے ہاتھ میں کچھ بھی تو نہ آیا۔ اس کا تو ایک ہی ماٹو اور ایک ہی نصب العین تھا۔

جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پرواہ نہ کر

1934ء میں جب احرار نے فتنہ کھڑا کیا انہوں نے احمدیت کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہا۔

انہوں نے قوم کے لیڈروں اور حکومت کی اشیر باد سے دنیائے احمدیت پر ہلہ بول دیا اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا اعلان کر دیا تو اس وقت خدائے تعالیٰ کا یہ بلند ہمت اور پر عزم شیر دھاڑا اور فرمایا ”دنیا کی تمام طاقتیں جمع ہیں۔ احراری بھی ہیں، پیرزادے بھی ہیں، دیوبندی بھی ہیں ...شاعر اور فلاسفر بھی ان کے ساتھ ہیں... گویا دنیا اپنی تمام طاقتیں احمدیت کے کچلنے پر صرف کرنے کے لئے آمادہ ہو رہی ہے... اپنی ساری طاقتیں جمع کر کے احمدیت کو مٹانے کے لئے تل جاؤ پھر بھی یاد رکھو کہ سب کے سب ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے“...

(الفضل 30 مئی 1935ء)

آپؓ کو مخالفین کے لئے نرمی اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا تو آپؓ نے ایک یقینِ کامل کے ساتھ واضح کر دیا کہ جس قدر فتنہ بڑھتا ہے اسی قدر ہمیں یقین ہوتا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ جماعت احمدیہ کی تائید میں کوئی نشان دکھانا چاہتا ہے اور آپ کسی قسم کی مداہنت اور نرمی کر کے خدا تعالیٰ کے نشان کو دُھندلا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایسے نازک وقت میں جبکہ قادیان مخالفت کے خوفناک طوفانوں کی لپیٹ میں تھا آپؓ نے فرمایا۔

”خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار

کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں اس کے مقابلے میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور میں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے“

(الفضل 30 مئی 1935ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بدر کے موقع پر پھینکی جانے والی کنکریوں کی مٹھی ثابت ہوا جس نے آن واحد میں مخالفوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور وہ خائب و خاسر رہے بلکہ اس طوفان کی کوکھ سے تحریک جدید کا وہ شگوفہ پھوٹا جس کے خوشنما پھولوں سے آج ایک عالم معطر ہو رہا ہے

آپؓ کبھی بڑی سے بڑی مخالفت سے بھی نہ گھبرائے اور ہمیشہ اپنے خدا پر یقین رکھا۔ 1953ء کے طوفان بے تمیزی کے موقع پر جبکہ دشمن جماعت کو کھا جانے کے لئے تیار تھا ملک میں لاقانونیت تھی امن و امان قائم کرنے والی طاقتیں بے بس دکھائی دے رہی تھیں۔ روزنامہ الفضل کی بندش کر کے امامِ جماعت اور افرادِ جماعت کے درمیان رابطے کے اہم ذریعے کو منقطع کر دیا گیا تو اس وقت آپؓ نے جماعت کو ایک پر عظم راہنما کے طور پر تسلی دیتے ہوئے لاہور سے جاری کردہ ”فاروق“ اخبار کے پہلے ہی پرچہ میں پیغام دیا۔

”الفضل کو ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا ہے احمدیت کے باغ کو جو ایک ہی نہر لگتی تھی اس کا پانی روک دیا گیا ہے پس دعائیں کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو ان شاء اللہ فتح ہماری ہے۔ کیا آپ نے گزشتہ 40 سال میں کبھی دیکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے چھوڑ دیا؟ تو کیا اب وہ مجھے چھوڑ دے گا؟ ساری دنیا مجھے چھوڑ دے مگر وہ ان شاء اللہ مجھے کبھی نہیں چھوڑے گا سمجھ لو کہ وہ میری مدد کو دوڑا چلا آ رہا ہے وہ میرے پاس ہے وہ مجھ میں ہے خطرات ہیں اور بہت ہیں مگر اس کی مدد سے سب دور ہو جائیں گے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 4 صفحہ 352)

مکہ کی بے آب و گیاہ وادی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانیوں اور دعاؤں کی بدولت اسلام کا مرکز بنی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کے ساتھ ایک ربوہ میں پناہ لی تھی تو آج دور مسیح آخر الزماں اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ پھر ان نبیوں جیسی اولو العزمی دکھا کر اس یاد کو تازہ کر دیا کہ آپؓ نے بھی اپنی والدہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربوہ کو دار الامان بنایا۔ لٹے پٹے قافلے کے ساتھ ہجرت کر کے آنے والے اس فرزند مسیح الزمان نے ایک لق و دق چٹیل میدان میں، جہاں نہ پانی تھا نہ سبزہ، نہ چرند تھا نہ پرند، جس کا سارا سرمایہ گرد تھا اور صرف گرد، وہاں خیمے لگا دیئے تو ہمت اور عزم کی کوکھ سے ایک شہر آباد ہو گیا اور پھر یہیں سے چہار دھانگ عالم میں اسلام کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ یہ ربوہ وہی سرزمین ہے جس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کے چاروں کونوں میں بکروں کی قربانی خدا تعالیٰ کے حضور پیش کی گئی اور اس کے وسط میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے ایک بکرا ذبح کیا اور اس کے بارے میں فرمایا۔ ”یہ کبھی وہم نہ کرنا کہ ربوہ اجڑ جائے گا۔ ربوہ کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ ربوہ کے چپہ چپہ پر اللہ اکبر کے نعرے لگے ہیں ربوہ کے چپہ چپہ پر حضرت محمد رسول اللہ پر درود بھیجا گیا ہے... یہ بستی قیامت تک خدا تعالیٰ کی محبوب بستی رہے گی اور قیامت تک اس پر برکتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے کبھی نہیں اجڑے گی۔ کبھی تباہ نہیں ہو گی بلکہ حضرت محمد رسول اللہ کا جھنڈا دنیا میں کھڑا کرتی رہے گی“

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کی داستان تو سمیٹے نہیں سمٹتی۔ آپؓ کی انہی بے پناہ خوبیوں کو دیکھ کر انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے۔

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2020ء)

﴿29﴾

پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ بابت مصلح موعودؓ

اور

مخالفانہ پیشگوئی لیکھرام بابت پسر موعود کا تقابلی نقشہ

دونوں پیشگوئیوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پنڈت لیکھرام مسلسل حضرت مرزا صاحب کی ذریّت کے خاتمہ کی پیشگوئی کر رہا تھا۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ہاں جلیل القدر بیٹے کی پیدائش کی پیشگوئی کرتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ لیکھرام سے اس کے خدا کی غیرت نے کیا سلوک کیا اور خدا تعالیٰ کی تائید نے کس شان کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ساتھ دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی آسمانی بشارتیں کس صفائی سے پوری ہوئیں اور کس طرح یہ بچہ (پسر موعود) ناموافق حالات کے باوجود اور دشمن کی قہری نگاہوں کے علی الرغم بڑھتا، پھولتا اور پھلتا رہا۔ حتیٰ کہ اس مقام محمود تک جا پہنچا جس کی اس کے حق میں خوشخبری دی گئی تھی۔ 1885ء سے 1897ء تک گیارہ سال کے عرصہ میں تقابلی موازنہ کریں تو فوراً دو اور دو چار کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بے ساختہ ہاتھ اُٹھتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی مبشر اولاد اور جماعت کو ایسی ایسی حیرت انگیز ترقیات و نصرتوں سے نوازا کہ ساری دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی جبکہ لیکھرام نے اپنے اس مصنوعی اور بناوٹی الہام میں ناکامی اور نامرادی کا عبرت ناک نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اس تناظر میں سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا تیار کردہ ایک تقابلی موازنہ قارئین کے لئے دلچسپی اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہو گا۔

(ایڈیٹر)

پیشگوئی حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ بہ نسبت مصلح موعودؓ

- ”خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔“
- ”تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔“
- ”سو قدرت اور رحمت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔“
- ”اے مظفر! تجھ پر سلام“
- ”خدا نے کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔“
- ”اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔“
- ”میں تیرے ساتھ ہوں۔“
- ”سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام لڑکا تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہو گا۔“
- ”اس کا نام عنموائل اور بشیر بھی ہے۔“
- ”مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔“
- ”وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔“
- ”وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔“
- ”وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔“
- ”اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔“

- ”نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔“
- ”اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا“
- ”اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا“
- ”میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا“
- ”مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت ہوں گے“
- ”تیری ذرّیت منقطع نہ ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔“

مخالفانہ پیشگوئی پنڈت لیکھرام بہ نسبت پسر موعود

- ”رحمت کا نہیں زحمت کا کہا ہو گا آپ تو ہر بات کو الٹی سمجھتے ہیں اور ”ر، ز“ میں امتیاز نہیں رکھتے۔“
- ”خدا اس سفر کو نہایت منحوس بتلاتا ہے آپ نے شاید لودہانہ میں بنا کنجر کی سرائے میں جیل خانہ کے متصل فروکش ہونے کو مبارک سمجھا ہو گا۔“
- ”خدا کہتا ہے میں نے قہر کا نشان دیا ہے۔ رحمت کا نشان تو صرف بنا کنجر کی سرائے تھی اور بس۔“
- ”اے منکر و مکار تجھ پر آلام“

”خدا کہتا ہے کہ میں جلد مصنوعی کو فی النار کروں گا اور قبر سے نکال کر جہنم میں ڈالوں گا۔“ ”آج تک گویا جس کا نام اسلام ہے وہ محض خیال خام تھا اور جس کا نام قرآن تھا وہ شرف کے مرتبہ سے برکسران تھا اب مرزا کی بدولت شرف و مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو گا اور قرآن و اسلام کا نام باہر ہو گا۔“

- ”مرزا ہی کے منہ سے ثابت ہوا کہ اب تک دین اسلام میں باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ موجود تھا اور حق مع اپنی برکتوں کے مفقود۔ اب ساحر قادیانی کے وجود سے حق آوے گا اور باطل جاوے گا۔“

- ”پہلے پیشوایان کے ساتھ کون تھا؟ کیا شیطان بے عنوان تھا۔ البتہ خدا کا یہ فرمان تھا کہ مرزا کا ساتھی نہیں، اس کا مددگار شیطان ہے۔“
- ”خدا نے یہ فقرہ سن کر مسکرا کر فرمایا کہ تو اس فریب کو سمجھا؟ عرض کیا کہ میں تو دو کوس کے فاصلہ پر رہتا ہوں مجھے کیا معلوم ہے... کیا واقعی لڑکا ہوگا فرمایا“ نہیں لڑکی۔ مگر اپنا الہام سچا کرنے کو مرزا اس وقت ضرور فریب کھیلے گا اور اسی وقت ہم تجھ کو اطلاع دیں گے۔

مرزا صاحب! اب میرا سوال یہ ہے کہ آپ کے یہ لڑکا اب کی دفعہ ہوگا یا دوسری نوبت الہام میں؟ تاہم عبارت اصل لکھی ہے کہ اگر اب کی دفعہ لڑکا ہو گیا تو الہام سچا ثابت ورنہ دوسری دفعہ کی تاریخ بتادیں گے۔ کیوں صاحب! اب خدا نے آپ کو پاک اور ذکی لڑکا دینے کی بشارت دی ہے۔ کیا پہلے لڑکے دو کریہ منظر، ناپاک تر غبی ہیں اور کیا اپنی ذریت سے ہونے میں کچھ شبہ بھی ہے؟ مرزا صاحب! واقعی اب آپ کے کمالات پیغمبروں کے ساتھ خوب مشابہ ہو چلے“

- ”ہم نے سنا خدا کہتا ہے اس کا نام عزرائیل اور شریر بھی ہے۔“
- ”خدا کہتا ہے کہ وہ آسمانی گولا نہایت منحوس ہے جو پاتال کو جاتا ہے۔“
- ”شاید صاحب ذلت و نحوست و نکبت ہوگا۔“
- ”خدا کہتا ہے کہ وہ مرزا کی طرح دنیا میں آکر اعزاز شیطانی نفس اور روح منحوس کی نحوست سے بہتوں کو دائم المریض کر کے واصل فی النار کرے گا اور آخر کو خود بھی اس میں پڑے گا اور اس کا خر دجال ہوگا۔“
- ”وہ نہایت غبی اور کودن ہوگا۔“
- ”خدا کہتا ہے وہ نہایت غلیظ القلب ہوگا اور علوم صوری و معنوی سے قطعی محروم ہوگا۔“

- ’’آیا آپ اور آپ کے دونوں لخت جگر ظلم محض تھے جن کو خدا نے اپنے قہر اور غضب کے قطر ان سے متعفن اور گندہ کیا اس کو بھی خدا اسی تجلی کا بٹا بتاتا ہے۔‘‘
’’کیا پہلا ثلاثہ امیروں فقیروں کی قید کا باعث ہوا۔ اب خدا کہتا ہے کہ وہ دائم الحبس ہو گا۔‘‘
- ’’پہلا ثلاثہ کیوں گمنام رہا؟ اب کہتا ہے محض خلاف ہے اس رذیل کا نام قادیان میں بھی بہت سے نہ جانیں گے۔‘‘
- ’’شاید خدا کہتا ہے کہ میں مرزا کی ذریت کو منقطع کروں گا اور نحوست دوں گا۔

مرزا صاحب! آپ ہر ایک بات کو الٹی ہی سمجھتے ہیں ؎

نہ ہو کیونکر تمہارا کار الٹا
تم الٹے بات الٹی یار الٹا‘‘

- ’’بعض قادیانی ہے اصل میں کلھم حکم ربانی ہے۔‘‘
- ’’آپ کی ذریّت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔‘‘

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 59 تا 63)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 06 مارچ 2020ء)

《30》

پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق

(م۔ا۔ شہزاد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار لکھا جس میں مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی بیان کی گئی جو ضمیمہ اخبار ریاض ہند مورخہ یکم مارچ 1886ء میں شائع ہوا۔ آیئے اس بات پر غور کریں کہ اس پیشگوئی کے اصل الفاظ سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ آیا یہ کہ مصلح موعود و پسر موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صلبی بیٹا ہو گا یا یہ کہ وہ مدتہا مدت کے بعد آئندہ کسی زمانے میں آپ کی نسل میں سے ہو گا۔ اور وہ جسمانی و روحانی دونوں لحاظ سے آپ کا بیٹا ہو گا یا جسمانی بیٹا نہیں صرف روحانی بیٹا ہو گا۔

(1) آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسیح موعود کے لئے فرمایا: یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ

(مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 480 باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔ مسیح موعود کے شادی کرنے کے ذکر کے ساتھ ہی بیٹا ہونے کا ذکر کرنا واضح طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بیٹا بھی شادی کا نتیجہ اور مسیح موعود کا صلبی فرزند ہو گا۔ نہ کہ ایک زمانہ دراز کے بعد آپ کی نسل میں پیدا ہونے والا۔

کیا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ شادی تو کرے مسیح موعود اور اس شادی کے ذکر کے ساتھ ہی حدیث میں جس بیٹے کے پیدا ہونے کا ذکر ہے وہ پیدا ہو، اس شادی پر سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد۔

کیا حدیث میں جس شادی کے ذکر کے ساتھ ہی بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے اس شادی سے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والا کسی طرح بھی اس شادی کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ فَفِی ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَاْبَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 578 حاشیہ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشگوئی فرمائی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہو گی تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا کرے گا جو اپنے باپ کی نظیر ہو گا اور ہر ایک امر میں اس کا مطیع و فرمانبردار ہو گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہو گا۔ اسی طرح حضورؑ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ 325 میں فرماتے ہیں:۔

”اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہو گی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہو گا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔“

اس حدیث کی تشریح سے بھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو جو صالح فرزند عطا فرمائے گا اور جو اپنے باپ کا نظیر ہو گا وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہو گا۔ کیونکہ مسیح موعود کے شادی کرنے کا ذکر جو حدیث میں آیا ہے اسی سے اس فرزند کا پیدا ہونا ظاہر فرمایا ہے۔ اور اس شادی سے پیدا ہونے والا اسی زمانے میں پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ شادی سے سینکڑوں سال بعد۔ اور وہ مسیح موعود کا صلبی فرزند ہو گا نہ کہ آپ کی دور کی نسل میں سے کسی اور کا فرزند۔

(2)اسی طرح حضرت نعمت اللہ ولی نے بھی مہدی و مسیح موعود کے لئے ایک یاد گار پسر کی پیشگوئی ان الفاظ میں کی ہے۔

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یاد گار مے بینم

جب مسیح موعود کا دور اپنے کام کو انجام دیتے ہوئے ختم ہو جائے گا تو اس کا بیٹا اس کام کو سر انجام دینے میں اس کی یاد گار ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شعر سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

”جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یاد گار رہ جائے گا۔یعنی مقدر یوں ہے کہ خدائے تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اسی کے نمونہ پر ہو گا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یاد گار ہو گا۔یہ در حقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے“

(نشانِ آسمانی، روحانی خزائن جلد4 صفحہ 373)

اس پیشگوئی سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ بیٹا مسیح موعود کا صلبی بیٹا ہو گا۔اور آپ کے سامنے اس قابلیت و اہلیت تک پہنچ چکا ہو گا کہ اپنے باپ مسیح موعود کی وفات کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھ کر آپ کی یاد گار بن سکے۔

(3)حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے ان الفاظ سے بھی کہ

”تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔“

یہی ظاہر ہے کہ وہ لڑکا آپؑ کا صلبی بیٹا ہو گا۔

(4) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا... وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہو گا۔ اور مظہر الحقّ و العلاء ہو گا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 181)

یہی الفاظ مصلح موعودؓ والی پیشگوئی میں بھی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود آپ کا صلبی بیٹا ہو گا۔

(5) نشان طلب کرنے والے ہندوؤں کے لئے وہ لڑکا اسی حالت میں نشان ہو سکتا تھا جب کہ وہ ان کی زندگی میں پیدا ہوتا ورنہ وہ ان کے لئے نشان نہیں بن سکتا تھا۔

(6) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی۔ اور اس عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا اور اس کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔"

(سبز اشتہار روحانی خزائن جلد نمبر 2 صفحہ 463 حاشیہ)

اور بشیر ثانی مصلح موعود کا دوسرا نام ہے۔

(بحوالہ سبز اشتہار، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 467 حاشیہ)

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہی انکشاف فرمایا کہ مصلح موعود آپ کا بیٹا ہو گا۔

(7) 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں مندرج پیشگوئی میں "پاک لڑکا" "زکی غلام" "فرزند دلبند وگرامی ارجمند مظہر الحق و العلاء" کے الہامی الفاظ بیان کیے گئے ہیں جو اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ مصلح موعود کو آپ کا فرزند یعنی بیٹا قرار دیا گیا ہے۔

(8) حضور علیہ السلام اشتہار 22 مارچ 1886ء میں فرماتے ہیں:۔

"اس عاجز کے اشتہار مورخہ 20 فروری 1886ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے۔ جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔... ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 113 مطبوعہ 1971)

یہ دعویٰ آپؑ نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ فرمایا میرا یہ کہنا بموجب وعدہ الٰہی ہے۔ بعض غیر مبائعین اس پیشگوئی کی غلط تاویلیں کرتے ہیں۔ انہیں خاموش کروانے کے لیے یہ ایک فقرہ ہی کافی ہے۔

"بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ میں ضرور پیدا ہوگا۔"

(خطابات ناصر جلد اول صفحہ 45)

اشتہار 20 فروری 1886ء میں 2 لڑکوں بشیر اول اور بشیر ثانی کے پیدا ہونے کی پیشگوئی ہے۔ جس میں سے آپ نے بشیر ثانی کو مصلح موعود قرار دیا اور اس طرح بھی ثابت ہے کہ مصلح موعود آپ کا صلبی بیٹا ہے۔ حضور علیہ السلام کے ارشادات سے بخوبی ظاہر ہے کہ پسر موعود جو مصلح موعود ہوگا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے اندر اندر یعنی فروری 1886ء سے لیکر فروری 1895ء تک ضرور پیدا ہو جائے گا۔

(9) 8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں مصلح موعود کا لقب پسر موعود ہے۔

(ملخص مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 116-117)

پسر کے معنے بیٹے کے ہیں۔

(10) حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"تمام پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ یہ ہیں کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائے گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 305)

ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ 20 فروری 1886ء میں جس خاص لڑکے کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے وہ آپ کا صلبی بیٹا ہو گا۔

(11) حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

”مصلح موعود کے حق میں جو پیشگوئی ہے وہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 183 حاشیہ)

اس امر کو ملحوظ رکھ کر کہ مصلح موعود کا نام فضل بھی ہے اس الہام کی تشریح یہ ہو گی کہ بشیر اول کے ساتھ فضل یعنی مصلح موعود ہے جو اس کے یعنی بشیر اول کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ اور ساتھ آنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ مصلح موعود یا بشیر ثانی بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہو گا۔ یعنی بشیر اول اور مصلح موعود کے درمیان یا یوں کہیئے کہ بشیر اول اور بشیر ثانی کے درمیان کوئی بیٹا پیدا نہ ہو گا۔

چنانچہ حضرت اقدسؑ اس کے آگے فرماتے ہیں:۔

”نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ضرور تھا کہ اس کا آنا معرضِ التوا میں رہتا جب تک یہ بشیر جو فوت ہو گیا ہے پیدا ہو کر پھر واپس اٹھایا جاتا۔ کیونکہ یہ سب امور حکمت الٰہیہ نے اس کے قدموں کے نیچے رکھے تھے۔ اور بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 184 حاشیہ)

ارہاص سے مراد یہ ہے کہ بشیر اول بشیر ثانی کے آنے کی ایک علامت اور بشارت تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 4 دسمبر 1888ء کو یعنی سبز اشتہار تحریر فرمانے کے 3 روز بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں تحریر فرمایا:۔ ”اس لڑکے (یعنی بشیر

اول) کی پیدائش کے بعد اس کی طہارت باطنی اور صفائی استعداد کی تعریفیں الہام میں بیان کی گئیں اور پاک اور نور اللہ اور ید اللہ اور مقدس اور بشیر اور خدا باماست اس کا نام رکھا گیا۔ سوان الہامات نے یہ خیال پیدا کر دیا کہ غالباً یہ وہی مصلح موعود ہو گا مگر پیچھے سے کھل گیا کہ مصلح موعود نہ تھا مگر مصلح موعود کا بشیر تھا۔"

(مکتوبات احمد جلد 2 صفحہ 74)

اسی طرح سبز اشتہار صفحہ 17 میں بشیر اول کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"بذریعہ الہام بتلایا گیا اور صاف ظاہر کیا گیا کہ ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے کے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضرور ہے۔ سواے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔"

اور حضورؑ نے 8 اپریل 1886ء کے اشتہار میں بشیر اول کی پیدائش سے متعلق بشارت کا ذکر کر کے فرمایا کہ:۔ "بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ تکیں۔"

پس جب بشیر اول مصلح موعود نہ ہوا تو دوسرا لازمی طور پر مصلح موعود ہونا تھا۔ ان عبارات سے واضح ہے کہ بشیر ثانی جو ازروئے الہام مصلح موعود ہے وہ بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والا تھا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعد انکشاف تام سراج منیر میں فرماتے ہیں:۔

"سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔"

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36 حاشیہ)

(12) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم دسمبر 1888ء کے سبز اشتہار میں بصراحت فرمایا تھا کہ ”مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے۔ اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 183-184 حاشیہ مطبوعہ 1971ء)

اس اشتہار کی طباعت پر ابھی ڈیڑھ مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 12 جنوری 1889ء کو آپؑ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گیا۔ آپؑ نے اس کی پیدائش کا ذکر اشتہار ”تکمیل تبلیغ“ میں جو اسی رات میں تحریر کیا گیا تھا ان الفاظ میں فرمایا:۔ ”خدائے عزوجل نے جیسا کہ شتہار دہم جولائی 1888ء و اشتہار دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف و کرم سے یہ وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہو گا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہ اولو العزم ہو گا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے سو آج 12 جنوری 1889ء مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا۔ اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہو گا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ

پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادہ میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاول بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو۔ ورنہ وہ بفضلہ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات صفحہ 191-192)

اس اشتہار سے بھی مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:۔

1۔ پسر موعود۔ مصلح موعود۔ بشیر ثانی ایک ہی مولود کے نام ہیں۔

2۔ 12 جنوری 1889ء کو جو لڑکا پیدا ہوا اس کے یہ نام بطور تفاول رکھنے سے مراد یہی ہے کہ بظاہر حالات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی مولود پسر موعود مصلح موعود ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں بھی یہی بات ہے تو بشیر ثانی اور محمود جو اس کے نام بطور تفاول رکھے گئے ہیں اس کے واقعی نام قرار پائیں گے۔

3۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں مصلح موعود اس کے سوا کوئی اور لڑکا ہے تو وہ 9 سال کی مدت معینہ کے اندر جس کے ختم ہونے میں ابھی 6 سال باقی ہیں ضرور پیدا ہو جائے گا اور پھر اس کا نام محمود اور بشیر ثانی رکھا جائے گا۔ کیونکہ یہ در حقیقت مصلح موعود کے نام ہیں جو واقعی طور پر کسی اور کو نہیں دیئے جاسکتے۔

4۔ اس امر کی کہ 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہونے والا لڑکا ہی مصلح موعود ہے ایک دلیل تو یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کبھی یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ ہم نے جس لڑکے کا نام تفاول کے طور پر محمود اور بشیر ثانی رکھا تھا وہ لڑکا ان ناموں کا مصداق نہیں۔ ان کا مصداق کوئی اور لڑکا ہے۔

5۔ 20 فروری 1886ء والا اشتہار جس میں سب سے پہلے پسر موعود کی پیشگوئی تحریر فرمائی ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ "رسالہ سراج منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر" پھر اس عنوان کے نیچے اس رسالہ کے موضوع اور اس کے چھاپنے کے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ پھر مصلح موعود والی پیشگوئی اور بعض اور پیشگوئیاں تحریر فرمائی ہیں۔

اس اشتہار سے قریباً 3 سال بعد حضورؑ نے سبز اشتہار میں بشیر اول کی وفات پر مخالفین کی نکتہ چینیوں کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ

"یقینی طور پر کسی الہام کی بناء پر اس رائے کو ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمر تک پہنچے گا اور اسی خیال اور انتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی۔ تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جاوے تب اس کا مفصل اور مبسوط حال لکھا جائے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 166 مطبوعہ 1971۔ و کتاب سبز اشتہار روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 450)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے سراج منیر کا چھپوانا اس غرض سے روک رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسر موعود کی اصل حقیقت کہ وہ کون ہے ظاہر ہو جائے تو سراج منیر چھاپی جائے۔ اور آپؑ نے اس وقت تک نہیں چھپوائی جب تک کہ 9 سال کی وہ میعاد جو بالہام الٰہی مصلح موعود کی پیدائش کے لئے مقرر تھی ختم نہیں ہو گئی اور آپؑ پر یہ انکشاف نہیں ہو گیا کہ مصلح موعود کون ہے۔ سراج منیر کی اشاعت ہی سے یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ جس امر کے ظاہر ہونے پر اس کی اشاعت منحصر کی گئی تھی وہ ظاہر ہو گیا ہے یعنی حضرت اقدسؑ پر اس امر کا انکشاف ہو گیا ہے کہ مصلح موعود کون ہے۔

(13) جب حضور علیہ السلام پر کامل انکشاف ہو گیا تو اس کے متعلق حضورؑ نے دنیا کو جو اطلاع دی وہ یہ تھی۔

"پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی۔ کہ وہ اب پیدا ہو گا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے"۔ اور حاشیہ میں فرماتے ہیں "ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو۔"

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

''سراج منیر 1897ء میں تصنیف ہوئی۔ گویا 1897ء میں کامل انکشاف کے بعد حضور (علیہ السلام) نے دنیا کو اپنے الفاظ میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ظاہر کیا ہے کہ جس بچے کا نام میں نے تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود رکھا تھا۔ وہی لڑکا حقیقتاً مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے ..... خدا تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ اور اب نویں سال میں ہے۔ اس دلیل کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی وہ لڑکا معیّن ہو گیا۔ جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود بن کر دنیا کی طرف آیا۔''

(خطابات ناصر جلد اول صفحہ 48)

(14) سبز اشتہار میں بشیر اول کے بعد مصلح موعود کے سوا جس کے الہامی نام بشیر ثانی اور محمود وغیرہ بھی ہیں اور کسی لڑکے کی کوئی خبر نہیں۔ اور 9 سال کے اندر پیدا ہونے کی میعاد بھی مصلح موعود ہی کے لئے مقرر تھی۔ اب اس سے زیادہ اس امر کی صراحت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس مولود کا نام محمود اور بشیر الدین پہلے بطور تفاول رکھا گیا تھا در حقیقت وہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق ہے۔

(15) تریاق القلوب میں آپ علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

''سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا... جب کہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو۔ تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12 جنوری 1889ء کو مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی میں نے اس اشتہار میں خبر دی ہے جس کے عنوان پر ''تکمیل تبلیغ'' موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جس میں بیعت کی دس شرائط مندرج ہیں۔ اور اس کے صفحہ 4 میں یہ الہام پسر موعود کی نسبت ہے۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 219)

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ پسر موعود اور مصلح موعود ایک ہی ہیں کیونکہ اشتہار تکمیل تبلیغ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پسر موعود کی بجائے مصلح موعود لکھا ہے۔ مزید بر آں یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ منکشف ہو چکا تھا کہ "محمود" ہی مصلح موعود ہے۔

(16) پھر اس کے بعد 1907ء میں آپؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا:۔

"میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہو گا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ اور سترھویں سال میں ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 374)

اب یہاں یہ نہیں لکھا کہ اس کا نام "محمود" بطور تفاول رکھا گیا۔ بلکہ اسے قطعی طور پر سبز اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ بشیر ثانی اور محمود مصلح موعود کے نام ہیں اور یہ کہ مصلح موعود والی پیشگوئی مندرجہ اشتہار 20 فروری 1886ء میں "مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" کے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔

(سبز اشتہار صفحہ 463 حاشیہ)

(17) بشیر ثانی اور محمود، مصلح موعود کے الہامی نام ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے بیٹوں میں سے صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی کے یہ دونوں نام رکھے اور کسی بیٹے کے نہیں رکھے۔ جس سے یہ تمام تر صفائی ظاہر ہو گیا کہ آپ ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کے حقیقی

مصداق ہیں اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کا نام بشیر ثانی اور محمود رکھنے میں جو مصلح موعود کے الہامی نام ہیں۔ یا اس الہام کہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ آپ کو مصداق قرار دینے میں غلطی پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ حضورؑ کی اس غلطی کو ضرور دور فرما دیتا۔ کیونکہ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

”میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہو اور نسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر مجھے خدا تعالیٰ قائم نہیں رکھتا۔“

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 271-272)

لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا ناموں کو غلط قرار نہیں دیا۔ اس لئے ثابت ہو گیا کہ حضورؑ نے 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہونے والے مولود کا نام بطور تفاول کے جو محمود اور بشیر رکھا اور اسے مصلح موعود خیال کیا اور حسن و احسان میں اپنا نظیر بتایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وہی مولود مسعود مصلح موعود کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق تھا۔

(18) حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

”ہمارے نزدیک یعنی ان احمدیوں کے نزدیک جو نظام خلافت سے وابستہ ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود کو مصلح موعود مانتے ہیں یہ پیشگوئی نہایت صفائی اور شان کے ساتھ پوری ہو چکی ہے۔ مگر احمدی کہلانے والوں کی ایک دوسری شاخ یعنی منکرین نظام خلافت اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ فروری 1886ء کے اشتہار میں مندرج پیشگوئی ہرگز حضرت اقدس علیہ السلام کے کسی اپنے بیٹے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ کسی دو تین سو سال بعد پیدا ہونے والے روحانی یا جسمانی بیٹے کے بارہ میں ہے۔ ان کے نزدیک ”پاک لڑکا“ ”زکی غلام“ اور ”فرزند دلبند گرامی ارجمند“ وغیرہ الفاظ محض استعارةً رکھے گئے ہیں جن سے مراد بیٹا ہرگز نہیں بلکہ یہ کسی ایسے شخص کے متعلق استعمال ہوئے ہیں جو ممکن ہے دو سو سال بعد پیدا ہو۔

کسی بھی پہلو سے آپ اس پیغامی موقف پر غور کر کے دیکھیں یہ انتہائی لغو اور نامعقول نظر آتا ہے۔ اول تو کسی لفظ کو حقیقت کی بجائے استعارہ قرار دینے کے لئے کوئی قرینہ ہونا ضروری ہے یونہی خواہ مخواہ تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچ جاتا کہ جس لفظ کو چاہے حقیقت کی بجائے استعارہ قرار دے لے اور اہل پیغام خواہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں انہیں پیشگوئی مصلح موعود میں کوئی دور کا قرینہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس کی رُو سے ''بیٹا زکی غلام'' اور'' فرزند دلبند'' کے الفاظ کو استعارہ پر محمول کرنا ضروری ہو۔ پھر اگر اس پیشگوئی کے سیاق وسباق اور پس منظر پر بھی نگاہ ڈال کر دیکھا جائے تو بھی اہل پیغام کا یہ موقف انتہائی مضحکہ خیز اور عقل و خرد سے عاری نظر آتا ہے یہ امر تو بہر حال انہیں بھی تسلیم ہو گا کہ ''فرزند دلبند'' سے جو بھی مراد لی جائے خواہ اس کا ترجمہ پڑپوتا کر لیا جائے یا بیٹا یہ وہی رحمت کا نشان ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگا تھا جیسا کہ خود الہام الٰہی کے یہ الفاظ ثابت کر رہے ہیں کہ ''میں تجھ کو ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا'' اب یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ جو کچھ بھی دیا گیا ہے۔ ''اسی کے موافق ہے'' جو حضرت اقدس نے اپنے رب سے مانگا تھا۔ اگر پیغامی موقف پر نظر ڈالیں تو اس کا یہ مطلب بنے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رحمت کے نشان کے طور پر اپنے رب سے ایک پاک اور وجیہ لڑکا نہیں بلکہ پڑپوتا یا لکڑپوتا یا نکڑپوتا یا کوئی اور رشتہ دار مانگا تھا جو اسی دعا کے سو دو سو سال کے بعد ظاہر ہو۔ تمسخر کی حد ہے! ذرہ سوچئے تو سہی۔ دشمنان اسلام سے شدید مقابلہ ہو رہا ہے۔ آپ علیہ السلام اپنی دعاؤں کی قبولیت اور تعلق باللہ کو اسلام کی سچائی کے ثبوت کے طور پر پیش فرماتے ہیں۔ دشمن یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہماری پیش کردہ شرائط کے مطابق خدا تعالیٰ سے کوئی خارق عادت رحمت کا نشان مانگیں اور اس کی قبولیت کی پہلے سے خبر دیں پھر اگر ہم نے دیکھ لیا کہ وہ واقعی رحمت کا نشان آپ کو اسی طرح ملتا ہے جس طرح آپ نے مانگا تھا تو کفر و اسلام کی جنگ کا اسی پر فیصلہ ہو جائے۔ ہم مان جائیں گے کہ آپؑ سچے آپ علیہ السلام کا خدا سچا، آپ علیہ السلام کا مذہب اسلام سچا۔

پیغامی کہتے ہیں کہ کفر و اسلام کی یہ فیصلہ کن جنگ جب اس مرحلہ پر پہنچ گئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دکھانے کے لئے ایک ایسا نشان مانگا جس کے سچا یا جھوٹا ہونے کا فیصلہ ان لوگوں کی زندگی میں ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ عجب تمسخر ہے کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ایک حیرت انگیز نشان دکھانے والا ہوں مگر جب لوگ کہیں اچھا پھر دکھاؤ ہم تو خود مشتاق ہیں تو جو نشان پیش کیا جائے وہ یہ ہو کہ جب تم سب لوگ مر کھپ جاؤ گے تو تم پر حجت تمام کرنے کی خاطر اور میری اور دین اسلام کی سچائی کو نصف النہار کی طرح روشن کرنے کے لئے تمہیں ایک حیرت انگیز رحمت کا نشان دکھایا جائے گا۔

صرف یہی نہیں بلکہ جب ہم ایک اور پہلو سے اس پیغامی موقف کو دیکھتے ہیں تو یہ تمسخر کی حد سے نکل کر ظلم اور سفاکی کی حد میں داخل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ان کے نزدیک جہاں تک حضرت اقدس علیہ السلام کی پہلی نسل کا تعلق ہے اس میں سے مصلح موعود پیدا ہونے کا تو کیا سوال وہ تو ساری کی ساری راہ حق سے ہی برگشتہ ہو چکی ہے اور ہدایت سے بکلی محروم گہری ظلمتوں میں بھٹک رہی ہے۔ اس موقف کو اگر تسلیم کر لیا جائے اور الہام الٰہی کے ان الفاظ کو بھی مد نظر رکھا جائے کہ ”میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا“۔ تو لازماً اس سے یہ نتیجہ بھی نکلے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رب سے گویا نعوذ باللہ یہ التجا کی تھی کہ اے میرے آقا!۔۔۔ قادیان کے یہ ہندو جو مجھ سے رحمت کا نشان طلب کرتے ہیں اور تیرا کوئی ایسا فضل مجھ پر نازل ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں جو میری اور اسلام کی سچائی کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکے اور جس کا بنانا انسانی اختیار سے باہر ہو تو اس کے جواب میں میری گریہ وزاری کو سنتے ہوئے میرے حق میں یہ رحمت کا نشان ظاہر فرما کہ میری ساری اولاد تو (نعوذ باللہ) ان کے دیکھتے دیکھتے تجھ سے دور ہٹ کر ابدی ہلاکت کے گڑھے میں جا پڑے اور ان میں کوئی دین اللہ کا شرف اور مرتبہ بلند کرنے والا نہ ہو مگر جب تمام موجودہ انسان صفحہ ہستی سے گزر چکے ہوں اور ان روحانی مقابلوں کا دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہے، نہ تو قادیان کا کوئی ہندو ہی موجود ہو ان میں، نہ میرے موجودہ

متبعین۔ تو ان مرے کھپے ہندوؤں پر حجت تمام کرنے کی خاطر اور ان تمام منتظر نگاہوں کو تسکین دینے کے لئے جو آج اس رحمت کے نشان کی انتظار میں فرش راہ بنی بیٹھی ہیں تو آج سے دو سو سال کے بعد مجھے ایک روحانی فرزند عطا فرمانا تا کہ ان بھولے بسرے ہندوؤں اور خاک بسر آنکھوں پر حجت تمام ہو جو کبھی مجھ سے رحمت کے نشان کی طالب تھیں۔ کاش منکرین خلافت بغض محمود میں ایسے اندھے نہ ہوتے۔ کاش وہ ذرہ اتنی سی بصارت رکھتے کہ جس عناد کے تیر کو وہ محمود ایدہ اللہ الودود کے سینے میں پیوست کرنے پر مصر ہیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چھاتی کو برمائے بغیر اس دل تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ عقلاً یہ مسلک اختیار کرنے کے مجاز ہی نہیں کہ مصلح موعود کی پیشگوئی سو دو سو سال بعد پیدا ہونے والے کسی شخص کے متعلق ہے۔"

(خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 62-64)

(19) حضورؒ مزید فرماتے ہیں۔

"یہ امر ان کے لئے فیصلہ کُن ہونا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ علیہ السلام کو مصلح موعود کی بشارت عطا فرمائی تو آپؑ نے اور دوسرے سننے والوں نے اس کا کیا مطلب لیا؟ کیا یہ ایک معلوم حقیقت نہیں کہ اس پیشگوئی کے شائع ہوتے ہی کیا موافق اور کیا مخالف، کیا مسلمان اور کیا ہندو اور سکھ اور عیسائی سب نے بلا استثناء "فرزند دلبند" سے مراد ایک عظیم الشان بیٹا لیا جو حضرت اقدس علیہ السلام کو بلا فصل عطا ہونا تھا۔ چنانچہ سب دنیا کی نگاہیں اس پیشگوئی کے پورا ہونے یا نہ ہونے کی طرف لگ گئیں۔ ان سب لوگوں کو تو مان لیا کہ الہام کی تشریح میں غلطی لگ گئی۔ مگر حضور علیہ السلام کے متعلق یہ کیسے مانا جائے کہ آپ علیہ السلام کو بھی غلطی لگ گئی تھی۔ کیا آپؑ کو معلوم نہیں تھا کہ آپؑ نے اپنے رب سے کیا مانگا ہے؟ پھر کیا آپؑ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو وہی کچھ دینے کا وعدہ فرمایا جو آپؑ نے اس سے مانگا تھا۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مانگا تو آپؑ نے پڑپوتا ہو مگر انتظار بیٹے کا شروع کر دیا ہو... اگر واقعہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے بیٹے کی بجائے کچھ اور مانگا ہوتا تو جب 15 اپریل 1886ء کو صاحبزادی عصمت کی پیدائش پر مخالفین نے

تمسخر اور تضحیک کا ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا تو کم از کم اسی وقت حضرت اقدس علیہ السلام کو یاد آ جانا چاہیے تھا کہ کیا غلطی ہو گئی آپؑ کو یاد آ جانا چاہیئے تھا کہ نہ میں نے بیٹا مانگا تھا نہ خدا تعالیٰ نے ہی بیٹے کا وعدہ فرمایا۔ پس اس فروگذاشت کے ازالہ کی خاطر آپ علیہ السلام بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرما دیتے کہ مجھ سے ایک بڑی بھول ہو گئی۔ دراصل میں نے نہ تو کسی عظیم الشان بیٹے کی پیدائش کی التجا کی تھی نہ خدا تعالیٰ نے ہی کوئی ایسی خوشخبری دی پس تم عبث ایک مصلح موعود بیٹے کی انتظار میں خود بھی پریشان ہو رہے ہو اور مجھے بھی پریشان کر رہے ہو آئندہ سے اس بحث کو بند سمجھا جائے۔ مگر افسوس کہ یہ بحث بند نہ ہو سکتی تھی! آپ علیہ السلام خود تو اپنے الفاظ واپس لے لیتے مگر وحی الٰہی کو کیسے بند کرتے جو متواتر آپ علیہ السلام کے مؤقف کی تائید اور توثیق کرتی چلی جاتی تھی اور خدا تعالیٰ بھی بار بار آپ کو خبر دے رہا تھا کہ بیٹا ہی ہو گا، بیٹا ہی ہو گا، بیٹا ہی ہو گا اور ہو گا بھی 9 سال کے اندر اندر۔ چنانچہ اشتہار 22/مارچ 1886ء میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

”ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہو گا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔“

(خطابات طاہر قبل از خلافت ص 65-69)(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 113 مطبوعہ 1971)

پس منکرین خلافت سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا خدا تعالیٰ کو بھی غلطی لگ گئی تھی؟ سننے والوں کو پتہ نہ چلا کہ اس پیشگوئی سے کیا مراد ہے؟ مانگنے والے کو یاد نہ رہا کہ میں نے کیا مانگا تھا؟ دینے والے کو یعنی خود خدا تعالیٰ بھی بھول گیا کہ کیا دینے کا وعدہ کیا تھا؟ ... ہر اہل عقل و دانش پر خوب روشن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام کو ایک عظیم الشان مصلح موعود بیٹے کی خوشخبری عطا فرمائی اور سب اہل علم جانتے ہیں کہ بڑی ہی صفائی اور شان کے ساتھ یہ پیشگوئی دنیا کے دیکھتے دیکھتے پوری ہو گئی۔ گو مخالفتوں کے بہت طوفان برپا ہو گئے، گو آپؑ کو اور آپؑ کی ہونے والی اولاد کو سخت ناپاک اور ذلیل تمسخر کا نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ دروغ گو افتراء پردازوں نے تمسخر اور تذلل کے رنگ میں الہام الٰہی کی نقالی اور حضرت اقدس علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد کی کامل تباہی

اور بربادی کے متعلق من گھڑت جھوٹے الہام شائع کئے مگر یہ سب جھوٹ خود انہی پر پڑے اور پسر موعود کے حق میں خدا کے سب ارادے پورے ہو کر رہے۔"

(خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 69)

حضورؒ فرماتے ہیں۔

"جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ اے منکرین مصلح موعود! کیا اس نشان رحمت کو پہچانتے ہو؟ کیا یہ تصویر تم نے کہیں دیکھی ہے؟ دیکھو کہ یہ وہی محمود تو ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے وہی "فرزند دلبند گرامی ارجمند" تو ہے جس کے حق میں خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح کو۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا اک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

(خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 71)

(20) یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اختلاف سے پہلے منکرین خلافت بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ کہ مصلح موعود آپ کے بیٹوں میں سے ہو گا۔ چنانچہ مرزا خدا بخش غیر مبائع نے 1901ء میں اپنی کتاب عسل مصفّٰی میں لکھا:۔

"ایک دفعہ ایسے وقت میں جب کہ ابھی تک مسیح موعود کی کوئی اولاد نئی زوجہ سے جو ایک بڑے مشہور خاندان سادات سے تھیں نہیں ہوئی تھی۔ پیشگوئی کی کہ ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام پھیلائے گا اس کا نام بشیر اور عمانویل ہو گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (ضمیمہ ریاض ہند یکم مارچ 1886ء) یہ پیشگوئی بھی بکمال صفائی پوری ہو گئی۔ اس وقت تک

چار ہی لڑکے موجود ہیں جن میں سے ایک وہ موعود بھی ہے جو اپنے وقت پر اپنے کمالات ظاہر کرے گا اور جو حضرت اقدسؑ کا جانشین ہو گا۔“

(عسل مصفّٰی جلد2، صفحہ 582 مطبوعہ 1900ء)

کتنی واضح تحریر ہے کہ وہ موعود لڑکا آپؑ کے موجودہ چاروں فرزندوں میں سے ایک ہے اور وہ آپؑ کا جانشین یعنی خلیفہ ہو گا۔

(21)سابق امیر منکرین خلافت مولوی محمد علی مرحوم 1906ء میں سلسلہ کی کامیابی کے وعدہ کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں:۔”یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ آپؑ کے ایک لڑکے کے ذریعہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے سلسلہ کی رہنمائی کے لئے مامور ہو گا یہ سلسلہ بڑا اقتدار اور قوت حاصل کرے گا۔“

(ریویو آف ریلجیز جلد 5، صفحہ 192)

(22)مولوی محمد احسن مرحوم امروہوی نے جن کی شہادت کو سابق امیر منکرین خلافت نے ایک مامور ملہم کی شہادت سے بھی زیادہ وقیع قرار دیا ہے 1910ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی تقریر و تفسیر آیات قرآنی سن کر فرمایا:۔

”ایک یہ بھی الہام تھا کہ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ مَظْھَرُ الحَقِّ وَالعُلَاء الخ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا جو مسیح موعود کے بارہ میں ہے کہ یتزوّج ویُولد لہٗ یعنی آپؑ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہو گا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں منجملہ ذریت طیبہ کے۔“

(ضمیمہ اخبار بدر 26 جنوری 1911ء)

(23)حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے متعلق منکرین خلافت لکھتے ہیں کہ

آپ ایک ایسی بزرگ ہستی تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صدیق کے مرتبہ پر قرار دیا اور جس کے متعلق فرمایا کہ وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور اپنی پاک طینتی

اور شان مردی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں۔

(ایڈیٹوریل پیغام صلح 8 اگست 1956ء)

اسی مقدس و بزرگ ہستی سے 1913ء میں حضرت پیر منظور محمد مرحوم و مغفورؓ نے عرض کیا کہ مجھے حضرت اقدسؑ کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا:۔

"ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔"

پھر حضرت پیر صاحب کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنے قلم سے لکھ دیا:۔ "یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمدؐ سے کہے ہیں۔"

(نورالدین 10 ستمبر 1913ء)

اور اس کا عکس سلسلہ کے لٹریچر میں چھپا ہوا موجود ہے۔

پس اگر بنی اسرائیل کے علماء کی شہادت بطور دلیل قرآن مجید میں پیش کی گئی ہے تو اس شخص کی شہادت جس کے متعلق منکرین خلافت تسلیم کرتے ہیں کہ وہ صدیق کا مرتبہ رکھتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا تھا۔ اس امر کی دلیل کیوں نہیں ہو سکتا کہ مصلح موعود والی پیشگوئی کے حقیقی مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود المصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

(24) جب اللہ تعالیٰ نے 5 اور 6 جنوری 1944ء کی درمیانی رات کو ایک خواب کے ذریعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر یہ منکشف فرمایا کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں تو آپؓ نے 20 فروری 1944ء کو ہوشیار پور کے مقام پر ایک عظیم الشان جلسہ میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔

آپؓ فرماتے ہیں:۔

''آج سے پورے اٹھاون سال پہلے ...20 فروری کے دن 1886ء میں اس شہر ہوشیار پور میں اس مکان میں جو کہ میری انگلی کے سامنے ہے... قادیان کا ایک گمنام شخص جس کو خود قادیان کے لوگ بھی پوری طرح نہیں جانتے تھے لوگوں کی اس مخالفت کو دیکھ کر جو اسلام اور بانیٔ اسلام سے وہ رکھتے تھے، اپنے خدا کے حضور علیحدگی میں عبادت کرنے اور اس کی نصرت اور مدد طلب کرنے کے لئے آیا اور چالیس دن علیحدگی میں اس نے خدا تعالیٰ سے تضرع کے ساتھ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے اس کو ایک نشان دیا۔ وہ نشان یہ تھا کہ میں تم کو نہ صرف یہ کہ جو تمہارے ساتھ میرے وعدے ہیں ان کو پورا کروں گا بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کیلئے میں تمہیں ایک خاص بیٹا دوں گا۔ وہ اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا۔ کلام الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا۔ رحمت اور فضل کا نشان ہو گا اور دینی اور دنیوی علوم جو اسلام کی اشاعت کے لئے ضروری ہیں اسے عطا کئے جائیں گے۔ اللہ اسے لمبی عمر دے گا یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت حاصل کریں گی... یہ خبر ایسی زبردست خبر ہے کہ کوئی انسان ایسی خبر دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آخر یہ پیشگوئی پوری ہوئی...... جس لڑکے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ میں ہی ہوں۔ میرے ذریعہ اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں اس لئے جماعت کا اصرار تھا کہ میں اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا اعلان کروں مگر میں خاموش رہا۔ حتیٰ کہ گزشتہ جنوری کے مہینہ میں لاہور میں مجھے ایک رؤیا دکھایا گیا۔ جس میں مجھے بتایا گیا کہ اس پیشگوئی کا میں ہی مصداق ہوں... میں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے... کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے...... میں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں، ہوشیار پور کی ایک ایک اینٹ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ حکومتیں اگر اس

کے مقابلہ میں کھڑی ہوں گی تو مٹ جائیں گی، بادشاہتیں کھڑی ہوں گی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی۔ لوگوں کے دل سخت ہوں گے تو فرشتے ان کو اپنے ہاتھ سے ملیں گے یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں گے اور ان کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا۔''

(الفضل 24 فروری 1944ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے 52 سالہ دور خلافت کا لمحہ لمحہ اس پیشگوئی کی صداقت کا آئینہ دار ہے۔ اِس پیشگوئی میں مذکور ہر صفت اپنی پوری شان کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے وجود میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان نہایت پُر شوکت الفاظ میں فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اسی کے انکشاف کے ماتحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریمؐ کے نام کو دنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔ اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل ہو گا۔ وہ میں ہی ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک موعود بیٹے کے متعلق فرمائی تھیں۔ یاد رہے کہ میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں۔ میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔ اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے۔ میری ساری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریم ﷺ کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔''

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 560)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿31﴾

پیشگوئی مصلح موعودؓ اور سبز اشتہار

(ایک ضروری وضاحت)

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن۔ تنزانیہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف براہین احمدیہ کی اشاعت کے ذریعہ ہندوستان کے مذہبی حلقوں میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ تمام دیگر مذاہب پر اسلام کی عظمت اور حقانیت ثابت کرنے کے لئے نشان نمائی کا دعویٰ فرمایا اور ہر طالب حق کو دعوت دی کہ جو نشان دیکھنے کی طلب رکھتا ہو وہ نیک نیتی سے حضرت اقدسؑ سے اس کا متمنی ہو سکتا ہے۔ اس پر قادیان کے ہندوؤں نے 1885ء میں ایک خط حضرت اقدس علیہ السلام کو تحریر کیا کہ ہم جو آپ کے قریب رہنے والے ہیں ہمارا زیادہ حق ہے کہ ہمیں اسلام کی سچائی کا کوئی نشان ایک سال کے اندر اندر دکھایا جائے۔ اس خط پر دس ہندوؤں نے دستخط کئے۔ جب یہ خط حضور کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ان ہندوؤں سے وعدہ فرمایا کہ ایک سال کے اندر اندر انہیں اسلام کی عظمت اور منجانب اللہ ہونے کا نشان دکھایا جائے گا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت توجہ سے دعا کرنے کی خاطر مکمل تخلیہ اور انقطاع الی اللہ کا فیصلہ فرمایا اور قادیان سے ہوشیار پور کا سفر بہ نیت چلہ کشی اختیار فرمایا۔ 40دن کی دعاؤں اور تضرعات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک عظیم الشان بیٹے کی خوشخبری سے نوازا۔ اس پیشگوئی کے اظہار کے لئے حضرت اقدس نے 20فروری 1886ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جو پیشگوئی کی تفصیل پر مشتمل ہے اور پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے جماعت میں مشہور ہے۔ اس اشتہار میں بیٹے کی پیدائش کا اعلان تو تھا مگر وقت کی تعین نہیں تھی کہ کب پیدا ہو گا۔ چنانچہ 22مارچ 1886ء کو حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں اس موعود بیٹے کی پیدائش کی میعاد 9سال ظاہر فرمائی۔

میرے اس نوٹ کا مقصد اُس غلط فہمی کو دور کرنا ہے جو بڑی کثرت سے جماعت میں راہ پا گئی ہے اور اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 20 فروری کو جو پیشگوئی مصلح موعود شائع ہوئی وہ سبز رنگ کے کاغذ پر شائع کی گئی تھی اور پیشگوئی مصلح موعود اور سبز اشتہار ایک ہی چیز ہیں جبکہ یہ بات درست نہیں اور یہ دو علیحدہ علیحدہ اشتہار ہیں جو مختلف وقتوں میں شائع کئے گئے۔

پیشگوئی مصلح موعود کی اشاعت کے جلد بعد جس بچے کی پیدائش ہوئی وہ آپ کی بیٹی صاحبزادی عصمت بی بی تھیں۔ جن کی بعد ازاں وفات ہو گئی۔ اس پر ہندوؤں اور دوسرے مخالفین کی جانب سے حضرت اقدس علیہ السلام پر پیشگوئی پوری نہ ہونے کا الزام لگا کر تمسخر کیا گیا۔ پھر اگلے سال 7/ اگست 1887ء کو ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بشیر رکھا گیا جسے جماعت میں بشیر اوّل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ فرزند 4 نومبر 1888ء کو وفات پا گیا۔ بشیر اوّل کی وفات سے مخالفین کو بے حد شور و غوغا اور استہزاء کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا۔ یہ وقت حضرت اقدسؑ کے معتقدین کے لئے بھی بڑے ابتلاء کا باعث تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس پر ایک رسالہ شائع فرمایا جس کا نام ”حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر“ رکھا گیا۔ یہ رسالہ کئی صفحات پر مشتمل تھا اور اسے سبز رنگ کے کاغذ پر شائع کیا گیا۔ اس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء تھی۔ یہی وہ رسالہ ہے جو سبز اشتہار کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے وضاحت فرمائی کہ پسر موعود کے لئے 9 سال کی میعاد مقرر تھی اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہو گا لیکن وہ موعود اس عرصہ میں ضرور پیدا ہو گا جس کی پیشگوئی 20/ فروری 1886ء کے اشتہار میں کی گئی تھی۔ اسی سبز اشتہار میں حضور نے اپنا ایک کشف بھی بیان فرمایا کہ آپ نے مسجد کی دیوار پر محمود لکھا ہوا دیکھا اور فرمایا کہ اب جو لڑکا پیدا ہو گا اس کا نام بشیر اور محمود ہو گا۔ چنانچہ 12/ جنوری 1889ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی پیدائش ہوئی جو 20 فروری 1886ء کی پیشگوئی پسر موعود اور مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔

مختصراً یہ یاد رکھنا چاہئے کہ

1۔ پیشگوئی مصلح موعود 20 فروری 1886ء کو عام سفید کاغذ پر شائع ہوئی

2۔ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر یکم دسمبر 1888ء کو سبز رنگ کے کاغذ پر شائع کی گئی

(سبز اشتہار)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿32﴾

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

(قدسیہ محمود سردار)

دنیا میں بعض انسان ایسے بھی پیدا ہوئے ہیں جو قوموں کی تقدیر بدلنے کیلئے آتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ دنیا میں نمونہ بنا کر بھیجتا ہے تا کہ اس کی تقلید سے قوم میں بھی وہی اعلیٰ عادات وفضائل پیدا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی ایسے وجودوں میں سے ایک تھے۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ بے نفسی کے ساتھ یادِ خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت میں گزرا۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ مورخہ 12 جنوری 1889ء بروز ہفتہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی حرم ثانی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے بطن سے حضور کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جو ہستی باری تعالیٰ، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ 12 مارچ 1944ء کو بمقام لاہور تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پانچ اور چھ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی میں ذکر کیا گیا تھا اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی۔ میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔"

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

"وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ ختم نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ تقدیر قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات،

اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرے وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمت کی توفیق دی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تعلیم کی عمر کو پہنچے تو مقامی سکول میں آپ کو داخل کرایا گیا مگر طالب علمی کے زمانہ میں چونکہ آپ کی صحت خراب رہتی تھی اس لئے آپ کو دنیاوی تعلیم سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ آپ کے استاد حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی تعلیمی حالت کا ذکر کرتے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ اس کی صحت اچھی نہیں ہے۔ جتنا یہ شوق سے پڑھے اسے پڑھنے دو، زیادہ زور نہ دو۔ خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے مطابق خود آپ کو ظاہری و باطنی تعلیم دی۔ جس کو دنیا نے دیکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی خاص تربیت میں لے لیا۔ آپ نے ان کی صحبت اور فیض سے بہت فائدہ اٹھایا۔ قرآن شریف، حدیثوں کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولوی صاحب سے ہی پڑھیں۔ 26 مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعودؑ وفات پا گئے۔ آپ 19 برس کے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ عظیم الشان عہد کیا کہ الٰہی اگر سارے لوگ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو چھوڑ جائیں گے تو پھر بھی میں اپنے عہد پر قائم رہوں گا اور حضرت مسیح موعودؑ جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک دن اس امر کا گواہ ہے جو آپ نے عہد کیا وہ پورا کر دکھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خدا تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق گزری ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:163)

آپ کے 52 سالہ دور خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا۔ اور اللہ تعالیٰ کا سایہ بھی ہر آن آپ پر رہا۔ آپ فرماتے ہیں:

”تو خدا تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے۔ تم اس کے لئے کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے تا کہ اس کی مدد اور نصرت تم کو مل جائے۔ اور جب اس کی نصرت تمہارے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر ساری دنیا ہے کیا چیز! وہ تو ایک کیڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔“

آپ کو آنحضرت ﷺ سے بے انتہا عشق تھا۔ جب آپ آنحضور ﷺ کا نام لیتے تو آپ کی آواز میں لرزش اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ آپ کے اشعار اس مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے
ہوا اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہ ہر دو سرا ہے

اسی طرح قرآن مجید سے آپ کو بے نظیر عشق تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا روشن باب ہے۔ جن دنوں آپ نے تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ کھانے کا۔ بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ آرام کریں زیادہ محنت نہ کریں مگر آپ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔

افراد جماعت سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے آپ کرب میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو اسی سال جلسہ سالانہ پر خطاب کرتے فرمایا:

”کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں ہے تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیکار ہوں۔“

(برکات خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے طبقہ نسواں پر عظیم الشان احسانات ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں احمدی عورت نے علم میں، عمل میں، قربانی میں، نیکی و طہارت میں آپ کے زیر سایہ جس قدر ترقی کی اس کی مثال کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ 1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرما کر مستورات میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں۔ اور قوموں کی ترقی میں ان کا بھی ہاتھ ہے آپ فرماتے ہیں:

”حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو۔ تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔“

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 641)

خلافت ثانیہ کا مبارک دور 14 مارچ 1914ء کو شروع ہوا اور 8 نومبر 1965ء کو ختم ہوا۔ یہ ایک تاریخ ساز دور تھا حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے جس نے جماعت کی علمی وروحانی ترقی اور تعلیم وتربیت میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ جماعت کامیابی وکامرانی کے ساتھ فتح ونصرت کی نئی منزلوں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی مقبول دعاؤں کا عظیم ثمرہ تھے۔ آپ کا وجود قبولیت دعا کا ایک زندہ اور مجسم معجزہ تھا۔ دعاؤں کے ساتھ آپ کو ایک عجیب نسبت تھی اپنی جماعت کے نام ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو اور آپ کے قدم کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے۔ سلسلہ کا جھنڈا نیچا نہ ہو۔ اسلام کی آواز پست نہ ہو، خدا کا نام ماند نہ پڑے، قرآن سیکھو اور حدیث سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور خود عمل کرو اور دوسروں سے عمل کرواؤ۔ زندگیاں وقف کرنے والے ہمیشہ تم میں سے ہوتے رہیں ...... خلافت زندہ ہے اور اس کے گرد جان دینے کے لئے ہر مومن آمادہ کھڑا ہو۔ صداقت تمہارا زیور، امانت تمہارا حسن اور تقویٰ تمہارا لباس ہو۔ خدا تعالیٰ تمہارا ہو اور تم اس کے ہو۔ آمین''

(الفضل 11 نومبر 1965ء)

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاح معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ جس کا منبع

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔“

(خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 91)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿33﴾

تربیت اولاد کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مبارک اسوہ اور قیمتی نصائح

(از ابن شریف درّانی)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے موعود فرزندِ ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ جو بہت سی خداداد اور موعودہ خصائل وعادات لے کر پیدا ہوئے تھے، نے اپنی اولاد کی تربیت کے جو رنگ اختیار فرمائے اس بارہ میں آپؓ کے ارشاداتِ عالیہ کا ایک مرقع بطور نمونہ پیشِ خدمت ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنے والدِ ماجد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندازِ تربیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

یتیم سے حسنِ سلوک

ایک دن میرے ساتھ دو تین لڑکیاں صحن میں ایک گھریلو کھیل (آنکھ مچولی) کھیل رہی تھیں۔ مجھے کسی بات پر غصہ آیا اور میں نے ان میں سے ایک کے منہ پر طمانچہ مارا۔ عین اسی وقت ابا جان مغرب کی نماز پڑھا کر صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ آپ نے مجھے طمانچہ مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سیدھے میرے پاس آئے مجھے پاس کھڑا کر کے اس لڑکی کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ مبارک نے تمہارے منہ پر طمانچہ مارا ہے تم اس کے منہ پر اسی طرح طمانچہ مارو۔ وہ لڑکی اس کی جرأت نہ کر سکی۔ بار بار کہنے کے باوجود اس نے میرے منہ پر طمانچہ نہیں مارا۔ اس کے بعد آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں اس لئے تم جو چاہو کر سکتے ہو؟ یاد رکھو کہ میں اسکا باپ ہوں۔ اگر تم نے آئندہ ایسی حرکت کی تو میں سزا دوں گا۔ (یہ ایک یتیم لڑکی تھی جس کو ابا جان نے اپنی کفالت میں لیا ہوا تھا) یتیموں سے حسن سلوک ان کی عزت اور احترام کا سبق تھا جو میں کبھی نہیں بھولا۔ میری عمر اس وقت سات آٹھ سال کی تھی۔ یہ لکھتے ہوئے بھی وہ نظارہ مجھے یاد ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

کھانے کے آداب

ابا جان کے ساتھ کھانا کھانا بھی تربیت اور اعلیٰ اخلاق کا موجب بنا۔ دستر خوان پر بیٹھتے ہوئے سب بچوں پر نظر رکھتے کہ جب ڈش سے کھانا نکالا ہے تو کیا اپنے سامنے والے حصہ سے نکالا ہے یا نہیں۔ لقمہ منہ میں ڈال کر منہ بند کر کے کھانا چبایا ہے یا نہیں۔ کھاتے وقت منہ سے آوازیں تو نہیں نکلتیں۔ کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ صابن سے دھوئے تھے یا نہیں۔ غرض کوئی پہلو بھی آپ کی نظر سے اوجھل نہ تھا۔ بعض دفعہ میں حیران ہوتا تھا کہ خود تو کھاتے ہوئے ڈاک بھی دیکھتے جاتے ہیں۔ خطوط پر نوٹ بھی لکھتے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی لقمہ منہ میں ڈالتے ہیں۔ نظر بھی نیچی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہماری ہر حرکت پر بھی نظر ہے۔ بہت کم خوراک تھی۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ آپ اتنا کم کھاتے ہیں تو میں بھی کم کھانا کھایا کروں۔ میں نے آدھا پھلکا (پھلکا ہمارے گھروں میں بہت کم آٹے کی پتلی سی روٹی کو کہتے ہیں) کھانا شروع کیا۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ میں ایک ماہ سے دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت کم کھانا کھاتے ہو۔ تمہارے لئے مناسب نہیں۔ تم ابھی بچے ہو۔ تمہاری نشوونما کی عمر ہے اس عمر میں پیٹ بھر کر کھانا چاہئے۔ تھوڑا کھانا تمہارے قویٰ پر مضر اثر کرے گا۔ تمہارے پر بڑی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ ان کو کیسے اٹھا سکو گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

پڑھائی کی نگرانی

ہائی سکول کی پرائمری کی چار کلاسیں مکمل کرنے کے بعد آپ نے مجھے مدرسہ احمدیہ میں داخل کروایا۔ مدرسہ احمدیہ میں انگریزی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ ایک دن کھانے پر بیٹھے ہوئے انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ پڑھتے ہوئے مجھے کہا کہ انگریزی زبان پر عبور بھی ضروری ہے۔ تم کو کھیلوں میں دلچسپی ہے۔ آج سے تم مجھ سے اخبار لے لیا کرو۔ اس کے جس صفحہ پر کھیلوں کی خبریں ہوتی ہیں وہ پڑھنا شروع کرو اور پھر آہستہ آہستہ اخبار کی باقی خبریں بھی پڑھنی شروع کر دینا۔ مجھ سے ہر روز سوال کرتے تھے کہ آج کے اخبار میں کون کون سی کھیلوں کا ذکر ہے؟ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کرکٹ کا میچ تھا تو کس نے زیادہ رنز بنائیں؟ کس بولر نے زیادہ وکٹیں لیں؟ ہاکی کے

میچ میں کس کس نے گول کئے وغیرہ؟ چند ماہ میں ہی آپ کو تسلی ہو گئی کہ اخبار اچھی طرح پڑھ لیتا ہوں اور سمجھ لیتا ہوں۔

ایک دن فرمانے لگے کہ تمہیں کونسی ناولیں پڑھنے کا شوق ہے۔ میں نے کہا کہ جاسوسی کی۔ یہ سن کر آپ نے اپنے ذاتی لائبریرین جن کا نام مکرم یحیٰی خان صاحب تھا، کو بلایا اور انہیں کہا کہ مبارک آپ سے اپنی پسند کی کتابیں لے آیا کرے گا اور پڑھ کر واپس کر دیا کرے گا۔ آپ کی لائبریری میں سب علوم کی کتب موجود تھیں۔ جوں جوں انگریزی زبان میں ترقی کرتا گیا مختلف علوم کی کتب پڑھنی شروع کر دیں۔ میری پسند کے مضمون تاریخ، پولیٹکل سائنس اور فلاسفی تھے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

ایفاءِ عہد

ہر سال جلسہ سالانہ کے بعد آپؓ دو اڑھائی ہفتہ کے لئے بیاس دریا پر شکار کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جلسہ سالانہ کی مصروفیات جو روزانہ 19 گھنٹے سے کم نہ ہوتی تھیں، کا تقاضہ تھا کہ جلسہ کے بعد کچھ آرام اور صحت مند تفریح بھی ہو جائے۔ ایک دن آپ کی طبیعت کچھ خراب تھی۔ آپ نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو کہا کہ میں آج دریا پر نہ جاسکوں گا آپ مبارک کو شکار کے لئے لے جائیں۔ ہم دریا پر پہنچے اور کشتی میں سوار تھے کہ ہمارے اوپر سے دو مگ (بڑی مرغابی) اڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ اگر آپ ان دونوں کو گرا لیں تو میں آپ کو ایک روپیہ انعام دوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے فائر کیا اور وہ دونوں نیچے آگرے۔ شام کو واپس گھر آئے تو میں تو ایک روپیہ کا وعدہ کر کے بھول گیا تھا مگر ڈاکٹر صاحب بھولنے والے نہ تھے۔ دو تین دن کے بعد ابا جان کو کہا کہ میاں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اگر مگ گرا لوں تو مجھے ایک روپیہ انعام دیں گے۔ انہوں نے ابھی تک مجھے روپیہ نہیں دیا۔ جب آپ گھر کے اندر تشریف لائے تو مجھے بلا کر فرمایا کہ تم نے ڈاکٹر صاحب سے جو وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا۔ یہ جائز نہیں یا وعدہ نہ کر و یا پھر اس کو پورا کرو۔ اسی وقت اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر مجھے دیا کہ ابھی جا کر ڈاکٹر صاحب کو یہ دے دو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 5 جنوری 1995ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات تربیتِ اولاد فرض ہے

''ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں تک اسلام کی تعلیم کو محفوظ رکھتا چلا جائے اور در حقیقت اسی غرض کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ کی انجمن قائم کی ہے تا جماعت کو یہ احساس ہو کہ اولاد کی تربیت ان کا اہم ترین فرض ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکتہ ایسے اعلیٰ طور پر بیان فرمایا ہے کہ اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ امر ہر شخص جانتا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی اصلاح میں سے مقدم اصلاح لڑکیوں کی ہوتی ہے کیونکہ وہ آئندہ نسل کی مائیں بننے والی ہوتی ہیں اور ان کا اثر اپنی اولاد پر بہت بھاری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو قوم عورتوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتی اس قوم کے مردوں کی بھی اصلاح نہیں ہوتی اور جو قوم مردوں اور عورتوں دونوں کی اصلاح کی فکر کرتی ہے وہی خطرات سے بالکل محفوظ ہوتی ہے۔''

(مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ 65، از خدام الاحمدیہ پاکستان)

آنے والی نسلوں کی اصلاح کی فکر

''یاد رکھو کہ تمہارا یہی فرض نہیں کہ اپنی اصلاح کرو بلکہ یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کی بھی اصلاح کی فکر رکھو اور ان کو نصیحت کرو تاکہ وہ اگلوں کی فکر رکھیں اور اسی طرح یہ سلسلہ ادائے امانت کا ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتا چلا جاوے تاکہ یہ دریائے فیض جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوا ہے، ہمیشہ جاری رہے اور ہم اس کام کے پورا کرنے والے ہوں جس کے لئے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی اولاد پیدا کی گئی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین''

(مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ 74، از خدام الاحمدیہ پاکستان)

نیک صحبت

''ماں باپ کتنی بھی کوشش کریں کہ ان کا بچہ بد اخلاقیوں کے بد اثرات سے محفوظ رہے، جب تک بچہ کی صحبت اور مجلس نیک نہ ہو گی اس وقت تک ماں باپ کی کوشش بچوں کے اخلاق

درست کرنے میں کارگر اور مفید ثابت نہیں ہو سکتی...... بچپن کی بد صحبت ایسی بد عادات بچے کے اندر پیدا کر دیتی ہے کہ آئندہ عمر میں ان کا ازالہ ناممکن ہو جاتا ہے۔"

(الازہار لذوات الخمار، از لجنہ اماء اللہ پاکستان صفحہ 160)

بہت احتیاط کی ضرورت ہے

"میں احمدی ماؤں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے ننھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ وہ انہیں لغو، مخرب اخلاق اور بے سروپا کہانیاں سنانے کی بجائے نتیجہ خیز، مفید اور دیندار بنانے والے قصّے سنائیں۔ اُن کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بدخُلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو...... اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو۔ ان کو آزاد نہ ہونے دو کہ حدود اللہ کو توڑنے لگیں۔ ان کے کاموں کو انضباط کے اندر رکھو۔ اپنے ننھے بچوں کو اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اسی ابتدائی غفلت سے پیدا ہوتی ہیں۔

ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اسے کیا معلوم ہے کہ میرا بچہ کن کن صحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں سے اس نے اپنے اندر کیا برے نقش لئے جو اس کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔ پس احتیاط کرو کہ اِس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔ خود نیک بنو اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔"

(الفضل قادیان 10۔ ستمبر 1913ء)

تین بنیادی عادات

"محنت کی عادت، سچ کی عادت اور نماز کی عادت ان (بچوں) میں پیدا ہو جائے۔ اگر یہ تین عادتیں ان میں پیدا کر دی جائیں تو یقیناً جوانی میں ایسے بچے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ پس بچوں میں محنت کی عادت پیدا کی جائے، سچ بولنے کی عادت پیدا کی جائے اور نمازوں کی باقاعدگی کی عادت پیدا کی جائے۔ نماز کے بغیر اسلام کوئی چیز نہیں۔ اگر کوئی قوم چاہتی ہے کہ وہ اپنی

آئندہ نسلوں میں اسلامی روح قائم رکھے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی قوم کے ہر بچہ کو نماز کی عادت ڈالے۔"

(مشعلِ راہ جلد چہارم صفحہ 61،از خدام الاحمدیہ پاکستان)

بچوں کو نماز باجماعت کا پابند کرو

"پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں اتنے لوگوں سے ملنے اور مختلف حالات کی جانچ پڑتال کا موقع ملا ہے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میری طبیعت کو ایسا حساس بنایا ہے کہ سو سال کی عمر پانے والے بھی اپنی عمر کے تجربوں کے بعد دنیا کی اونچ نیچ اور اچھے برے کو اتنا محسوس نہیں کر سکتے جتنا میں محسوس کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہی ہے۔ اگر میں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کی پوری پوری تشریح نہ کر سکوں تو میں اپنا قصور سمجھونگا ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند خواہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اس کی اصلاح کا موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔ ایک شمہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اس کی اصلاح کا کوئی موقع نہ رہے خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہو گیا ہو۔ نیکی کے متعلق نماز کے مؤثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابندہ خواہ کتنا ہی بد اعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا۔ اور میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کے لئے اصلاح کا موقع ہے مگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اس کو اس میں لذت اور سرور حاصل ہو۔"

(تفسیر کبیر جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 652)

بچوں کے خونی اور قاتل

"بڑا آدمی اگر خود باجماعت نماز نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے۔ مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں۔ اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آسکتا کہ یہ کہا جا سکے کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے اور وہ قابلِ علاج نہیں رہے۔"

(الازھار لذوات الخمار، مرتبہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ 168)

نتیجہ ضرور نکلے گا

"نماز روحانی جسم کی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح ایک بیمار جسم محض یہ کہہ کر موت سے بچ نہیں سکتا کہ وہ بیمار ہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے وہ روٹی نہیں کھا سکتا۔ اسی طرح ایک روحانی جسم بھی یہ کہہ کر موت سے نہیں بچ سکتا کہ وہ بیمار ہے اور نماز نہیں پڑھ سکتا۔ باوجود اس کے کہ ایک شخص بیمار ہے اور کھانا نہیں کھا سکتا، مثلاً اس کے گلے میں ورم ہو گیا ہے یا جبڑا اُجڑ گیا ہے یا معدہ غذا کو اپنے اندر رکھ نہیں سکتا یا غذا کو انتڑیوں کی طرف دھکیل دیتا ہے یا منہ کی طرف سے باہر پھینک دیتا ہے یا کوئی رسولی پیدا ہو گئی ہے یا سرطان ہو گیا ہے اور غذا معدہ میں ٹھہرتی نہیں بلکہ قے ہو جاتی ہے یا غذا معدہ کے اندر جاتی نہیں یا انتڑیوں میں غذا ٹھہرتی نہیں یا پچتی نہیں۔ پھر بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مرے گا نہیں۔ اس لئے کہ روٹی کے بغیر انسانی جسم بچ نہیں سکتا۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ ایک شخص کسی عذر کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا وہ مرے گا۔ بعض لوگ عدم فرصت کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ چونکہ وجہ جائز ہے اس لئے نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال درست نہیں۔ وجہ جائز ہو یا ناجائز نتیجہ ضرور نکلے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 651)

بچوں کو خوش مزاج بنائیں

"بچوں کو خوش اخلاق بنانا چاہیئے۔ خوش مزاج بنانا چاہئے۔ پھر اچھے اخلاق میں تحمل مزاجی بھی ہے۔ تو بچپن سے ہی ماں باپ کو اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی

باتیں ہوتی ہیں جن کو اگر نہ کیا جائے تو بچوں کو جو رونے کی اور ہر وقت بلاوجہ ریں ریں کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے، وہ ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بچہ کے دودھ یا کھانے کا وقت ہے، ماں کام کر رہی ہے، بچہ دودھ یا کھانا مانگتا ہے، ماں کہتی ہے ٹھہرو، میں یہ کام ختم کر لوں، تمہیں دیتی ہوں۔ اب بچہ شاید دو منٹ تو صبر کر لے پھر وہ رونا شروع ہو جائے گا۔ بعض دفعہ اتنی چیخم دوڑ ہوتی ہے کہ لگتا ہے کہ آفت آگئی ہے۔ تو پھر جب دو تین دفعہ اس طرح ہو تو بچہ سمجھ جاتا ہے کہ اب میں نے جو چیز بھی مانگنی ہے، جو کام بھی کرنا ہے اور جو کام کروانا ہے، بغیر روئے کے نہیں ہو سکتا۔ اس طرح بچہ کے اخلاق پر آہستہ آہستہ اثر ہو رہا ہوتا ہے اور وہ غیر محسوس طریقہ سے غصہ اور ضد کے اثر میں پروان چڑھ رہا ہوتا ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 ستمبر 2004ء صفحہ 3)

عدمِ تربیت تباہی لاتی ہے

"جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کی قوت قدسیہ سے اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور لاکھوں نیک لوگ پیدا کئے۔ لیکن دوسرے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا کرنا عورت کا کام تھا کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر انسان تھے اور انہوں نے ایک دن فوت ہو جانا تھا۔

پس پہلا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا ابو بکر ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔ پہلا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا عمر ایک عورت ہی پیدا کر سکتی تھی۔ پہلا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا عثمان ایک عورت ہی پیدا کر سکتی ہے۔ پہلا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا لیکن دوسرا علی ایک عورت ہی پیدا کر سکتی ہے۔ اور جب انہوں نے پیدا نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ تباہی آگئی۔ عدل جاتا رہا۔ انصاف قائم نہ رہا اور چاروں طرف ظلم ہی ظلم ہونے لگا۔ آخر مسلمانوں کی اگلی نسل کیوں بگڑی؟ کیا ان کے بگاڑنے کے

لئے جہنم سے شیطان آئے تھے؟ وہ اس لئے بگڑے کہ عورتوں نے اپنی ذمہ داری نہ سمجھی اور انہوں نے اپنی اولاد کو ایسی تعلیم نہ دی جس کے ماتحت وہ اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے والے ہوتے۔“

(الازھار لذوات الخمار حصہ دوم از حضرت سیدہ مریم صدیقہ صفحہ 96-97)

بُری عادت سے ٹوکنا چاہئے

”مجھے ایک دوست کا احسان اپنی ساری زندگی میں نہیں بھول سکتا اور میں جب بھی اس دوست کی اولاد پر مشکل پڑی دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ٹیس اٹھتی ہے اور ان کی بہبود کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ 1903ء کی بات ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی کرم دین والے مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور میں مقیم تھے۔ وہ دوست جن کا میں ذکر کر رہا ہوں، مراد آباد یو۔پی کے رہنے والے تھے اور فوج میں رسالدار میجر تھے۔ محمد ایوب ان کا نام تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ سے ملنے کے لئے گورداسپور آئے تھے۔ انہوں نے دو باتیں ایسی کیں جو میرے لئے ہدایت کا موجب ہوئیں۔ دلّی میں رواج تھا کہ بچے باپ کو تم کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ اسی طرح بیوی خاوند کو تم کہتی۔ لکھنؤ وغیرہ میں ”آپ“ کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ گھر میں ہمیشہ تم تم کا لفظ سنتے رہنے سے میری عادت بھی تم کہنے کی ہو گئی تھی۔ یوں تو میری عادت تھی کہ میں حتی الوسع حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرنے سے کتراتا تھا لیکن اگر ضرورت پڑ جاتی اور مجبوراً مخاطب کرنا پڑتا تو تم کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس دوست کی موجودگی میں آپؑ سے کوئی بات کرنی پڑی اور میں نے تم کا لفظ استعمال کیا۔ یہ سن کر اس دوست نے مجھے بازو سے پکڑ لیا اور مجلس سے ایک طرف لے گئے اور کہا ”میرے دل میں آپ کا بڑا ادب ہے لیکن یہ ادب ہی چاہتا ہے کہ آپ کو آپ کی غلطی سے آگاہ کروں۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے وقت کبھی بھی تم کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہئے بلکہ آپ کے لفظ سے مخاطب کریں ورنہ آپ نے پھر یہ لفظ بولا تو جان لے لوں گا۔“ مجھے تو تم کا لفظ استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے تم اور آپ میں کوئی فرق محسوس نہ ہوتا تھا بلکہ میں آپ کی نسبت تم کے لفظ کو زیادہ پسند کرتا تھا

اور حالت یہ تھی کہ آپ کا لفظ بولتے ہوئے مجھے بوجہ عادت نہ ہونے کے شرم سے پسینہ آجاتا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ آپ کہنا جرم ہے۔ مگر اس دوست کے سمجھانے کے بعد میں آپ کا لفظ استعمال کرنے لگا اور ان کی اس نصیحت کا اثر اب تک میرے دل میں موجود ہے۔"

(سوانح فضلِ عمرؓ جلد اول صفحہ 90-91)

غلط روش کی نشان دہی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کی تربیت کے لئے غلط روش کی نشان دہی کو ضروری قرار دیتے ہوئے اپنا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"میں نے لاہور آنے پر یہاں بعض لڑکوں کو نکٹائی لگاتے دیکھا اور میں نے بھی شوق سے ایک نکٹائی خرید لی اور پہننی شروع کر دی۔ گورداسپور میں ایک دوست میجر محمد ایوب صاحب مرحوم مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے 'آج آپ نے نکٹائی پہنی ہے تو کل ہم کنچنیوں کا تماشا دیکھنے لگ جائیں گے کیونکہ ہم نے تو آپ سے سبق سیکھنا ہے۔ جو قدم آپ اٹھائیں گے ہم بھی آپ کے پیچھے چلیں گے' یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے نکٹائی مانگی اور میں نے اتار کر ان کو دے 3 دی۔"

(سوانح فضلِ عمر جلد اول صفحہ 19)

غلطی کی اصلاح کی کوشش

"لوگ ابتداء میں اپنی اولادوں کی تربیت کی فکر نہیں کرتے اور اگر کوئی کہے تو اس سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنے لڑکے کو معصوم سمجھتا ہے۔ دوسرے کے لڑکے کے متعلق تو وہ کوئی بات سن بھی لیتا ہے لیکن اپنے لڑکے کے متعلق کوئی بات نہیں سن سکتا۔ بلکہ اگر کوئی کہے تو الٹا اسے ڈانٹنا شروع کر دیتا ہے کہ آپ پہلے اپنے بچے کی خبر لیں۔۔۔ بجائے اس کے کہ وہ خوش ہوں کہ کسی نے میرے لڑکے کی بیماری کا پتہ دے دیا ہے، اُلٹا لڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طریق نہایت نامناسب ہے۔ ہماری جماعت کے ہر شخص کا فرض ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کے اخلاق کی درستی کے لئے کوشاں رہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 17۔ستمبر 1961ء)

نونہالانِ جماعت کو نصائح

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جماعت کے بچوں کی تربیت کے لئے اشعار اور نظم کی صورت میں جو نصائح فرمائیں وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ان میں سے ایک ایک شعر اپنے اندر نصیحت و اخلاص کے سبق لئے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نمونوں اور ہدایات وارشادات کے مطابق اپنی اور اپنی نسلوں کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿34﴾

"دل کا حلیم"..... حضرت مصلح موعودؓ

(راجہ برہان احمد طالع)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں 18 فروری 2011ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"یہ ایک عظیم پیشگوئی ہے جو کسی شخص کی ذات سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس پیشگوئی کی اصل تو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی ہے۔"

"گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو مصلح موعود ہو گا اور اس کی تفصیل میں آپؑ نے اس کی بہت ساری خصوصیات بیان فرمائی تھیں۔ لیکن یہ پیشگوئی تو آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ بیان فرما کر چودہ سو سال پہلے بیان فرما دی تھی کہ یَنْزِلُ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہ عیسیٰ ابن مریم جب زمین پر نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہو گی۔"

"مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ خدا کی رحمت و غیوّری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔ اور دل کا حلیم۔"

ان الفاظ کی مناسبت سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا اپنے اہل خانہ، خادموں اور احباب جماعت یعنی ہر خاص و عام کے ساتھ شفقت و محبت کے سلوک نیز دوسروں کی صرف تکالیف ہی نہیں بلکہ جذبات کا بھی خیال رکھتے ہوئے احساس کرنا اور اسے دور کرنے کے متعلق چند واقعات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ واقعات جہاں ایک طرف اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک ایک فقرہ

کی صداقت کے گواہ ہیں وہاں رہتی دنیا تک ہمارے لئے مشعلِ راہ بھی ہیں۔ یہ واقعات سیدنا محمودؓ کے مبارک، مسیحی نفس اور سخت ذہین و فہیم ہونے کے بیّن ثبوت اور دل کے حلیم ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

یہ خدا کا کلام ہے

صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ آپؓ کی سیرت کے متعلق تحریر فرماتی ہیں:

''حضورؓ باوجود بے حد عدیم الفرصت ہونے کے اور باوجود اس کے کہ آپ کی اولاد خدا کے فضل سے بہت زیادہ ہے سب کی تربیت اور تعلیم کا خیال رکھتے۔ آپؓ نہایت ہی شفیق اور رحیم واقع ہوئے ... حضورؓ کی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ بچوں کو ہمیشہ سبق آموز کہانیوں اور لطائف سے محظوظ کرتے ہوئے ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ خود خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو خوش رکھتے ہیں لیکن خوشی کی گھڑیوں میں بھی حقیقی مقصد کبھی آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا.... شادی کے موقعہ پر میری بڑی بہن امۃ القیوم صاحبہ کو قرآن کریم پر یہ تحریر کر دیا۔

''امۃ القیوم! یہ خدا کا کلام ہے۔ میں نے سب کچھ اس سے پایا۔ تم بھی سب کچھ اس سے ہی پاؤ۔ میرے اللہ! تیرا یہ کلام میری اس بچی اور اس کی اولاد کے دل میں دائمی طور پر جاگزیں ہو....''

(سوانح فضل عمر جلد نمبر5 صفحہ386)

''صاحب'' کا اعزازی لفظ

حضرت مصلح موعودؓ کا دستور یہی رہا ہے کہ اپنے خدام کو مخاطب کرتے وقت ''صاحب'' کا لفظ ضرور استعمال فرماتے۔ چنانچہ بیشتر دفعہ مکرم چوہدری برکت علی خان صاحب وکیل المال کے لئے جب لفافہ پر نوٹ لکھا تو ''چوہدری برکت علی خان صاحب'' پورا نام لکھ کر کوئی ہدایت دی اور ایک ادارہ کے افسر کو اس طور پر ہدایت دی کہ اپنے ماتحت کارکنوں کے نام کے ساتھ ''صاحب'' کا اعزازی لفظ ضرور استعمال کیا کریں۔ فرمایا دیکھیں! میں نے آپ کا نام تین چار دفعہ لکھا ہے یا پکارا ہے۔ میرا بھلا کتنا وقت زیادہ لگ گیا ہوگا اور مجھے بھلا کتنی دقت ہوئی ہوگی۔ کچھ بھی نہیں۔

(الفضل 16 فروری 1960ء صفحہ 13)

اتنی دیر کیوں ہوگئی؟

مکرم لطیف احمد خان صاحب کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری بیان کرتے ہیں:

”1942ء میں حضورؓ پالم پور تشریف لے گئے۔ وہاں سے ایک دن حضورؓ کا پروگرام بیج ناتھ ٹرپ کا بنا۔ چونکہ کاروں میں جگہ کم تھی اس لئے حضورؓ نے خاکسار اور مرزا فتح الدین صاحب کو فرمایا کہ آپ بس پر آجائیں ہم وہاں انتظار کریں گے۔ پہلے تو ہمارا ارادہ نہ جانے کا ہوا کیونکہ بس کی آمد کی امید نہ تھی۔ سڑک ٹوٹی ہوئی تھی مگر پھر ہم دونوں اس وجہ سے کہ حضورؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھانے پر انتظار کریں گے پیدل چل پڑے۔ ڈیڑھ بجے ڈاک بنگلہ میں پہنچے تو حضورؓ کھانا تناول فرما رہے تھے ہمیں دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ انتظار کر کے کھانا شروع کیا ہے۔ اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ ہم نے عرض کیا کہ بس نہیں آئی ہم پیدل آئے ہیں۔ چنانچہ اسی وقت حضورؓ نے پیالوں میں کھانا ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہمیں دیا۔

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 51)

چھتری کا سایا

مکرم لطیف احمد خان صاحب مرحوم (سابق کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

”1941ء کا واقعہ ہے کہ حضورؓ ڈلہوزی میں تھے وہاں سے ایک دن سیر کے لئے دیان کنڈ جو ایک اونچی پہاڑی تھی تشریف لے گئے۔ وہاں چائے کا بھی پروگرام تھا۔ مگر اتنے میں بارش ہونی شروع ہوگئی۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ میں اور خان میر خان صاحب اور نذیر احمد صاحب ڈرائیور آگ جلانے میں مصروف تھے مگر لکڑیوں کے گیلا ہونے کی وجہ سے بڑی دقت تھی اور پتھروں کے چولہے پر جھکے پھونکیں مار رہے تھے کہ اتنے میں حضورؓ خود دو چار سوکھی لکڑیاں لئے ہوئے تشریف لے آئے اور ہمارے سروں پر چھتری کر دی۔ ہم نے وہ لکڑیاں رکھ کر آگ جلائی اور جب تک پانی اُبل نہیں گیا حضورؓ چھتری کا سایہ کئے دُھویں میں ہمارے پاس ہی کھڑے رہے۔“

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

اپنی جماعت سے محبت کا ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے کہ

"حضورؓ کے کمرہ میں خاندان کے کسی فرد کی خواہش پر قالین بچھوایا گیا۔ اتفاق سے ایک دن کوئی دیہاتی خاتون حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں ان کے گردآلود پاؤں سے قالین پر نشان پڑ گئے۔ حضورؓ نے محسوس فرمایا کہ آپ کے اس عزیز (جن کی خواہش پر یہ قالین بچھایا گیا تھا) کے چہرہ پر کچھ ناپسندیدگی کے آثار ہیں۔ اس خاتون کے جانے کے بعد حضورؓ نے وہ قالین اسی وقت وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلوا دیا کہ میں اسے اپنے اور اپنی جماعت کے درمیان حائل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

(سوانح فضل عمر جلد 5 صفحہ 412-413)

یاد آئے گا تیرا حسن ہمیں تیرا احسان یاد آئے گا
ہر قدم پر تری محبت کا عہد و پیمان یاد آئے گا

مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے ساری زندگی دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھا اور جب بھی جماعت کے کسی فرد کو تکلیف میں دیکھا اپنے آرام کو ترک کر دیا اور اس کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے دعا اور دوا ہر دو ذرائع سے کوشش کی۔

حضرت مہر آپا صاحبہ نے بیان کیا:

"ایک گرم اور حبس والی رات، گیارہ بجے دروازہ کھٹکا، ان دنوں بجلی ابھی ربوہ میں نہیں آئی تھی۔ حضورؓ لالٹین کی روشنی میں صحن میں لیٹے ہوئے کتاب پڑھ رہے تھے۔ حضورؓ نے مجھے کہا کہ دیکھو کون ہے؟ میں نے دریافت کیا اور آکر حضورؓ سے کہا: "ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میرے خاوند کو حضورؓ نے دوائی دی تھی اس سے بہت افاقہ ہو گیا تھا، مگر اب طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے، دوائی لینے آئی ہوں" آپؓ نے فرمایا: "کمرہ میں جاؤ فلاں الماری کے فلاں خانے سے فلاں دوائی نکال لاؤ" گرمی مجھے بہت محسوس ہوتی ہے اور یہ موسم میرے لئے ہمیشہ ناقابلِ برداشت رہا ہے۔ اپنی اس کمزوری کی بنا پر میں کہہ بیٹھی: "یہ کوئی وقت ہے، میں اسے کہتی ہوں کہ صبح آجائے اندر

جا کر تو حبس سے میر اسانس نکل جائے گا۔" اس پر حضورؓ نے بڑے جلال سے فرمایا: "تم اس اعزاز کو جو خدا نے مجھے دیا ہے چھیننا چاہتی ہو؟ ایک غرض مند میرے پاس اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے آتا ہے، یہ خدا کی دی ہوئی عزت ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملتا ہے، اسے میں ضائع کر دوں تو قیامت کے دن خدا کو کیا شکل دکھاؤں گا، میں خود جاتا ہوں" میں نے کہا آپ نہ جائیں، گرمی بہت ہے، میں چلی جاتی ہوں" حضورؓ نہ مانے اور خود اندر گئے اور دوائی لا کر اسے دی اور ساتھ اسے ہدایت کی کہ صبح آکر اپنے خاوند کی خیریت کی خبر دے۔"

(ماہنامہ خالد فروری 1991ء صفحہ 52)

مسلسل دعا کرتے رہتے

"آپؓ کی جماعت سے گہری محبت کے بارہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں: "آپؓ کو جماعت سے بے پایاں محبت تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی قادیان سے کوئی قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوتا تو آپؓ قرآن شریف لئے بر آمدہ میں اس وقت تک ٹہلتے ہوئے تلاوت فرماتے رہتے جب تک اس قافلہ کی حفاظت سے سرحد پار کرنے کی اطلاع نہ آجاتی۔ ان مواقع پر آپ مسلسل دعا کرتے رہتے۔"

فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

"یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ جب بھی جماعت کسی ابتلا کے دور سے گزر رہی ہوتی تو آپ بستر پر سونا ترک کر کے فرش پر سوتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آزمائش کے بادل چھٹنے کا اشارہ ملتا کہ چلو جا کر بستر پر آرام کرو۔ ایک اور بات جس نے مجھ پر نقوش چھوڑے یہ کہ میری شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی جب میں ملتان میں بطور اسسٹنٹ کمشنر متعین تھا اور اپنی بیوی کے ماموں کرنل سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ہاں عارضی طور پر مقیم تھا جو وہاں سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل تھے تو حضورؓ نے سندھ جاتے ہوئے وہاں ایک روز قیام فرمایا۔ آپؓ مجھے ڈرائینگ روم میں لے گئے اور ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ دیکھو تم ICS ہو اور تمہیں اعلیٰ طبقہ سے ملاقات کے

بہت مواقع ملیں گے لیکن یہ بات تمہیں ہرگز غرباء اور کمزور لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرنے سے کبھی باز نہ رکھے۔ آپؓ نے فرنیچر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسا فرنیچر جو غریبوں سے ملاقات میں روک بنے، رکھنے کے قابل نہیں۔ جس طرح ہر غریب پر رسول ﷺ کے دروازے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے۔ یہی وہ سنت ہے جسے اپنانا چاہئے۔ آپؓ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپؓ کی آنکھیں پرنم تھیں۔ میری حالت کا اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے آپؓ کو کبھی اتنی جذباتی حالت میں نہیں دیکھا۔“

(ماہنامہ انصاراللہ۔ مئی، جون، جولائی صفحہ 754)

عیادت

حضرت منشی اروڑا خان صاحب کی عیادت کے لئے حضورؓ ہسپتال تشریف لے گئے۔ اخبار الفضل اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جمعہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب آپ کی کوٹھڑی میں گئے نبض دیکھی گئی چمچے کے ذریعہ دودھ دیا گیا، آنکھیں کھلی تھیں بخار زور کا تھا ہوش بجا نہ تھے، سانس اُکھڑی ہوئی تھی، حضرت خلیفۃ المسیحؓ جمعہ کے بعد سے عصر کے وقت تک کوئی ڈیڑھ گھنٹہ منشی صاحب کے پاس اسی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔“

(الفضل یکم نومبر 1919ء صفحہ 7)

جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور جو حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے ان کی اہلیہ صاحبہ نے ایک دفعہ بیان کیا ربوہ میں بجلی کی صورتحال ہمیشہ کمزور ہی رہی۔ ایک بار بہت بجلی بند ہوئی تو حضورؓ نے انور صاحب کو سزا دی کہ ان کے گھر کی بجلی کاٹ دی جائے کیونکہ ان کی بجلی سستی ہے اور یہ بجلی کے صحیح ہونے کے لئے واپڈا سے مل کر کوشش نہیں کرتے۔ کہتی ہیں خیر ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی۔ مغرب کا وقت ہو گیا۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ دروازہ کھٹکا۔ جا کر دیکھا تو ایک کارکن ہاتھ میں مٹی کے تیل کا کنستر اور لالٹین لئے کھڑا تھا کہ حضورؓ نے فرمایا ہے کہ وہ

اندھیرے میں بیٹھے ہوں گے۔ یہ چیزیں ان کے گھر پہنچاؤ۔ اسی طرح کوئٹہ میں کسی کارکن سے ناراض ہو کر سزا دی کہ تین دن مسجد میں بیٹھ کر استغفار کرے۔ بعد میں خیال آیا بیچارہ اکیلا بیٹھا کیا کرے گا ساتھ ہی کچھ کتابیں بھی پڑھنے کو بھیج دیں اور کھانا وغیرہ بھی گھر سے جاتا رہا۔ تو کسی نے یونہی نہیں کہا تھا کہ حضورؓ جب سزا دیتے ہیں تو بڑا مزہ آتا ہے۔

دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ حضورؓ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”میرے پیارے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا مقام اور آپؓ کے کام روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہیں...... آپؓ کی صفات میں ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپؓ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ کسی کی برائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپؓ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپؓ نے چاہی۔ دل کے حلیم آپؓ سچے معنوں میں ہیں۔ بہت تنگ آ کر یا کاموں کے سلسلہ میں آپؓ کو غصہ کے بعد، جس پر غصہ کیا گیا اس سے زیادہ آپؓ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔ کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا...... جیسے ماں تنگ آ کر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے...... نرمی اور رحم و شفقت آپؓ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔ ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سو کے چولھے میں پھینک دیئے اور باپ نے فوری غیظ و غضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔ مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپؓ کی حالت ہوئی تھی سخت صدمہ تھا ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ ”غربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہو گی۔ جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا ہی رہے گا۔“ جو تکلیف اس وقت آپؓ کو تھی اور آپؓ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔

(خالد دسمبر 1990ء صفحہ 127-128)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:۔

جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، جب لوگ میرے کاموں کی نسبت ٹھنڈے دل سے غور کر سکیں گے، جب سخت دل سے سخت دل انسان بھی جو اپنے دل میں شرافت کی گرمی محسوس کرتا ہو گا ماضی پر نگاہ ڈالے گا، جب وہ زندگی کی ناپائیداری کو دیکھے گا اور اس کا دل ایک نیک اور پاک افسردگی کی کیفیت سے لبریز ہو جائے گا اس وقت وہ یقیناً محسوس کرے گا کہ مجھ پر ظلم پر ظلم کیا گیا اور میں نے صبر سے کام لیا۔ حملہ پر حملہ کیا گیا لیکن میں نے شرافت کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ...یہ بہترین بدلہ ہو گا جو آنے والا زمانہ اور جو آنے والی نسلیں میری طرف سے ان لوگوں کو دیں گی اور ایک قابلِ قدر انعام ہو گا جو اس صورت میں مجھے ملے گا۔"

(انوار العلوم جلد 10 صفحہ 323)

خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اور آج ہر پروانۂ احمدیت اس طرح گویا ہے کہ

اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

مصلح بننے کی کوشش کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا

کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔" (آمین)

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2011ء)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴾35﴿

حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت کے متعلق چند پہلو

(سید شمشاد ناصر۔ امریکہ)

حضرت مصلح موعودؓ نے بچوں کی بچپن سے ہی تربیت کے یہ 26 طریق بیان فرمائے ہیں:

"1۔ بچہ کے پیدا ہونے پر سب سے پہلے تربیت اذان ہے۔

2۔ یہ کہ بچہ کو صاف رکھا جائے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کر دیا جائے۔ شاید بعض لوگ یہ کہیں یہ کام عورتوں کا ہے۔ یہ صحیح ہے مگر پہلے مردوں میں یہ خیال پیدا ہو گا تو پھر عورتوں میں ہو گا پس مردوں کا کام ہے کہ عورتوں کو یہ باتیں سمجھائیں کہ جو بچہ صاف نہ رہے اس میں صاف خیالات کہاں سے آئیں گے....... جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا تو باطنی صفائی کس طرح ہو گی۔"

3۔ غذا بچہ کو وقت مقررہ پر دینی چاہیے اس سے بچہ میں یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ خواہشات کو دبا سکتا ہے اور اس طرح سے بہت سے گناہوں سے بچ سکتا ہے.........
جب بچہ رویا ماں نے اُسی وقت دودھ دے دیا ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ مقررہ وقت پر دودھ دینا چاہیے اور بڑی عمر کے بچوں میں یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ وقت پر کھانا دیا جائے۔ اس سے یہ صفات پیدا ہوتی ہیں 1۔پابندی وقت کا احساس۔ 2۔ خواہش کو دبانا۔ 3۔ صحت۔ 4۔ مل کر کام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ 5۔ اسراف کی عادت نہ ہو گی۔ 6۔ لالچ کا مقابلہ کرنے کی عادت ہو گی۔

4۔ بچہ کو مقررہ وقت پر پاخانہ کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یہ اس کی صحت کے لئے بھی مفید ہے لیکن اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اعضاء میں وقت کی پابندی کی حِس پیدا ہو جاتی ہے۔

5۔غذا اندازہ کے مطابق دی جائے۔ اس سے قناعت پیدا ہوتا ہے اور حرص دور ہوتی ہے۔

6۔ قِسم قِسم کی خوارک دی جائے۔ گوشت، ترکاریاں اور پھل دیئے جائیں کیونکہ غذاؤں سے بھی مختلف اقسام کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

7۔جب بچہ ذرا بڑا ہو تو کھیل کود کے طور پر اس سے کام لینا چاہیے۔ مثلاً فلاں برتن اُٹھا لاؤ۔ یہ چیزیں ادھر رکھ دو۔

8۔بچہ کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ اپنے نفس پر اعتبار پیدا کرے۔ مثلاً چیز سامنے ہو اور اُسے کہا جائے ابھی نہیں ملے گی۔ فلاں وقت ملے گی۔ یہ نہیں کہ چھپا دی جائے۔

9۔بچہ سے زیادہ پیار بھی نہیں کرنا چاہیے۔ زیادہ چومنے چاٹنے کی عادت سے بہت سی بُرائیاں بچہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس مجلس میں وہ جاتا ہے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ پیار کریں۔ اس سے اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوا جاتی ہیں۔

10۔ماں باپ کو چاہیے کہ ایثار سے کام لیں۔ مثلاً اگر بچہ بیمار ہے اور کوئی چیز اُس نے نہیں کھانی تو وہ بھی نہ کھائیں اور نہ گھر میں لائیں بلکہ اُسے کہیں کہ تم نے نہیں کھانی اس لئے ہم بھی نہیں کھاتے۔ اس سے بچہ میں بھی ایثار کی صفت پیدا ہو گی۔

11۔ بیماری میں بچہ کے متعلق بہت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ بُزدلی، خود غرضی، چڑچڑاہٹ جذبات پر قابو نہ ہونا اس قسم کی بُرائیاں اکثر لمبی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

12۔بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سُنانی چاہیں۔ اس سے اُن میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے .... اگر بچہ میں بزدلی پیدا ہو جائے تو اُسے بہادری کی کہانیاں سنانی چاہیں اور بہادر لڑکوں کے ساتھ کھلانا چاہیے۔

13۔ بچہ کو اپنے دوست خود نہ چُننے دیئے جائیں بلکہ ماں باپ چنیں اور دیکھیں کہ کن بچوں کے اخلاق اعلیٰ ہیں۔

14۔ بچہ کو اس کی عمر کے مطابق بعض ذمہ داری کے کام دیئے جائیں تا کہ اس میں ذمہ داری کا احساس ہو۔

15۔ بچہ کے دل میں یہ بات ڈالنی چاہیے کہ وہ نیک ہے اور اچھا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے کیا نکتہ فرمایا ہے کہ بچہ کو گالیاں نہ دو کیوں کہ گالیاں دینے پر فرشتے کہتے ہی ایسا ہی ہو جائے اور وہ ہو جاتا ہے۔

16۔ بچہ میں ضد کی عادت نہیں پیدا ہونی دینی چاہیے۔

17۔ بچہ سے ادب سے کلام کرنا چاہیے۔

18۔ بچہ کے سامنے جھوٹ، تکبر اور ترش روئی وغیرہ نہ کرنی چاہیے کیوں کہ وہ بھی یہ باتیں سیکھ لے گا۔

19۔ بچہ کو ہر قسم کے نشہ سے بچایا جائے۔

20۔ بچہ کو علیحدہ بیٹھ کر کھیلنے سے روکنا چاہیے۔

21۔ ننگا ہونے سے روکنا چاہیے۔

22۔ بچوں کو عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنی غلطی کا اقرار کریں اور اس کے طریق یہ ہیں۔ 1۔ اُن کے سامنے اپنے قصوروں پر پردہ نہ ڈالا جائے۔ 2۔ اگر بچہ سے غلطی ہو جائے تو اُس سے اِس طرح ہمدردی کریں کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میرا کوئی سخت نقصان ہو گیا ہو۔ 3۔ آئندہ غلطی سے بچانے کے لئے بچہ سے اس طرح گفتگو کی جائے کہ بچہ کو محسوس ہو کہ میری غلطی کی وجہ سے ماں باپ کو تکلیف اُٹھانی پڑی ہے۔ 4۔ بچہ کو سرزنش الگ لے جا کر کرنی چاہیے۔

23۔ بچہ کو کچھ مال کا مالک بنانا چاہیے اس سے بچہ میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔
1۔ صدقہ دینے کی عادت۔2۔ کفایت شُعاری۔ 3۔ رشتہ داروں کی امداد کرنا۔
24۔ اسی طرح بچوں کا مشترکہ مال ہو مثلاً کوئی کھلونا دیا جائے تو کہا جائے کہ یہ تم سب بچوں کا ہے۔ سب اس کے ساتھ کھیلو اور کوئی خراب نہ کرے اس طرح قومی مال کی حفاظت پیدا ہوتی ہے۔
25۔ بچہ کو آداب و قواعد تہذیب سکھاتے رہنا چاہیے۔
26۔ بچہ کی ورزش کا بھی اور اُسے جفاکش بنانے کا خیال بھی رکھنا چاہیے کیوں کہ یہ بات دنیوی ترقی اور اصلاح نفس دونوں میں یکساں طور پر مفید ہے۔"

یہ وہ چند تربیت کے امور ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس لیکچر جو منہاج الطالبین کے نام سے شائع ہے۔ بیان فرمائے ہیں۔ یہ کتاب 102 صفحات کی ہے۔ اور بڑی تفصیل کے ساتھ تربیت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اور اُن باتوں کا ذکر ہے جس کی وجہ سے کوئی شخص برائیاں کرتا ہے یا بداعمالیوں میں مبتلا ہے یا قوی نقصان اُٹھاتا ہے۔ تفصیل جاننے کے لئے اس کتاب کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس لیکچر میں اِن تربیتی امور کو بیان کرنے کے بعد آخر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک دعا بھی بیان فرمائی ہے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ (یعنی جماعت احمدیہ) کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو اِن کے دلوں پر اپنا نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے اُن کی زہر کو دور کر دیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا اور ایک سچا عہد اپنے خدا سے کر لیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبر سے جو تمام شراتوں کی جڑ ہے بالکل دور جا پڑینگے۔ اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے...... دعا کرتا ہوں اور

جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہم سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔"

(شہادت القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 398)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی یہ دعا قبول ہو گی اور خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا مگر تم سوچ لو تم اس کے مصداق بنو گے یا بعد میں آنے والے؟...... اس لئے میں کہتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا کو مد نظر رکھ کر کوشش کرو کہ ہم ہی اس کے مصداق ہوں اور اس نظارہ سے ہمیں بھی ٹھنڈک پہنچے جو حضرت مسیح موعودؑ نے کھینچا ہے۔"

(منہاج الطالبین، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 254-255)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿35﴾

حضرت مصلح موعودؓ۔ خدائی تائیدات اور نصرت الٰہی کے نظارے

(ناصرہ احمد۔ کینیڈا)

آج میرے لئے یہ اعزاز کا باعث ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور تائیدات کے نظاروں کا کچھ اظہار کروں۔ 20 فروری کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت اور منفرد شان کا حامل ہے۔ اس دن آسمانی بشارات سے معمور خدائے بزرگ و برتر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان صفات کے حامل ایک ایسے پسر موعود کی خوشخبری عطا فرمائی جس کے محیر العقول کارناموں میں زبردست خدائی نصرت اور تائیدات شامل حال رہیں گی۔

پیشگوئی مصلح موعودؓ

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس

کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ(ﷺ) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ آپؑ نے لکھا کہ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْآخِرِ، مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار 20/ فروری 1886ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 95 تا 96)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو 12 جنوری 1889ء کو اس عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق وہ فرزند جلیل عطا فرمایا جو آپ کی صداقت پر ایک زندہ بُرہان ثابت ہوا۔ وہ موعود جو روح القُدس کی برکت سے مثیل مسیح کا مرتبہ پاتے ہوئے موعود خلیفہ بنا اور دین اسلام کی خدمت میں عمر بھر کمر بستہ رہا اور خُدائے قدوس کی بے شمار تائیدات حاصل کرتے ہوئے نُصرت آسمانی کے جلوؤں کا وارث بنا۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ ایک نوجوان جو 25 سال کی عُمر میں منصب خلافت پر متمکن ہوا جبکہ دُنیا نے اُسے طفل مکتب جانا مگر خُدائی اذن کے مُطابق وہ نُور جو اُس کے آنے کے ساتھ آیا وہ اندھیروں پر غالب آ گیا۔ اور اسلام کی ترقی کے زبردست نظارے خُدائی بشارات کے ساتھ ایک دُنیا نے پورے ہوتے دیکھ لئے۔ یہ سب کیسے مُمکن ہوا؟ اس کا جواب کُچھ یوں ہے۔ کہ جب خُدا تعالیٰ اپنے انبیاء کی صداقت کا ثبوت اپنی قُدرت، رحمت، اور نُصرت کے نشانوں سے دینا چاہتا ہے تا کہ دُنیا زندہ خدا کو کھلی آنکھوں سے دیکھ لے تو اُنہیں ایسے ہی زبردست نشانوں سے نوازتا ہے جو دُنیا کی عام نظر میں ایک امر محال کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ سُنت اللہ ہے کہ وہ ایسے وجودوں کو ایسے وقت میں بھیجتا ہے کہ راہ حق کے متلاشی اک بہار کے مُنتظر ہوتے ہیں اُن کے آنے سے سعید رُوحیں اک عطر بیز خوشبو سے غیر معمولی طور پر اُن کی طرف کھنچی چلی آتی ہیں۔ حضرت مُصلح موعودؓ مسیح پاک کی اسلام کیلئے شبانہ روز تضرعات کی قبولیت کا ایک زندہ نشان، خُدائے رحمان کی پیشگوئیوں کے کامل مصداق، ایک بُلند روحانی مُقام اور امتیازی شان کے حامل وجود تھے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی روحانی تجلیات دُنیا کے کناروں تک ظاہر ہونی شروع ہوئیں اور بہتوں کے لئے ہدایت اور زندگی کا موجب ہوئیں کہ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ (گویا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے اُتر آیا) کا سچا مظہر بن گئے۔

آپ نے 1944ء کے جلسہ سالانہ پر جماعت کو مُخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے اذن اور اسی کے انکشاف کے تحت میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ وہ مصلح موعود جس نے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے ماتحت دُنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مُقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریم ﷺ کا نام دُنیا کے کناروں تک پھیلائے گا اور اس کا وجود خدا کے جلالی نشانات کا حامل ہو گا وہ میں ہوں اور میرے ذریعہ ہی وہ پیشگوئیاں پوری ہونی ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے آنے والے موعود بیٹے کے لئے بیان فرمائی تھیں۔ یاد رہے کہ میں اپنے لئے کسی خوبی کا دعویدار نہیں ہوں میں فقط خُدا کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول

اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان کو دُنیا میں قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے میری خوشی اسی میں ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور میرا خاتمہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔

قارئین کرام! تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس اولوالعزم موعود پسر نے 19 برس کی عُمر میں اپنے عظیم باپ کی نعش کے سرہانے کھڑے ہو کر جو مُقدس عہد کیا تھا اُسے آخری دم تک نبھایا۔ حضرت نواب سیدہ مُبارکہ بیگم صاحبہ اپنے عظیم بھائی کے اس عہد کو اس طرح بیان فرماتی ہیں۔

میں کروں گا عُمر بھر تکمیل تیرے کام کی
میں تیری تبلیغ کو پھیلا دوں گا بروئے زمین
زندگی میری کٹے گی خدمت اسلام میں
وقف کر دوں گا خُدا کے نام پر جان حزیں
کر نہیں سکتا کوئی انکار علم ہے گواہ
جو کہا تھا اس نے آخر کر دکھایا بالیقیں

حضرت مصلح موعودؓ کی دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنے کی تڑپ نے بچپن سے ہی دُعاؤں میں خشوع و خضوع عطا کر دیا اور ہر آن کُچھ کرنے کی تڑپ نے میدان عمل میں وہ جذبہ بخشا کہ صرف گیارہ برس کی عُمر میں اپنے عظیم باپ کا جُبہ پہن کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور اسلام کی سربلندی کے لئے رورو کر دُعا کی اور یہ عہد بھی اپنے رب سے کیا کہ زندگی بھر کبھی نماز نہ چھوڑوں گا۔ گیارہ برس کی عُمر میں ایک بچے کا وہ کیسا عزم تھا کہ جس نے دُنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ وہ خدا نُما انسان خدا کا ایک جلوہ تھا جس کی روشنی سے اک عالم کو آب و تاب ملی۔

بچپن میں خرابیٔ صحت کے باعث دُنیاوی تعلیم کی ڈگریاں تو نہ حاصل کر سکے قُرآن اور حدیث کا علم باقاعدگی سے حاصل کیا، ایک بلند پایہ مُصنف، شاعر، اور بلا کے خطیب تھے۔ ایسی ایسی

پُر معارف کُتب تصنیف فرمائیں جو دُنیاوی اور دینی مُعارف کے لحاظ سے ایک گرانقدر حیثیت رکھتی ہیں، میٹرک تک تعلیم ہونے کے باوجود دُنیاوی علوم پر مکمل دسترس تھی گھنٹوں علم و حکمت کے وہ خزانے لُٹاتے کہ اپنے تو اپنے غیر از جماعت اور دیگر اقوام کے باشندے بھی اس علم و معرفت کے سمندر میں ورطۂ حیرت سے ڈوب جاتے۔ ذہانت اور فطانت میں کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ آپؓ کی تصنیف کردہ متعدد کُتب کے علاوہ آپ کی لکھی ہوئی قُرآن پاک کی زبردست تفاسیر، تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر دُنیا کی ہر تفسیر کے مقابلہ میں گنج ہائے گرانمایہ کی وہ حیثیت رکھتی ہیں کہ رہتی دُنیا تک اہل علم و دانش ان علوم کے چشموں سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ چونکہ خُدا یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس موعود بیٹے کو سارا علم خُدائے علیم و برتر عطا فرمائے گا اس لئے ابتدائی دُنیاوی تعلیم کے زمانہ سے ہی ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ دُنیا یہ جان لے کہ وہ خدا جب اپنی قُدرت نمائی کے معجزے دکھاتا ہے تو بظاہر ایک اُمی کو اپنی خاص تائیدات سے نوازتا ہوا اسے اپنے ایسے علوم سے نوازتا ہے جو اُس کی صداقت پر مہر ہوتے ہیں۔ ایک ایسا انسان جو دُنیا کے تعلیمی معیار کے لحاظ سے معمولی تعلیم کا حامل ہو وہ صرف اور صرف خُدائے علیم کے ودیعت کردہ علم سے ہی ایسے علم و معرفت کے نِکات سے لبریز حقائق بے شُمار تفاسیر و کُتب اور تقاریر میں بیان کر سکتا ہے۔

وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کا وعدہ رب رحیم نے بڑی شان و نُصرت کے ساتھ پورا کیا۔ الحمدُللّٰہ

آپ کے دور خلافت میں اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص تائید و نُصرت کے عظیم وعدے پورے ہوتے دُنیا نے اُس وقت بھی دیکھے جب مُبلغین کی کثیر تعداد کو ایک خاص حکمت عملی کے تحت دُنیا کے کونے کونے میں تبلیغی مراکز کے قیام کے لئے بھجوایا گیا، اور خُدائے لازوال نے تبلیغ کے میدان میں اپنی خاص مدد کے ساتھ کامیابیوں سے نوازتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام کو آپ کے دور میں بڑی شان کے ساتھ پورا کیا کہ

”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“

حضرت مُصلح موعودؓ کی فہم اور فراست نے جماعت کے مُستقبل میں پیش آئند ضروریات کے پیش نظر مرد و زن اور بچوں کو انصاراللہ، خدام الاحمدیہ، لجنہ اماءاللہ، ناصرات الاحمدیہ، اور اطفال الاحمدیہ کی زبردست تنظیمات کی لڑی میں پرو دیا، جس کی وجہ سے ایک ایسا ڈھانچہ تشکیل پایا کہ جس نے ہمیشہ کے لئے اخلاقی، روحانی، اور تعلیمی ترقی کے لئے ایک لائحہ عمل دے دیا، اور جماعت کو مضبوط بُنیادوں پر کھڑا کر دیا گیا۔

ربوہ کی سرزمین اس بات کی ہمیشہ گواہ رہے گی کہ کیسے اس بے آباد و بنجر جگہ کو گُلستان بنایا گیا۔ ہجرت کے بعد نامساعد حالات اور محدود وسائل کے باوجود سالار قافلہ کا اپنے قافلے کو دُعاؤں، اُمیدوں اور عزم و ہمت کے ساتھ ایک ایسی جگہ بسانا جہاں حشرات الارض اور موذی جانوروں کا بسیرا ہو، جہاں میٹھے پانی کو زمین ترستی ہو، اگر ساتھ تھا تو صرف اور صرف خُدائے لم یزل کی لامحدود قوت، مدد اور توکل کا کہ جس کی تائیدات سماوی نے جنگل میں منگل کا سماں محض اپنی خاص نُصرت سے پیدا کیا، فالحمدُ للہ علیٰ ذالك۔

اللہ جلشانہ کی عطا کردہ خاص الٰہی تحریکات کے مد نظر آپ کے ذہن رسا نے جماعت کی پیش آئندہ مالی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے دو تحریکات کے منصوبے جماعت کے سامنے پیش کئے۔ جنہیں تحریک جدید، اور تحریک وقف جدید کا نام دیا گیا۔ ان کے مقاصد کی تفاصیل بیان فرماتے ہوئے آپ نے اپنی جماعت کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں سادگی کی تلقین کرتے ہوئے مالی قُربانی کے اصل مفہوم سے آگاہ کیا، نیز اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ہاتھ سے کام کرنے کو کسر شان نہ سمجھا جائے، کوئی احمدی فارغ نہ بیٹھے چھوٹے پیمانے پر کام کر کے، کما کر بھی دین کی راہ میں خرچ کرنا ایک افضل نیکی ہے۔ ان دو بابرکت تحریکات کو دیگر الٰہی تحریکات کی طرح اللہ تعالیٰ نے زبردست کامیابیوں سے نوازا اور ان کامیابیوں کے پھل جماعت احمدیہ پر بارش کے قطروں کی صورت میں نازل ہوئے اور ہوتے چلے جائیں گے۔ ان شاءاللہ۔

آپ کی دُور بین نگاہوں نے سارے عالم اسلام کی قوموں کو پیش آئندہ خطرات سے بچنے کا ایک جامع اور مفصل حل پیش کیا اور یہ انتباہ کیا کہ اسرائیل کے قیام کے ساتھ مُسلمانوں کو کیا خطرات درپیش ہوں گے، آپ ہی نے حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو یہ تحریک کی کہ برٹش پارلیمنٹ میں پاکستان کا نکتہ نگاہ پیش کیا جائے۔ پھر کشمیریوں کے حقوق خودارادیت کے لئے فُرقان بٹالین کشمیر فورس کی داغ بیل ڈالی اور جماعت کے نوجوانوں کو اس میں شمولیت کی تحریک فرمائی اور خُود بنفس نفیس اس حصہ لیا۔

غرض اسلام کا یہ بطل جلیل مُسلمانوں کے لئے ہر محاذ پر کھڑا ہوا، خواہ وہ ہندوستان میں تھا یا فلسطین میں افریقہ میں یا امریکہ میں۔ ایسے عظیم الشان وجود صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور اپنے مُحیر العقول کارناموں سے تاریخ کا رُخ موڑ دیتے ہیں۔

غرض حضرت مُصلح موعودؓ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کا بابرکت وجود فی نفسہ رب ذوالجلال کی خاص تائیدات و معجزات کا مظہر تھا، اللہ کی مدد ان کے دم بقدم ہر آن جلوہ گر تھی۔

پیشگوئی کے الفاظ کے مُطابق واقعی وہ صاحب شکوہ اور عظمت کا وارث تھا، فتح اور نُصرت کی کلید اُسے عطا ہوئی، اور وہ رحمت غیوری سے نوازا گیا پھر کامیابی کی راہیں استوار کرتا ہوا 52 سال خلافت کے عرصہ تک باران رحمت کی طرح جماعت پر برسا اور پھر عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق 8 نومبر 1965ء کو اپنے نفسی نُقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿37﴾

”زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی“
مُصلحِ موعودؓ کے دور میں فن لینڈ

(طاہر احمد۔ فن لینڈ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار 20 فروری 1886ء میں فرمایا:

”زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 101۔102)

”میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے اور یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ جماعت احمدیہ اس کو رائیگاں جانے دے اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جائے۔ جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ موعود خلیفے بھی روز نہیں آتے۔“

(ماخوذ از خطابات شوریٰ جلد 2 صفحہ 18-19 بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 20 فروری 2015ء)

اوپر موجود دونوں مقامات پر جس شخصیت کا ذکر ہے، وہ ہیں سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح موعود رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے غلامِ صادقؑ کی پیشگوئیوں کے مظہر تھے۔ خاکسار جب ”حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اور وفات پر فن لینڈ کے اخبارات میں ذکر“ کے موضوع پر لکھ رہا تھا (جو کہ الفضل آن لائن مورخہ 5 جنوری

2021ء میں چھپ چکا ہے) تو کچھ تحریریں ایسی ملیں تو خیال گزرا کہ یہ تاریخی حوالہ جات الفضل میں مضمون کی صورت میں لکھ کر تاریخ اور قارئین کے لیے محفوظ کر دینے چاہیں۔

اصل مضمون کی طرف آنے سے پہلے کچھ تمہیدی باتیں بیان کر دوں کہ سکینڈے نیویا بشمول فن لینڈ وہ خوش قسمت علاقہ ہے کہ جس کا ذکر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری زمانہ یعنی دجال کے زمانہ کے تعلق میں کیا ہے کہ اس زمانہ میں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہو جایا کرے گی، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ نے دورہ جرمنی میں مجلس سوال جواب میں اس کی وضاحت فرمائی کہ ”اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ساری زمین پر ایسا ہو گا بلکہ یہ مراد تھی کہ اس زمانہ میں لوگوں کے علم میں یہ بات آجائے گی کہ زمین کے انتہائی شمال میں ایک رات چھ مہینے کی اور ایک دن چھ مہینے کا چڑھتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا ہو گا تو صحابہ میں سے کسی نے

English Translation of the caption: As previously mentioned, the host country is currently being visited by A Permanent Representative of India's Political and Commercial Life, Country Minister of Trade Mohammed Zafrulla Khan. On Tuesday evening, Foreign Minister Holsti had invited to dinner the tall guest who is seen in our picture with his host.

(Hufvudstadsbladet 214, 2p. 12.08.1937, page 1)

سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہم پر ایک دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں تو کیا ایسے وقت میں ہم چھ مہینے میں صرف پانچ نمازیں پڑھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تمہارا جو معمول کا دن ہے چوبیس گھنٹے کا اس کے مطابق خدا تعالیٰ نے پانچ نمازیں اور تہجد تجویز فرمائی ہیں۔ اسی طرح ہر چوبیس گھنٹے میں اس لمبے دن اور رات میں بھی تمہارا معمول ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اسی حل پر ہم عملدرآمد کرتے ہیں۔“ (مطبوعہ: الفضل انٹرنیشنل 11 جون 1999ء تا 15 جولائی 1999ء) یہاں بھی کئی مقامات پر گرمیوں میں سورج یا تو غروب نہیں ہوتا یا پھر سردیوں میں طلوع نہیں ہوتا یا دن و رات

میں انتہائی کم وقت ہوتا ہے تو اس حوالے سے یہاں رہنے والے باسیوں کو خلافت کی برکت اور راہنمائی سے آنحضور ﷺ کی براہِ راست ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق مل رہی ہے جو سید الانبیا ﷺ نے تقریباً 1500 سال پہلے اس مخصوص علاقہ کے بارہ میں فرمائی تھی۔ الحمد للہ

اسی آخری دور میں ہی آپ ﷺ نے ایک مسیح و مہدی کی آمد کی اطلاع دی تھی اور اس کی موعود اولاد کی بھی، مسیح موعودؑ کی زندگی ہی میں اللہ نے آپ کا ذکر، دعویٰ اور تبلیغ فن لینڈ پہنچادیا تھا پھر آپ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا فن لینڈ سے غائبانہ تعلق حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ کے ساتھ خط و کتابت اور راہنمائی کی صورت میں جاری رہا۔ پھر دورِ مصلح موعود میں وہ ترقیات ہوئیں جن سے دنیا قیامت تک مستفیض ہوتی رہے گی اس کی کچھ جھلک ہمیں اُس وقت کے فن لینڈ کے اخبارات میں بھی نظر آتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے 1924ء میں ایک طویل دورہ مغرب کا کیا اور جب آپ اپنے خدام کے ساتھ ویمبلے کانفرنس میں شرکت اور مسجد فضل لنڈن کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد چند روز تک فرانس کے دارالحکومت پیرس میں قیام پذیر رہے، تو جب وہاں ایک نیوز ایجنسی کے نمائندہ نے آپ سے سفر کا مقصد پوچھا تو آپ نے فرمایا:

”میں اس غرض سے یورپ میں سفر کر رہا ہوں کہ یورپ کی مذہبی حالت کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر صحیح اندازہ کروں جس سے مجھ کو ان ممالک میں اشاعت اسلام کے لیے ایک مستقل سکیم تیار کرنے میں مدد ملے۔ اور میرا یہ مقصد ہے کہ چونکہ میں دنیا میں صلح کا جھنڈا بلند کرنا چاہتا ہوں میں دیکھوں کہ مشرق اور مغرب کو کون سے امور ملا سکتے ہیں۔“

(تاریخ احمدیت جلد 11، صفحہ نمبر 9)

حضرت مصلح موعودؓ کی مذاہب عالم کانفرس میں شمولیت کی خبر فنش اخبار میں

اِسی دورہ کے ابتداء میں "Suomen Kuvalehti" جو کہ فنش زبان کا اخبار ہے اور آج تک پبلش ہو رہا ہے نے اپنے ستمبر 1924ء کے شمارہ میں حضور رضی اللہ عنہ کی لندن میں ورود مسعود کے بعد ہاتھ اٹھا کہ اجتماعی دعا کرنے کی تصویر شائع کرتے ہوئے کیپشن میں لکھا:

ترجمہ:"ورلڈ کانگریس آف ریلیجنز۔ عالی اقدس خلیفۃ المسیح ثانی اپنے حوارین کے ساتھ لندن پہنچ گے ہیں، جہاں اُن کا پہلا عمل ایک خاموش دُعا تھا"

(Suomen_Kuvalehti_37_13_09_1924)

مسجد فضل لندن کے افتتاح کی خبریں فن لینڈ کے اخبارات میں

لندن مسجد جس کا قیام بلاشبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک ہے اور جس نے مستقبل میں پورے یورپ کو اسلام کی روشنی سے منور کیا اور یورپ میں مسجدوں کے قیام کی ابتداء ثابت ہوئی، کے بارے میں فنش زبان کے ایک اخبار "Uusi Suomi" نے مسجد فضل لندن کی تصویر کے ساتھ مندرجہ ذیل خبر شائع کی۔

انگلینڈ میں اسلام: ساؤتھ فیلڈ کی نئی مسجد

انگلینڈ میں پہلی خالصتاً محمدن (مسلمانوں) کی تعمیر شدہ مسجد مکمل ہو چکی ہے اور اس نے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ مسجد لندن کے مضافاتی علاقے ساؤتھ فیلڈ میں واقع ہے اور اس کا افتتاح کچھ ہفتوں قبل پنجاب قانون ساز کونسل کے سابق چیئر مین اور انڈین جنرل اسمبلی کے نمائندے خان بہادر شیخ عبد القادر نے کیا تھا۔ اس طرح، انگلینڈ میں اب دو مساجد اور متعدد دیگر نجی جگہیں ہیں جہاں اسلام کے خدا کی عبادت کی جا سکتی ہے۔ پہلی مسجد لندن سے چند میل دور ووکنگ میں چند سال قبل تعمیر کی گئی تھی۔ اس کا خیال اور اس پر عمل درآمد تب ایک انگریز اورینٹلسٹ سے ہوا تھا جو برطانوی دنیا کے شہر کے قریب ہی مسلمانوں کے لئے ایک مقدس جگہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ساؤتھ فیلڈ کی نئی عبادت گاہ، بطورِ مرکز تعمیر ہوئی ہے اور اس کے رہنماؤں کو امید ہے کہ جلد ہی اسلام کے عقائد پورے ملک میں پھیل جائیں گے۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ کچھ انگریز جو

برسوں سے ہندوستان، مصر یا مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک میں مقیم ہیں مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو گئے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق آج برطانوی جزیرہ نما میں اندازاً (پندرہ سو) 1500 انگریز ہیں جو مسلمان مذہب پر یقین رکھتے ہیں۔ ان میں تمام طبقے کے افراد شامل ہیں، ایوان بالا کے ممبر اور سویلین پیشے سے وابستہ انجنیئر لارڈ ہیڈلے انگلینڈ میں بڑے پیمانے پر محمدن (مسلمان) مذہبی کمیونیٹز کے رہنما کے طور پر پر جانے جاتے ہیں۔

(Uusi Suomi 263, 14.11.1926, page 20)

لوتھرن عیسائیوں کی مشنری سوسائیٹی کی مسجد فضل کے افتتاح کی خبر Suomen : lähetyssanomia جو کہ لوتھرن عیسائیوں کی مشنری سوسایٹی کی طرف سے 1859ء سے باقاعدہ ہر ماہ چھپنے والا میگزین ہے، نے مسجد فضل لندن کے افتتاح کی خبر (جس کے الفاظ سے کچھ تعصب بھی چھلکتا ہے مگر حقیقت کو نہ چھپا سکا) "Muhamettilainen moskeia Lontooseen" کے عنوان سے کچھ اس طرح سے چھاپی:

محمدیوں (مسلمانوں) کی مسجد لندن

"اب تک، انگلینڈ میں لندن کے قریب واقع صرف ووکنگ مسجد ہی تھی۔ وہاں سے، محمدن (مسلم) پروپیگنڈہ اُبھارنے اور محمدیت (اسلام) کو جتنا ممکن ہو سکے اچھے رنگوں میں پیش کرنے کی مستعد کوشش کی جارہی ہے۔ تاہم، پروپیگنڈہ مطلوبہ پھل نہیں دے سکا...... مشنری ریو نے اپنے دسمبر کے شمارہ میں لکھا ہے کہ اب محمدیوں (مسلمانوں) نے جنوب مغربی لندن میں ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ اس مسجد کا افتتاح 3 اکتوبر کو امیر فیصل نے کرنا تھا لیکن ابن سعود شاہِ نجد و حجاز و نائب شاہ مکہ نے اپنے بیٹے پر سخت پابندی عائد کر دی (جسکی وجہ سے) دوسروں کو افتتاحی تقریبات انجام دینے کی اجازت دی گئی۔ دونوں مساجد کا تعلق احمدی فرقہ سے ہے۔ (اس موقع پر) اس فرقے کے سربراہ، مرزا محمود احمد نے ایک اعلامیہ جاری کیا، جس میں تمام انسانیت سے اتحاد اور خدا کی وحدت کا احساس کرنے کی تاکید کی گئی، جس سے سب نے اتفاق کیا۔"

(Suomen lähetyssanomia 1, 01.01.1927 page 19)

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس خبر سے پہلے اس میگزین نے ایک تفصیلی خبر ”محمد ازم نے اپنی طاقتیں یکجا کر لی ہیں“ کے عنوان کے تحت اس وقت کی مسلمان حکومتوں کی دنیاوی اسلامی خلافت کے اختتام کے بعد اسلامی اقدار نافذ کرنے وغیرہ کی کوششوں سے متعلق 2 میٹنگز کا ذکر کیا ہے اور ان کا تنقیدی جائزہ لیا ہے جن میں سے ایک سعودیہ عرب میں شاہ ابن سعود کے تحت اور ایک مصر میں ہوئی۔ اور اسی کے نیچے جماعت احمدیہ کی نئی مسجد کے افتتاح کی خبر دی جو سچی خلافت کا ایک زندہ نشان ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کی دور اندیشی کا ثبوت بھی اور ساتھ ہی باقی مسلم دنیا کے امن اور اسلام کے پھیلاؤ کی نیت بھی واضح کر دیتا ہے کہ کہاں ایک طرف میٹنگز کر کے اسلام کا درد دکھایا جا رہا ہے اور عملاً غلط شبیہ پیش کی جا رہی ہے اور کہاں جب ایک با مقصد مسجد جو کہ لندن میں پہلی ہے کے افتتاح کے لیے بلایا جاتا ہے تو آخری لمحوں میں انکار ہو جاتا ہے۔ نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اعلامیہ کے الفاظ ہی شاہد ہیں کہ اسلام کو صحیح طور پر پیش کرنے کا بیڑہ کس نے اٹھایا ہوا تھا۔

یہی خبر ایک اور فنش اخبار ”Rauhan Tervehdys“ نے بالکل انہی الفاظ میں اپنے 14 جنوری 1927ء کے شمارہ میں شائع کی۔

(Rauhan Tervehdys 2, 14.01.1927, page 2)

ناروے، سویڈن، فِن لینڈ اور ہنگری کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک کشف

یکم اگست 2020ء کے الفضل انٹرنیشنل میں الفضل ڈائجسٹ نے ماہنامہ ”تحریک جدید“ ربوہ ستمبر 2012ء میں سکینڈے نیویا میں احمدیت کی ابتداء سے متعلق طبع ہوئی ایک تحریر شائع کی ہے جس میں تحریر ہے کہ ”1932ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک کشف میں دیکھا کہ ناروے، سویڈن، فِن لینڈ اور ہنگری کے ممالک احمدیت کے پیغام کے منتظر ہیں۔“ 7/اگست 1956ء کو مکرم سیّد کمال یوسف صاحب کی تبلیغ کے نتیجے میں گوٹن برگ سویڈن کی ایک سعید روح کو قبول احمدیت کی توفیق ملی جن کا نام Mr Erickson تھا۔ اُن کا اسلامی نام سیف الاسلام محمود رکھا گیا اور بعد ازاں انہیں سوئٹزرلینڈ کے اعزازی مبلغ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔“

سبحان اللہ خدا کی کیا عجیب شان ہے اور حضرت مصلح موعود کا کیا تعلق باللہ ہے کہا خود اللہ آپ کو کشفاً بتا رہا ہے کہ ان ممالک بشمول فن لینڈ کے لوگ احمدیت کے پیغام کے منتظر ہیں۔ خدا کے اس پیغام کو آپؓ نے کیسے عملی جامہ پہنایا اور اس کے لیے کس کا انتخاب فرمایا یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے۔

مکرم و محترم سید کمال احمد یوسف صاحب کا بطور مبلغ سکینڈے نیویا تقرر

1956ء میں محترم سید کمال احمد یوسف صاحب کی تقرری حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سکینڈے نیویا کے لیے فرمائی۔ محترم کمال صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے ملنے والی ہدایات کے بارے میں ایم۔ٹی۔اے کے پروگرام حکایاتِ صدق و وفا قسط نمبر 32 میں بیان کرتے ہیں کہ ”ایک دفعہ نائب وکیل التبشیر صاحب مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضور نے غالباً عصر کی نماز تھی، حضور نے کہا کہ یہ کمال جا رہا ہے تو اس کہو کہ فلانی فلانی 4 کتابوں کے نام لئے کہ پڑھ کے جائے اور پھر خصوصیت سے حضور نے کہا کہ فن لینڈ میں ترک ہیں اُن سے بھی رابطہ کرنا ہے یہ حضور کی پہلی ہدایت تھی“۔

(حکایاتِ صدق و وفا، مولانا کمال یوسف صاحب، قسط نمبر 32 ۔ mtaOnline1)

یہی واقعہ محترم کمال صاحب نے خاکسار کو جلسہ سالانہ فن لینڈ میں ایک انٹرویو سیشن کے دوران ان الفاظ میں سنایا:

”ایک دفعہ سکینڈے نیویا آنے سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مجلس میں، حضور کچھ وقت کیلئے تشریف رکھتے تھے کبھی ظہر کی نماز کے بعد کبھی عصر مسجد مبارک کی بات ہے تو حضور مجھے فرمانے لگے کہ وہ فن لینڈ میں ترک ہیں ان سے جا کے ملنا تم اور حضور نے پھر چار کتابیں پڑھنے کا ارشاد فرمایا مجھے تو اس وقت اتنا علم نہیں تھا مجھے اتنا یاد ہے کہ اس میں سے ایک حقیقۃ الوحی تھی اور غالباً آئینہ کمالاتِ اسلام اور دو اور کتابیں تھیں کہ یہ پڑھ کر جانا ان سے تمہاری بحث ہو گی تو

ان کا پڑھنا ضروری ہے۔ تو سب سے پہلی بات جو سکینڈے نیویا کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے مجھ سے فرمائی وہ فن لینڈ کا ذکر تھا۔“

(4 اکتوبر 2014ء بر موقع چوتھا جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ فن لینڈ)

ان الفاظ کو جب دل کی آنکھوں سے محسوس کرتے ہیں تو دل سے بے اختیار اُس عظیم شخص کی عظمت سے بھر جاتا ہے جو جب ایک علاقہ میں اپنے ایک داعی کو تعینات کرنے لگتا ہے تو اُس علاقہ کے ایک چھوٹے سے ملک میں بسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کے افراد کا خیال آپ کو آتا ہے اور آپ خاص طور پر محترم کمال صاحب کو تلقین کرتے ہیں کہ ”فن لینڈ میں ترک ہیں اُن سے بھی رابطہ کرنا ہے“۔ کیا ہی خوش بختی ہے فن لینڈ کی کہ جس کے آپؓ کے الفاظ سے بھاگ جاگ گئے اور کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ تُرک کہ جب کبھی بھی اُن کو اسلام احمدیت میں شمولیت کی توفیق ملے گی تو وہ خوشی سے جھوم اُٹھیں گے اور اُن کے دلوں سے یہ آواز نکلے گی کہ ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے۔

اور یقینا یقینا وہ وقت آئے گا اور ان شاء اللہ جلد آئے گا، آپ رضی اللہ عنہ کے ہی الفاظ میں۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ایم۔ٹی۔اے کے حکایاتِ صدق و وفا کے اسی پروگرام میں جس کا اوپر ذکر آچکا ہے مکرم کمال صاحب مزید بیان کرتے ہیں:

”اُس وقت یورپ کو جماعتی انتظامی و تبلیغی لحاظ سے 2 حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ایسٹ یورپ کے انچارج محترم شیخ ناصر احمد صاحب جو سوئیٹزر لینڈ میں رہتے تھے اور ویسٹ یورپ کے انچارج محترم چوہدری عبد اللطیف صاحب تھے جو ہیمبرگ میں رہتے تھے۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کا مشورہ تھا کہ چونکہ گوٹن برگ سویڈن جو کہ کوپن ہیگن ڈنمارک، اوسلو ناروے اور سٹاک ہالم سویڈن کا سینٹر بنتا ہے اس لے سکینڈینویا کا مرکز گوٹن برگ ہونا چاہیے اس لیے اس مشوہ

کے مطابق محترم کمال صاحب کو گوٹن برگ کے لیے بھیجا گیا اور آپ وہاں جانے کے لیے ہمبرگ میں محترم چوہدری عبد اللطیف صاحب کے پاس ہیمبرگ پہنچے وہاں حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پیغام بھجوایا ہوا تھا کہ چونکہ میں ہیگ نیدر لینڈ سے چھٹیوں پر کار پر فن لینڈ جارہا ہوں تو میرے ساتھ چلیں۔''یوں محترم کمال صاحب و مکرم چوہدری عبد اللطیف صاحب ایک صحابی مسیح موعودؑ کی معیت میں گوٹن برگ پہنچے۔

یعنی محترم کمال صاحب کو گوٹن برگ تک رستے میں جس عظیم شخص کی معیت نصیب ہوئی وہ خلافت کا ایسا مطیع و فرمابردار تھا کہ ہم سب کے لیے اسوہ ہے اور دوسری چیز جو نظر آتی ہے وہ ان کا فن لینڈ پر چھٹیاں گزارنے کے لیے جانا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ کا خاص تعلق تھا اس زمین سے کیونکہ مختلف تحریرات اور واقعات سے آپ کے فن لینڈ کے دوروں کا پتہ چلتا ہے، مضمون کے اختتام پر اس شخصیت کا ذکر کرنا بھی سعادت ہوگی کہ جس کی دنیاوی ترقیات اور ذمہ داریوں کا اکثر حصہ دورِ مصلح موعود سے ہی وابستہ ہے اور جس کے بارے میں خود حضرت مصلح موعودؓ اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے جس میں آپ نے چوہدری صاحب کو اپنے بیٹے کے طور پر دیکھا یہ فرماتے ہیں ''عزیزم چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا (میری بیماری کے موقع پر تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا) بلکہ میرے لیے فرشتہ رحمت بنا دیا۔''

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 مئی 2020ء)

دورِ مصلح موعودؓ میں آپ کے یہ بیٹے حضرت چوہدری صاحبؓ مختلف اوقات اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کی خاطر فن لینڈ میں تشریف لاتے رہے جس کا ثبوت فن لینڈ کے وہ اخبارات ہیں جن میں آپ سے متعلق خبریں و تصاویر چھپتی رہیں۔ یقیناً ایک طرح سے فن لینڈ کی قوم خوش قسمت ہے کہ جس کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ نے کشف بھی دکھایا پھر پہلے تقرری جب آپ نے محترم کمال صاحب کی کی تو ان کو بطور خاص فن لینڈ جا کر ترک لوگوں سے

رابطے کا کہا نیز حضرت مصلح موعودؓ کے روحانی فرزند کے قدموں سے یہ سرزمین بارہا فیض یاب ہو کے بابرکت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ہزاروں رحمتیں حضرت مصلح موعودؓ پر نازل فرمائے جو آنحضرت ﷺ کے دین کی خاطر اپنا آپ بھلا بیٹھے تھے اور اس مقصد کی خاطر جو آپؐ کے غلام صادق مسیح موعودؑ کا تھا، کے لئے دن رات اسی کی تکمیل کی سعی میں رہے اور آپ نے وہ وجود اپنے پاک مسیحی نفس سے تیار کیے جو آپؓ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپؓ کے مشن اور مقصد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

English Translation of the caption: As previously mentioned, the host country is currently being visited by A Permanent Representative of India's Political and Commercial Life, Country Minister of Trade Mohammed Zafrulla Khan. On Tuesday evening, Foreign Minister Holsti had invited to dinner the tall guest who is seen in our picture with his host.

(Hufvudstadsbladet 214, 2p. 12.08.1937, page 1)

(Maaseudun Tulevaisuus 90, 14.08.1937, page 7)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿38﴾

پیشگوئی مصلح موعود کی تیسری علامت

”وہ قربت کا نشان ہو گا“

(ایم۔ایم۔طاہر)

یہ علامت بڑی شان کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات میں پوری ہوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد مذہبی حلقوں میں تلاطم خیز طوفان آیا۔ اسلام مخالف مذاہب بالخصوص عیسائی اور آریہ لیڈران اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل آ کھڑے ہوئے۔ حقانیت اسلام و صداقت قرآن میں لکھی گئی کتاب نے انہیں مضطرب و بے چین کر دیا۔ قادیان کے آریہ بھی مخالفت اسلام میں پیش پیش تھے۔ ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور تائید حاصل کرنے کے لئے خصوصی دعاؤں اور چلہ کشی کی تحریک پیدا ہوئی۔ چنانچہ دعاؤں اور استخارہ کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ آپ ہوشیارپور میں چلہ کریں۔

آپ 21 جنوری 1886ء کو قادیان سے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ صرف تین آدمی تھے 1: حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب 2: حافظ شیخ حامد علی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادم 3: فتح خان صاحب جو رسول پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور کے زمیندار دوست تھے۔ روانہ ہونے سے قبل آپ نے رئیس ہوشیارپور شیخ مہر علی صاحب جو آپ کے دوستوں میں سے تھے ان کو مناسب رہائش برائے چلہ کشی کا تحریر کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک مکان جو طویلہ کہلاتا تھا وہاں آپ کا انتظام کر دیا۔ آپؑ 21 جنوری 1886ء کو روانہ ہوئے۔ رات رسول پور قیام فرمایا اور 22 جنوری 1886ء بروز جمعۃ المبارک ہوشیارپور پہنچے اور طویلہ کے بالاخانے میں قیام

فرمایا۔ آپ نے اپنے تینوں ساتھیوں کی ڈیوٹیاں لگا دیں۔ اور خلوت نشینی میں اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات شروع کیں۔ تنہائی کی عبادات اور دعاؤں کے نتیجہ میں آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان انکشافات ہوئے اور انہیں کی بنا پر آپ نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار لکھ کر پیشگوئی مصلح موعود کا نشان بیان فرمایا۔ یہ پیشگوئی بہت سے نشانات اور علامات کا مجموعہ تھی جو بڑی شان کے ساتھ پسر موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات بابرکات میں پوری ہوئی۔

5،6 جنوری 1944ء کی رات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر 13 ٹمپل روڈ لاہور شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے گھر منکشف ہوا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ چنانچہ آپ نے قادیان، ہوشیار پور، لاہور اور لدھیانہ میں جلسہ کر کے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔ 20 فروری 1944ء کو آپ نے ہوشیار پور میں جلسے کے دوران مصلح موعود ہونے کا اعلان کرتے ہوئے پیشگوئی مصلح موعود کی علامات بھی بیان فرمائیں اور اس کی تیسری علامت یوں بیان فرمائی:۔

تیسرے ”وہ قربت کا نشان ہو گا“

اس مضمون میں اس علامت کے حوالے سے تحریر کیا جارہا ہے کہ کس طرح یہ علامت بھی بڑی شان کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کے وجود میں پوری ہو کر پیشگوئی کی صداقت جو دراصل زندہ خدا، زندہ رسولؐ، زندہ کتاب اور سچے مسیح موعود پر گواہ بنی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے تیسری علامت یعنی ”وہ قربت کا نشان ہو گا“ بیان کرتے ہوئے اس کی تشریح میں فرمایا:۔

”تیسرے وہ قربت کا نشان ہو گا۔ یعنی کچھ لوگ اس جماعت میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گرانے اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان کے حملوں کا وہ دفاع کرے گا اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحیح مقام اور درجہ لوگوں پر ظاہر کر دے گا۔“

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 165)

قربت کا نشان اپنے الفاظ کے لحاظ سے عظیم الشان حکمتیں رکھتا ہے اور اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قربتیں مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی قربت کا اعزاز بھی ملا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے اور روحانی قربت بھی حاصل ہوئی کہ آپ حضرت مسیح موعود کے جملہ دعاوی پر علی وجہ البصیرت ایمان لانے والے اور سلسلہ کے سچے مطیع و فرمانبردار تھے اور پھر خلیفۃ المسیح الثانی کے منصب پر فائز ہوئے۔ یوں آپ کا وجود روحانی و جسمانی دونوں لحاظ سے قربت کا نشان ثابت ہوا۔ روحانی اور جسمانی قربتوں کے مقام پر فائز ہونے کے ساتھ آپ نے درحقیقت اس مقام کا حق ادا کیا کہ جس کی قربت حاصل تھی اس کے مقام پر کوئی آنچ نہیں آنے دی بلکہ جب بھی کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو گرانے کی کوشش کی آپ فوراً اس حملہ آور کے سامنے مقام مسیح موعود کے دفاع کے لئے ننگی تلوار کے طور پر آ گئے۔

جماعت میں افتراق ڈالنے کی کوشش اور اس کا سدباب

حضرت مصلح موعودؓ نے قربت کے نشان کی تشریح میں فرمایا تھا کہ کچھ لوگ جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کو گرانے اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کریں گے اور مصلح موعود ان حملوں کا دفاع کرے گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت اولیٰ میں بعض لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی مقام کو گرانے اور جماعت میں افتراق ڈالنے کی خفیہ سازشیں کیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد وہ لوگ کھل کر سامنے آ گئے اور جماعتی عقائد اور اتحاد میں دراڑیں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے اور خلافت احمدیہ سے الگ ہو گئے۔ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ اپنی تقریر فرمودہ 12 مارچ 1944ء بمقام لاہور میں بیان فرماتے ہیں:۔

”لوگوں نے یہ سمجھا کہ حضرت مولوی صاحب تک ہی اِس سلسلہ کی زندگی ہے اِس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا مگر وہ خدائے واحد و قہار جس نے بانی سلسلہ احمدیہ کو خبر دی تھی کہ تیرا

ایک بیٹا ہو گا جو تیرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور دین اسلام کی شوکت قائم کرنے کا موجب ہو گا اُس نے مخالفوں کی اِس امید کو بھی خاک میں ملا دیا۔ آخر وہ وقت آ گیا جب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی۔ اُس وقت جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ جماعت کے ایک برسر اقتدار حصہ نے جس کے قبضہ میں صدر انجمن احمدیہ تھی، جس کے قبضہ میں خزانہ تھا اور جس کے زیر اثر جماعت کے تمام بڑے بڑے لوگ تھے کہنا شروع کر دیا کہ خلافت کی ضرورت نہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب جیسے سحر البیان لیکچرار، مولوی محمد علی صاحب جیسے مشہور مصنف، شیخ رحمت اللہ صاحب جیسے مشہور تاجر، مولوی غلام حسین صاحب جیسے مشہور عالم جن کے سرحدی علاقہ میں اکثر شاگرد ہیں، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جیسے بارسوخ اور صاحب جائداد ڈاکٹر یہ سب ایک طرف ہو گئے اور اِن لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ایک بچہ کو بعض لوگ خلیفہ بنا کر جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بچہ جس کی طرف ان کا اشارہ تھا میں تھا۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی اور اللہ بہتر جانتا ہے مجھے قطعاً علم نہیں تھا کہ میرے متعلق یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ میں جماعت کا خلیفہ بنوں۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے نہ میں اِن باتوں میں شامل تھا اور نہ مجھے کسی بات کا علم تھا۔ سب سے پہلے میرے کانوں میں یہ آواز شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش وئیر ہاؤس کی طرف سے آئی۔ میں نے سنا کہ وہ مسجد میں بڑے جوش سے کہہ رہے تھے کہ ایک بچہ کی خاطر سلسلہ کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ مجھے اُس وقت اُن کی یہ بات اتنی عجیب معلوم ہوئی کہ باہر نکل کر میں نے دوستوں سے پوچھا کہ وہ بچہ ہے کون جس کا آج شیخ رحمت اللہ صاحب ذکر کر رہے تھے۔ وہ میری اس بات کو سُن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے وہ بچہ تم ہی تو ہو۔ غرض میں اِن باتوں سے اتنا بے بہرہ تھا کہ مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں زیر بحث ہوں اور میرے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت تباہ ہو رہی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی مشیّت یہی تھی کہ وہ مجھے دنیا کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود آگے کرے اور میرے سپرد جماعت کی نگرانی کا کام کرے۔ میں نے امن قائم رکھنے اور جماعت کو تفرقہ سے بچانے کی بڑی

کوشش کی مگر خدا تعالیٰ کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ آخر وہی ہوا جو اُس کا منشاء تھا۔ جوں جوں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات نزدیک آتی گئی اِن لوگوں نے جماعت میں کثرت کے ساتھ پراپیگنڈا شروع کر دیا کہ آئندہ خلافت کا سلسلہ جاری نہیں ہونا چاہئے۔ جس دن حضرت خلیفہ اوّل فوت ہوئے دنیا نے کہا اَب یہ سلسلہ ختم ہو گیا کیونکہ جس شخص پر اِس سلسلہ کا تمام انحصار تھا وہ اٹھ گیا ہے۔ اُس دن جب مخالفوں کی زبان پر یہ تھا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ میں نے جماعت کو تفرقہ سے بچانے کے لئے مولوی محمد علی صاحب سے گفتگو کی اور میں نے اُن سے کہا کہ آپ کسی شخص کو خلیفہ مقرر کریں میں اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے اُن سے کہا کہ جب میں بیعت کر لوں گا تو وہ لوگ جو میرے ساتھی ہیں وہ بھی میرے ساتھ ہی خود بخود بیعت کر لیں گے اور اس طرح تفرقہ پیدا نہیں ہو گا۔ مگر باوجود میری تمام کوششوں کے آخری جواب مولوی محمد علی صاحب نے یہ دیا کہ آپ جانتے ہیں جماعت والے کس کو خلیفہ مقرر کریں گے اور یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے۔ حالانکہ میری نیک نیتی اس سے ظاہر ہے کہ جس دن عصر کی نماز کے وقت لوگوں نے میری بیعت کی اُسی دن صبح کے وقت میں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور اُن سے کہا کہ ہمیں ضد نہیں کرنی چاہئے اگر وہ خلافت کو تسلیم کر لیں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جائے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو اور اگر وہ یہ بھی قبول نہ کریں تو پھر اِن لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جائے اور میرے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اہلِ بیت نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔ پھر میری یہ حالت تھی کہ حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے چند دن پہلے میں اُس مقام پر گیا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کیا کرتے تھے اور میں نے وضو کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ میری عمر اُس وقت اتنی چھوٹی نہ تھی مگر بڑی بھی نہ تھی۔ 25 سال میری عمر تھی، میری والدہ موجود تھیں، میری بیوی موجود تھیں اور میرے بچے بھی تھے میں نے اُس وقت نیت کر لی کہ چونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری وجہ سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہو رہا ہے اس لئے میں خاموشی سے کہیں باہر نکل جاؤں گا تاکہ میں تفرقہ کا باعث نہ بنوں۔ چنانچہ میں نے دعا کی کہ

خدایا! میں اس جماعت میں فتنہ پیدا کرنے والا نہ بنوں تُو میرے دل کو تقویت عطا فرما تا کہ میں پنجاب یا ہندوستان کے کسی علاقہ میں اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر نکل جاؤں اور میری وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ کہیں نکل کر چلا جاؤں گا مگر خدا کی قدرت ہے دوسرے تیسرے دن ہی اچانک حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہو گئی اور میں اس جھگڑے میں پھنس گیا۔ تب جماعت کے غریب طبقہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی اور وہ جو بڑے بڑے لوگ کہلاتے تھے جماعت سے الگ ہو گئے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ انہوں نے وہاں سے روانہ ہوتے وقت ہماری عمارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم تو جاتے ہیں کیونکہ جماعت نے ہم سے اچھا سلوک نہیں کیا لیکن تم دیکھ لوگے کہ دس سال کے عرصہ میں ان جگہوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا اور احمدیوں کے ہاتھ سے یہ تمام جائدادیں نکل جائیں گی۔ اس وقت میرے ہاتھ پر دو ہزار کے قریب آدمیوں نے بیعت کی، باہر کی اکثر جماعتیں ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ "پیغام صلح" میں لکھا گیا کہ پچانوے فیصدی جماعت ہمارے ساتھ ہے اور صرف پانچ فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے۔ مگر ابھی دو مہینے نہیں گزرے تھے بلکہ ابھی صرف ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ ساری کی ساری جماعت میری بیعت میں شامل ہو گئی اور پیغام صلح نے یہ لکھنا شروع کر دیا کہ 95 فیصدی جماعت مرزا محمود احمد کے ساتھ ہے اور صرف پانچ فیصدی ہمارے ساتھ۔ پھر میری مخالفت بھی تھوڑی نہیں ہوئی میرے قتل کی کئی بار کوششیں کی گئیں۔"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 214 تا 216)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کا دفاع

آغاز سے ہی جماعت کے اندر اور باہر دونوں اطراف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو گرانے کی ناکام کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خلافت سے پہلے بھی اور منصب خلافت سنبھالنے کے بعد ان حملوں کا دلائل کے ساتھ دفاع کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کے اس مقام کو آشکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا۔ اس کی چند مثالیں ہدیۂ قارئین کی جارہی ہیں۔

مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے

اس عنوان کے تحت آپ کا معرکۃ الآراء مضمون خلافت اولیٰ میں اپریل 1911ء کے رسالہ تشحیذالاذہان میں شائع ہوا۔ مضمون کے مسودہ کی اشاعت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو دکھانے کے بعد آپ کی اجازت سے ہوئی۔ یہ مضمون مخالفین احمدیت کے منفی پراپیگنڈے کا جواب تھا۔ اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ نے لکھا:۔

"چند دنوں سے وطن اور المنیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح پر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ نے احمدیوں اور غیر احمدیوں میں ایک ذرا سے فرق پر اختلاف ڈلوایا اور لکھ دیا کہ ہم میں اصولی فرق ہے۔ اسی طرح پیسہ اخبار میں کسی شوخ چشم نے ایک مضمون دیا ہے کہ امید ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اس فیصلہ کو واپس لیکر حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو باطل کر دیں گے۔"

(انوارالعلوم جلد 1 صفحہ 305)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس منفی پراپیگنڈا کا مدلل جواب لکھا اور قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی سے ثابت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سب ماموروں پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس میں کسی تفریق یا کمی بیشی کی اجازت نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرنے والے حقیقی مومن نہیں ہو سکتے۔ مضمون کے آخر پر آپ نے تحریر فرمایا کہ ہم "بڑے شرح صدر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے خدا کے مامور کو قبول کیا ہے اور اس کے ہر ایک حکم کو مدار نجات یقین کرتے ہیں۔"

(انوارالعلوم جلد 1 صفحہ 330)

2: کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے

انتخاب خلافت ثانیہ کے وقت بعض لوگوں نے خلافت حقہ احمدیہ سے نہ صرف انحراف کیا بلکہ اس کی ضرورت سے بھی انکاری ہو گئے اور لوگوں کو اس کے خلاف ورغلانا شروع کیا۔ ان حالات کے تناظر میں حضرت مصلح موعودؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے ایک ہفتہ بعد 21 مارچ 1914ء کو ایک پر شوکت ٹریکٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" آپ نے اس کی وجہ تحریر بیان کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"مجھے اس مضمون کے لکھنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں تفرقہ کے آثار ہیں اور بعض لوگ خلافت کے خلاف لوگوں کو جوش دلا رہے ہیں یا کم سے کم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خلیفہ ایک پریذیڈنٹ کی حیثیت میں ہو اور یہ کہ ابھی تک جماعت کا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ مگر میں اس اعلان کے ذریعہ سے تمام جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ خلیفہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ میں ثابت کر چکا ہوں اور اس کی بیعت کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح حضرت خلیفہ اول کی تھی اور یہ بات بھی غلط مشہور کی جاتی ہے کہ جماعت کا اس وقت تک کوئی خلیفہ مقرر نہیں ہوا بلکہ خدا نے جسے خلیفہ بنانا تھا بنا دیا اور اب جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 14)

آپ نے آیات قرآنی اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے ثابت فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد خلافت کا قیام ضروری تھا اور خود حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دور خلافت کے 6 سال اس بات پر شاہد ہیں اور خلیفہ اولؓ اپنے زمانہ خلافت میں اس مسئلہ پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے نہ کہ انسان۔ بالکل اسی طرح خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:۔

"اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کر سکے۔ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کرتا۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی اور اگر سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا

بھی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلہ کو قبول کرے۔"

(انوارالعلوم جلد2 صفحہ 18)

اسی ٹریکٹ میں آپ نے اس سلسلہ میں ہونے والے بعض اعتراضات کا رد کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئیوں سے ثابت کیا کہ آپ ہی موعود خلیفہ ہیں آپ نے فرمایا:۔

"کیا تمہیں مسیح موعودؑ کی پیش گوئیوں پر اعتبار نہیں۔ اگر نہیں تو تم احمدی کس بات کے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیش گوئی کی تھی کہ اس کا ایک نام محمود ہو گا۔ دوسرا نام "فضل عمر" ہو گا اور تریاق القلوب میں آپ نے اس پیش گوئی کو مجھ پر چسپاں بھی کیا ہے۔ پس مجھے بتاؤ کہ عمر کون تھا۔ اگر تمہیں علم نہیں تو سنو وہ دوسرا خلیفہ تھا۔"

(انوارالعلوم جلد2 صفحہ 16)

3: منصب خلافت

12 اپریل 1914ء کو عہد خلافت ثانیہ کی پہلی مجلس شوریٰ مسجد مبارک قادیان میں منعقد ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے نمائندگان شوریٰ کے سامنے ابراھیمی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ کی روشنی میں منصب خلافت پر ایک معرکتہ الآراء خطاب فرمایا جس میں مقام خلافت، فرائض خلافت اور تزکیہ نفوس کے طریق پر روشنی ڈالی اور پھر خلافت اور انجمن سے متعلق مسائل پر بحث فرمائی اور احباب جماعت پر مقام خلافت واضح فرمایا۔ خلیفہ کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"الغرض نبی کا کام بیان فرمایا: تبلیغ کرنا، کافروں کو مؤمن کرنا، مؤمنوں کو شریعت پر قائم کرنا، پھر باریک در باریک راہوں کا بتانا، پھر تزکیہ نفس کرنا، یہی کام خلیفہ کے ہوتے ہیں۔ اب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے یہی کام اس وقت میرے رکھے ہیں۔"

(انوارالعلوم جلد2 صفحہ 30)

غیر مبائعین کے اس خیال پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین انجمن ہے اور خلیفہ عمومی نگرانی کے لئے انجمن کا پریذیڈنٹ ہوتا ہے۔ اس پر آپ نے شدید تنقید کرتے ہوئے صحیح مسئلہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

”خلیفہ کا کام کوئی معمولی اور رذیل کام نہیں یہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل اور امتیاز ہے جو اس شخص کو دیا جاتا ہے جو پسند کیا جاتا ہے۔ تم خود غور کر کے دیکھو کہ یہ کام جو میں نے بتائے ہیں میں نے نہیں خدا نے بتائے ہیں کیا کسی انجمن کا سیکرٹری اس کو کر سکتا ہے؟ ان معاملات میں کوئی سیکرٹری کی بات کو مان سکتا ہے؟ یا آج تک کہیں اس پر عمل ہوا ہے؟ اور جگہ کو جانے دو یہاں ہی بتا دو کہ کبھی انجمن کے ذریعہ یہ کام ہوا ہے؟ ہاں چندوں کی یاد دہانیاں ہیں وہ ہوتی رہتی ہیں۔

یہ پکی بات ہے کہ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ کیلئے ضرور خلیفہ ہی ہوتا ہے کیونکہ کسی انجمن کے سیکرٹری کے لئے یہ شرط کہاں ہے کہ وہ پاک بھی ہو۔ ممکن ہے ضرور تاً عیسائی رکھا جاوے یا ہندو ہو جو دفاتر کا کام عمدگی سے کر سکے پھر وہ خلیفہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

خلیفہ کے لئے تعلیم الکتاب ضروری ہے، اس کے فرائض میں داخل ہے سیکرٹری کے فرائض میں قواعد پڑھ کر دیکھ لو کہیں داخل نہیں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے اغراض و اسرار بیان کرے جن کے علم سے ان پر عمل کرنے کا شوق و رغبت پیدا ہوتی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا تمہاری انجمن کے سیکرٹری کے فرائض میں یہ بات ہے؟ کتنی مرتبہ احکامِ الٰہیہ کی حقیقت اور فلاسفی انجمن کی طرف سے تمہیں سکھائی گئی؟ کیا اس قسم کے سیکرٹری رکھے جا سکتے ہیں؟ یا انجمنیں اس مخصوص کام کو کر سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔

انجمنیں محض اس غرض کیلئے ہوتی ہیں کہ وہ بہی کھاتے رکھیں اور خلیفہ کے احکام کے نفاذ کیلئے کوشش کریں۔ پھر خلیفہ کا کام ہے یُزَکِّیھِمْ قوم کا تزکیہ کرے۔ کیا کوئی سیکرٹری اس فرض کو ادا کر سکتا ہے؟ کسی انجمن کی طرف سے یہ ہدایت جاری ہوئی، یا تم نے سنا ہو کہ سیکرٹری نے کہا ہو کہ میں قوم کے تزکیہ کیلئے رو رو کر دعائیں کرتا ہوں؟

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ کام سیکرٹری کا ہے ہی نہیں اور نہ کوئی سیکرٹری کہہ سکتا ہے کہ میں دعائیں کرتا ہوں جھوٹا ہے جو کہتا ہے کہ انجمن اس کام کو کر سکتی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کوئی سیکرٹری یہ کام نہیں کر سکتا اور کوئی انجمن نبی کے کام نہیں کر سکتی۔ اگر انجمنیں یہ کام کر سکتیں تو خدا تعالیٰ دنیا میں مامور اور مرسل نہ بھیجتا بلکہ اس کی جگہ انجمنیں بناتا مگر کسی ایک انجمن کا پتہ دو جس نے کہا ہو کہ خدا نے ہمیں مامور کیا ہے۔

(انوار العلوم جلد2 صفحہ 30-31)

4: برکاتِ خلافت

خلافتِ ثانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے جو تقاریر ارشاد فرمائیں وہ ''برکاتِ خلافت'' کے عنوان سے شائع شدہ ہیں۔ پہلی تقریر میں آپ نے خلافت کے مقام، برکات اور فرائض کے حوالہ سے روشنی ڈالی اور فرمایا کہ انتخاب خلافت ثانیہ کے وقت جو فتنہ اور رخنہ اندازی کی کوشش ہوئی اس فتنہ کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات و الہامات میں بھی ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فتنہ سے سلسلہ ٹوٹتا نہیں بلکہ بنتا ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو اس نکتہ کو سمجھے۔ آپ نے خلافت کی غیر معمولی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حکومت یا دنیاوی عہدہ نہیں۔ خلیفہ کے دل میں تمام لوگوں کے دکھ درد بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ خلیفہ اور جماعت کے اس خوبصورت تعلق کو ان پُر درد الفاظ میں آپ نے بیان فرمایا:۔

''کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔

مگر ان کے لئے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار

ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لئے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہو گئی ہیں۔“

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 158)

آپ نے اس تقریر میں بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سلسلہ خلافت مقدر تھا۔ مزید بر آں آپ نے اپنی خلافت کے ہونے کے بارہ میں 9 آسمانی شہادتیں بھی اس تقریر میں بیان فرمائیں جو آپ کی رؤیا پر مبنی تھیں جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کے بارہ میں ہونے والے فتنے اور پھر آپ کے ذریعہ استحکام خلافت کی خبریں عطا کیں۔ یہ رؤیا آپ نے لوگوں کے سامنے بیان کئے ہوئے تھے اور ان کے گواہ بھی موجود ہیں۔ ان رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلافت کی خبر دی تھی۔ یوں آپ کے ذریعہ فتنہ خلافت کا قلع قمع بھی ہوا اور استحکام خلافت بھی ہوا۔

5: القول الفصل

اہل پیغام کے پہلے جلسہ سالانہ 1914ء کے موقع پر مکرم خواجہ کمال الدین صاحب نے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے وقت لندن میں تھے ”اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب“ کے عنوان پر لیکچر دیا اور پھر اس لیکچر کو ٹریکٹ کی صورت میں شائع کروا کر احمدی احباب میں تقسیم کیا گیا۔ 21 جنوری 1915ء کو حضرت مصلح موعودؓ کو خواجہ کمال الدین صاحب کا یہ ٹریکٹ پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ضروری سمجھا کہ اس میں اٹھائے گئے اعتراضات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب غلط عقائد کا جواب دیں تا احباب جماعت پر حقیقت آشکار ہو جائے اور کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے اسی روز اس ٹریکٹ کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا جو کہ ”القول الفصل“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں خواجہ کمال الدین صاحب کے غلط خیالات کی تردید فرمائی۔ ان کے غلط خیالات کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت، مسئلہ خلافت، مسئلہ کفر اور غیر احمدیوں کی اقتدا میں نماز نہ پڑھنے کے حوالہ سے تھا۔

مسئلہ نبوت کی تشریح میں فرمایا کہ اس بارہ میں تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وضاحت فرمادی ہے کہ آپ مستقل نبوت جو بغیر کسی واسطہ کے ملتی ہے اس کے انکاری ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی اللہ کے مقام سے نوازا جو کہ آنحضرت ﷺ کی سچی اور کامل پیروی کے نتیجہ میں آپ کو ملی تھی۔ اپنی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضرت مسیح موعودؑ نے مسئلہ نبوت کی وضاحت فرمائی ہوتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت مسیح موعود پر دو زمانے گزرے ہیں ایک تو وہ زمانہ تھا کہ آپ کو جب اللہ تعالیٰ کی وحی میں نبی کہا جاتا تو آپ اس پرانے عقیدہ کی بناء پر جو اس وقت کے مسلمانوں میں پھیلا ہوا تھا اپنے آپ کو نبی قرار دینے کی بجائے ان الہامات کے یہ معنی کر لیتے تھے کہ نبی سے مراد صرف ایک جزوی نبوت ہے۔ اور بعض دوسرے انبیاء پر جو مجھے فضیلت دی گئی ہے وہ بھی ایک جزوی فضیلت ہے اور جزوی فضیلت ایک غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ ہر امر میں کسی نبی پر اپنے آپ کو افضل سمجھ لیتے تو اس سے یہ لازم آتا کہ آپ نبی ہیں کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ایک نبی سے کمالات میں بڑھ جاتے لیکن پھر بھی نبی نہ بنتے۔ پس آپ عام مشہور عقیدہ کے ماتحت اپنی نبوت جزوی نبوت اور اپنی فضیلت جزوی فضیلت قرار دیتے رہے۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے آپ کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور آپ نے اپنے پہلے عقیدہ کو ترک کر دیا۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 281)

مسئلہ کفر کے حوالہ سے آپ نے بیان فرمایا کہ اس بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو مسئلہ نبوت کے بارہ میں بیان ہو چکا ہے پس جو حکم نبی کے انکار کے متعلق قرآن کریم میں ہے وہی حضرت مرزا صاحب کے منکر کی نسبت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ جو میرا انکار کرتا ہے در حقیقت وہ میرے آقا حضرت محمد مصطفیؐ کا انکار کرتا ہے۔

غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے کہ کسی مکفر مکذب کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خواجہ کمال الدین صاحب

کے اس نظریہ کی تردید فرمائی کہ خلیفہ اوّلؓ بھی خلافت کے حوالہ سے ان کے نظریات کے مؤید تھے۔

6:حقیقۃ النبوۃ

"القول الفصل" کی اشاعت کے بعد غیر مبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے ایک رسالہ "القول الفصل کی ایک غلطی کا اظہار" کے نام سے شائع کیا جس میں القول الفصل کے سب مضامین کے بارہ میں تو نہیں مگر مسئلہ نبوت کے متعلق بحث کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کو کم تر کرنے کی کوشش کی گئی نیز حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں لکھا کہ میاں محمود فی الواقع مرزا صاحب کو حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اس رسالہ کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی معرکۃ الا آراء کتاب "حقیقۃ النبوۃ" تصنیف فرمائی جو 3 مارچ 1915ء کو شائع ہوئی۔

آپ نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کو تین فصلوں میں تقسیم فرمایا اور فصل اوّل میں آپ نے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر دو زمانے آئے یا ہمیشہ آپ اپنی نبوت کو ایک ہی قسم کی خیال کرتے تھے۔ اس سوال کا جواب آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے لکھا اور بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ نبوت پر دو زمانے آئے ہیں چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا:۔

"ہم نے سب سے پہلے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت مسیح موعود کا عقیدہ نبوت کے متعلق شروع سے ایک ہی رہا ہے یا اس میں کبھی تبدیلی بھی پیدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت کیا ہے کہ اس عقیدہ میں 1900ء کے بعد تبدیلی ہوئی ہے اور سب سے آخری کتاب جس میں پہلے عقیدہ کا اظہار کیا گیا تھا تریاق القلوب ہے جو 1899ء کی ہے اور جو بعض موانعات کی وجہ سے 1902ء میں شائع ہو سکی۔ پس مسئلہ نبوت کے متعلق جب بحث ہو تو ہمیں ان تحریرات کو اصل قرار دینا ہو گا جو 1901ء سے لے کر وفات تک شائع ہوئیں۔

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 398)

فصل دوم میں حضرت مصلح موعودؓ نے مولوی محمد علی صاحب کے اس سوال کا جواب تحریر فرمایا کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ نبی تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو آپ کی نبوت کس قسم کی تھی؟ اس سوال کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے سب سے پہلے نبی کی تعریف بیان فرمائی اور ثابت کیا کہ قرآن کریم اور لغت عرب نے نبی کی جو تعریف کی ہے اس کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ نبی ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:۔

”ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی نبوت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو نبی اللہ کے لئے لغت و قرآن و محاورہ انبیائے گزشتہ سے لازمی معلوم ہوتی ہیں یعنی آپ کو کثرت سے امور غیبیہ سے خبر دی گئی اور پھر اہم تغیرات کے متعلق دی گئی جو انذار و بشارت دونوں حصوں پر مشتمل تھی اور پھر یہ کہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے نبی رکھا۔ پس آپ قرآن کریم و لغت و محاورہ انبیائے گذشتہ کے مطابق نبی تھے اور آپ کی صداقت کے ثابت ہو جانے کے بعد کوئی شخص آپ کی نبوت میں شک نہیں لا سکتا۔“

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 404)

مزید تحریر فرمایا:

”چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص براہ راست نبی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے اس لئے اب یہ بھی ضروری تھا کہ آپ اس بات کا بھی اعلان کرتے کہ میں پہلے انبیاء کے خلاف ایک نبی کی اتباع سے نبی ہوا ہوں اور مجھے جو کچھ ملا ہے آنحضرت ﷺ کے فیض سے ملا ہے۔“

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 410)

کتاب حقیقۃ النبوۃ کی فصل سوم میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر قرآن و حدیث سے مزید 20 دلائل درج فرمائے اور اس الزام کو ردّ فرمایا کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو نبی مان کر نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا:۔

"نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل حال کیا معلوم۔ اسے اس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد ﷺ کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعود کے اس شعر کے مطابق ہے کہ

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اور یہی محبت تو ہے جو مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ باب نبوت کے بکلی بند ہونے کے عقیدہ کو جہاں تک ہو سکے باطل کروں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی ہتک ہے۔"

(انوار العلوم جلد5032)

سبحان اللہ! کیسا خوبصورت اظہار ہے عشق مصطفیٰ ﷺ کا۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وآل محمد وبارك وسلّم انك حمیدٌ مجید۔

مسئلہ نبوت کو سمجھنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کتاب کے پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی تھی۔

7: چند غلط فہمیوں کا ازالہ

حقیقۃ النبوۃ ایک ضخیم اور مدلل کتاب حضرت مصلح موعودؓ نے تصنیف فرمائی تھی۔ اس کی اشاعت کے بعد آپ نے اس کتاب کا اختصار "چند غلط فہمیوں کا ازالہ" کے نام سے شائع فرمایا تاکہ

اس مضمون کی کثرت سے اشاعت ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر لیں کیونکہ ضخیم کتاب کی کثرت سے اشاعت ممکن نہیں ہوتی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے حوالے سے معترضین کی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور بیان فرمایا کہ:۔

”میرا مذہب ہرگز یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ پہلے جزوی نبی تھے اور بعد میں نبی ہوئے۔ بلکہ میرے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ شروع دعوے سے ایک سے ہی نبی تھے۔ ہاں پہلے آپ اپنے آپ کو جزوی نبی قرار دیتے تھے اور اپنے الہامات کی تاویل کرتے تھے۔ لیکن بعد میں الہامات میں جب بار بار آپ کو نبی قرار دیا گیا تو آپ نے ان الہامات کی تحریک سے اپنے اس عقیدہ کو بدلا کہ آپ جزوی نبی ہیں نہ کہ آپ کو جزوی نبی سے نبی بنا دیا گیا۔“

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 8)

کتاب کے آخر پر حضرت مصلح موعودؓ نے خلاصۃً حضرت مسیح موعودؑ کے مقام نبوت کی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا اور اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے مطالعہ کی بھی تحریک فرمائی:۔

”مجھے خود اللہ تعالیٰ نے بذریعہ رؤیا بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی تھے۔ پس میں آپ کو علیٰ وجہ البصیرت نبی مانتا ہوں نہ ایسا کہ آپ کوئی جدید شریعت لائے اور نہ ایسا کہ آپ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے باہر تھے بلکہ ایسا کہ آپ کی سب زندگی قرآن کریم کی اتباع میں گزری۔ اور ایسا کہ آپ نے جو کچھ پایا آنحضرت ﷺ کی غلامی میں پایا اور اس سے آپ کی نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور آپ کا سب سے بڑا درجہ یہی تھا کہ آپ امت محمدیہ میں سب لوگوں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے فرمانبردار تھے۔ میں آخر میں یہ بھی ظاہر کر دیتا ہوں کہ جن لوگوں نے نبوت مسیح موعودؑ کو سمجھنا ہو وہ میری کتاب حقیقۃ النبوۃ ضرور پڑھیں۔“

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 17)

8: ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب

ایک غیر از جماعت جو حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت اور تعلیمات سے متاثر تھے انہوں نے 13 مارچ 1915ء کو سیکرٹری انجمن احمدیہ کے نام خط لکھ کر 5 سوالات بھیجے اور اس خواہش کا

اظہار کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اس کے جوابات دیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے خط پڑھا تو مناسب جانا کہ ان سوالات کے جوابات خود ہی لکھوا دیں۔ چنانچہ 9 اپریل 1915ء کو آپ نے جوابات تحریر فرمائے جو 13 اپریل کے الفضل میں شائع ہوگئے اور پھر آپ نے افادہ عام کے لئے پمفلٹ کی صورت میں شائع کروادیئے۔ پانچ سوالات دراصل ایک ہی قسم کے تھے جن کا خلاصہ یہ بنتا ہے:

1. اگر میں احمدیت کا اظہار کروں تو لوگ مجھے کافر سمجھیں گے۔
2. احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اس طرح مجھے مسلم مساجد سے الگ ہونا پڑے گا۔
3. احمدی نام اختیار کرنے سے مجھے تکلیف اٹھانی پڑے گی کیونکہ قرآن میں ہمارا نام مسلمان ہے۔
4. قرآن وحدیث میں کسی جگہ مذکور نہیں کہ نجات کے لئے مسیح موعود اور مہدی کو اعلانیہ مانا جائے۔
5. مذکورہ حالات میں میں کوئی حرج نہیں دیکھتا کہ خفیہ طور پر ایمان رکھوں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ان سوالات کا اصولی جواب بھی دیا اور پھر الگ الگ تفصیل کے ساتھ بھی جوابات ارشاد فرمائے۔ آپ نے سوالات کا اصولی جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

”میرے خیال میں ان سب سوالات کے جواب ہم صرف ایک سوال میں دے سکتے ہیں اور وہ یہ کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے یا نہیں؟ اگر آپ حق پر نہ تھے تو ان سوالات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ جھوٹے آدمی کا ماننا خواہ پوشیدہ ہو خواہ ظاہر ہر طرح گناہ اور معصیت ہے۔ اور اگر آپ سچے تھے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ضرور سچے تھے تو پھر بھی یہ سوال حل ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بیعت کرنے یا نہ کرنے، اپنے مخالفوں کے پیچھے نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے وغیرہا سب مسائل کی بنا خدا تعالیٰ کے الہامات پر رکھی ہے اور اپنی طرف سے ان مسائل پر کچھ نہیں لکھا۔ پس آپ کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد ایک دانا انسان کے لئے

سوائے اس کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا کہ وہ ان سب باتوں کو قبول کرے کیونکہ ان کو رد کرنا خدا تعالیٰ کے احکام اور اس کے فیصلہ کو رد کرنا ہے۔ اور ان کا قبول کرنا درحقیقت خدا تعالیٰ کے فیصلہ کو قبول کرنا ہے۔ غرض کہ اصل جھگڑا صرف حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق ہے اور سوال یہ ہے کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے؟ اگر اس سوال کا جواب یہ ملے کہ ہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے تو اب جو کچھ ان کا حکم ہے وہ ہمیں قبول کرنا پڑے گا۔"

(انوار العلوم جلد 3 صفحہ 22-23)

9: انوار خلافت

خلافت ثانیہ کے دوسرے جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر 1915ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حاضرین جلسہ سے چار معرکۃ الآراء خطابات فرمائے جو "انوار خلافت" کے نام سے شائع ہوئے۔ ان خطابات میں آپ نے مقام مسیح موعودؑ کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور احباب جماعت کو فتنوں سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

27 دسمبر 1915ء کی تقریر اوّل میں حضرت مصلح موعودؓ نے "اِسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ" کی تشریح و تفسیر بیان کرتے ہوئے ثابت فرمایا کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں اور آپ کا نام احمد تھا۔ آپ نے قرآن کریم سے 9 دلائل دے کر ثابت فرمایا کہ اِسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ کی پیشگوئی سے مراد حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ آپؑ کا نام احمد تھا۔ اس کے ثبوت کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے دس ثبوت پیش فرمائے۔

27 دسمبر بعد ظہر کی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے مسئلہ کو کھول کر بیان فرمایا اور بعض اعتراضات کے جوابات دلائل کے ساتھ عطا کئے۔ آپ نے جماعتی عقائد کے حوالہ سے بعض مسائل سمجھنے اور ان پر عملدرآمد کی تلقین بھی فرمائی مثلاً غیر از جماعت کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا، غیر احمدیوں کو اپنی لڑکی نہ دینا وغیرہ۔

28دسمبر کی تقریر میں آپ نے استغفار کی تلقین فرمائی اور احباب جماعت کو فرمایا کہ قادیان آتے رہیں، فتنوں سے بچیں۔ خوارج وہ لوگ تھے جو مدینہ نہ آتے تھے اور وہ صحابہ اور حضرت عثمانؓ کے حالات کے واقف نہ تھے اس لئے فتنہ کا باعث بنے۔

30دسمبر کی تقریر میں حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرشن، بدھ، مسیح اور مہدی ہونے کے ثبوت تفصیل سے بیان فرمائے اور فرمایا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو امتِ واحدہ بنانا تھا اس لئے ہر مذہب کے پیروکاروں کو آخری زمانہ میں کسی مقدس وجود کی خوشخبری سنائی گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا بروز بنا کر بھیجا اور ظلّی طور پر گزشتہ انبیاء کے ناموں سے سرفراز کیا تاکہ سب کو امتِ واحدہ بنادیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زیادہ نام یعنی کرشن، بدھ، مسیح، مہدی وغیرہ کیوں رکھے گئے؟ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی دس حکمتیں بھی بیان فرمائیں۔ یوں آپ نے مقام مسیح موعودؑ کا بھرپور انداز میں دفاع فرمایا۔

10: حقیقۃ الامر

نو مبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب کی ایک مطبوعہ چٹھی کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے 21 ستمبر 1918ء کو ”حقیقۃ الامر“ کے عنوان سے کتاب تصنیف فرمائی۔ اس میں بیان کردہ امور عقائد سلسلہ کے لحاظ سے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف سے قبل حضرت مصلح موعودؓ شدید بیماری سے گزرے تھے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ بیماری کی حالت میں انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے خاص طور پر جب اسے گمان ہو کہ وہ جلد اللہ تعالیٰ سے ملنے والا ہے۔ اس وقت وہ اپنے غلط عقائد سے توبہ کرتا ہے اور درست عقائد کی طرف لوٹتا ہے۔ ایسی حالت میں آپ اپنے عقائد اور مقام مسیح موعود کو ثابت کرنے میں مزید ثابت قدم ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے لکھا:۔

"بجائے اس کے کہ یہ اوقات مجھے اپنے عقیدے سے متزلزل کر دیتے یا موت کا سامنا میرے قدم کو لڑکھڑا دیتا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِن عقائد پر میں نے اُس وقت کامل تسلی پائی اور ان کی اشاعت اور ان پر ثابت قدم رہنے کو میں اپنے لئے باعثِ مغفرت جانتا تھا۔"

(انوارالعلوم جلد4 صفحہ 205)

مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا:۔

"پس اگر بیماری نے عقائد کے متعلق کوئی تبدیلی پیدا کی ہے تو یہی کہ میں ان عقائد پر آگے سے بھی زیادہ یقین کے ساتھ قائم ہوں۔ اور واقعات نے اس پر شہادت دے دی کہ میں اپنی نفسانیت کی وجہ سے قائم نہیں ہوں بلکہ میرا دل اس بات پر مطمئن ہے کہ وہی حق بھی ہے۔ پس میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بھی سچے دل سے ان تمام مخالفت کے سامانوں کو بھلا کر جو آپ کے دل کو مجھ سے نفرت دلانے کا باعث ہوئے ہوں اس امر پر غور کریں کہ خدا تعالیٰ نے جس شخص کو نبی کہا ہے۔ نبی کریم ﷺ جسے نبی کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ پہلے بزرگ جسے نبی کہتے چلے آئے ہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں اور اس پر قائم ہوں جب تک کہ زندہ رہوں۔ اور جو کہتا ہے کہ میں صرف اس قسم کا نبی کہلانے سے منکر ہوں کہ گویا میں نئی شریعت لایا ہوں یا رسول کریم ﷺ سے الگ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔"

(انوارالعلوم جلد4 صفحہ 206)

مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اسی چٹھی میں لکھا تھا کہ اگر 12 سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ کو خود نہ سمجھ سکے تو پھر کوئی آپؑ کے دعویٰ کو کس طرح سمجھ سکے گا۔ اس سوال کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"حضرت مسیح موعودؑ پر کبھی بھی کوئی وقت نہیں آیا کہ آپ دعویٰ کو نہ سمجھ سکے ہوں۔ آپ شروع سے آخر تک اس مقام کو سمجھتے رہے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے۔ ہاں صرف اس دعویٰ کے نام میں آپ احتیاط کرتے رہے ہیں۔ یعنی آیا اس کا نام نبوت رکھا جاوے یا محدثیت۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے اس بات کی صراحت نہ کی آپ اس کا نام محدثیت

یا جزوی نبوت وغیرہ رکھتے رہے ہیں۔ لیکن بعد صراحت کے آپ اس امر پر قائم نہ رہے اور آپ نے اس مقام کا نام نبوت رکھ دیا۔ اور یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعودؑ خود حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور اس بات میں آپ منفرد نہیں۔ پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت ﷺ جو سید وُلدِ آدم تھے ایک عرصہ دراز تک حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ پر اپنے آپ کو فضیلت دینے سے روکتے رہے۔ حالانکہ بعد میں آپ نے فرمایا کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ

(الیواقیت والجواہر جلد2 صفحہ 23 مطبوعہ مصر 1321ھ)

اور فرمایا

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ

(ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ)

پس اگر آپ ذرا بھی تدبر سے کام لیں تو ان دو نبیوں پر اپنے آپ کو فضیلت نہ دینے کا بھی وہی باعث تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اپنے مقام کا نام نبوت نہ رکھنے کا باعث ہوا اور وہ لوگوں کے رائج الوقت خیالات کا حتی الوسع احترام کرنا اور دین کے معاملہ میں جلد بازی سے کام نہ لینا تھا۔ اور یہی وہ صفت ہے جو متقی اور غیر متقی میں تمیز کر دیتی ہے۔“

(انوارالعلوم جلد4 صفحہ 211)

قارئین کرام!

حضرت مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات میں پیشگوئی مصلح موعود کی علامت ”وہ قربت کا نشان ہوگا“ کس شان کے ساتھ پورا ہوا اس کی چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ تمام عمر اندرونی و بیرونی فتنوں کی قلعی کھولتے رہے اور ان کے سدّباب کے لئے کوششیں فرماتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ مقامِ مسیح موعودؑ اور درست عقائد سلسلہ کی ترویج کے لئے مصروف عمل رہے نیز جن لوگوں نے مقام

مسیح موعود کو گرانے یا بگاڑنے کی کوشش کی یا عقائد مسیح موعود میں رخنہ اندازی کی ان کا دلائل کے ساتھ منہ توڑ جواب دیا۔ آخر کیوں نہ کرتے؟ آپ "قربت کا نشان" جو تھے۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴾39﴿

حضرت مصلح موعودؓ کا الہامی نام "محمود"

(فضل احمد شاہد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں چالیس روز چلہ کشی کی اور خدا تعالیٰ سے عاجزانہ دعائیں کیں۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک زبردست بشارت دی جو پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے مشہور ہے۔ اس پیشگوئی کے مطابق 12 جنوری 1889ء کو آپ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔

بہت خطرناک حالات سے گزرتے ہوئے حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد 1914ء کو آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ خلیفہ بننے کے بعد آپ کی خدمت میں مسلسل اصرار کیا گیا کہ آپ اس بات کا اعلان فرمائیں کہ آپ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں مگر آپ کی طرف سے خاموشی اختیار کی گئی یہاں تک کہ آپ کو خدا کی طرف سے ایک عظیم الشان بشارت کے ذریعہ بتایا گیا کہ آپ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ اس پر آپ نے 28 جنوری 1944ء کو قادیان میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے یہ بتایا کہ آپ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں۔ یہ ایسا عظیم الشان واقعہ تھا کہ جب یہ اعلان قادیان کے احباب نے سنا تو قادیان میں ایک مسرت اور شادمانی کا ماحول پیدا ہو گیا۔ احباب جماعت نے نمازِ جمعہ کے بعد ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب پر خطبہ کے دوران وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ 29 جنوری 1944ء بروز ہفتہ قادیان میں "یومِ مصلح موعود" منایا گیا۔ 3 بجے بعد نماز ظہر حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب کی زیرِ صدارت بیتِ اقصیٰ قادیان میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ نیز ایک اجتماعی عرضداشت کے ذریعہ حضور کو مبارکباد دی گئی۔

اس پیشگوئی کی زبردست اہمیت کے پیشِ نظر پانچ جلسوں میں حضرت مصلح موعود نے خطاب فرمائے۔ چنانچہ 20 فروری 1944ء کو ہوشیار پور میں جلسہ کیا گیا۔ 12 مارچ 1944ء کو لاہور

میں جلسہ کیا گیا۔ 23مارچ 1944ء کو لدھیانہ میں جلسہ کیا گیا۔ 16اپریل 1944ء کو دہلی میں جلسہ کیا گیا۔ اور پھر 28دسمبر 1944ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان سے اعلان کیا گیا۔ ان جلسوں میں حضرت مصلح موعود نے بنفسِ نفیس شامل ہو کر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرمایا۔

دنیا میں بے شمار نام رکھے جاتے ہیں اور ان میں بعض اوقات بہت بڑا اور مبارک نام ہوتا ہے۔ مگر وہ شخص بہت بڑے ڈاکو کے طور پر مشہور ہو جاتا ہے یا ایسے فرضی نام رکھ دیئے جاتے ہیں جس کا یا تو کوئی مطلب اور مفہوم نہیں ہوتا۔ یا کوئی مطلب ہو بھی تو اس نام کا وہ شخص مستحق نہیں ہوتا۔ مگر بعض نام خدا کے خاص منشاء کے مطابق رکھے جاتے ہیں جیسے حضورؐ کا نام محمد رکھا گیا جس کے آپ مستحق تھے۔ ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے خبر پا کر جب ایک موعود فرزند کی خبر دی تو اُس کا نام بھی خدا نے ”محمود“ رکھا۔ اس نام کو بشیر الدین محمود احمد کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اور بشیر الدین نام بھی پیشگوئی کے مطابق ہے تاہم اس تحریر میں صرف ”محمود“ لفظ کو مدّ نظر رکھا جارہا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سراجِ منیر میں فرماتے ہیں:

”پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہو گا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کیلئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔“

(سراج منیر، روحانی خزائین جلد 12 صفحہ 36)

سراج منیر کے اسی صفحہ 36 کے حاشیہ میں ہے:

”ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا۔“

1899ء میں تریاق القلوب کی اشاعت ہوئی۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:

"میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا۔ جس کی تاریخِ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے۔ اور یہ اشتہار مورخہ یکم دسمبر 1888ء ہزاروں آدمیوں میں شائع کیا گیا۔ اور اب تک اس میں سے بہت سے اشتہارات میرے پاس موجود ہیں۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 214)

حقیقۃ الوحی جو 1907ء کی کتاب ہے اس میں فرمایا:

"چونتیسواں نشان یہ ہے کہ میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا اور مخالفوں نے جیسا کہ ان کی عادت ہے اس لڑکے کے مرنے پر بڑی خوشی ظاہر کی تھی تب خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام محمود ہو گا اور اُس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا تب میں نے ایک سبز رنگ اشتہار میں ہزارہا موافقوں اور مخالفوں میں یہ پیشگوئی شائع کی اور ابھی ستر (70) دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 227)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خواب تذکرہ میں یوں بھی درج ہے۔

"5 دسمبر 1894ء کو میں نے خواب دیکھا کہ اول گویا محمود کے کپڑوں کو آگ لگی ہے اور میں نے بجھادی ہے اور پھر ایک اور شخص کے آگ لگی ہے اور میں نے بجھادی ہے اور پھر میرے کپڑوں کو آگ لگا دی ہے اور میں نے اپنے پر پانی ڈال لیا ہے اور آگ بُجھ گئی ہے مگر کچھ سیاہ داغ سا بازو پر نمودار ہے اور خیر ہے۔"

(تذکرہ ایڈیشن چہارم 2004ء صفحہ 222)

یہاں آگ سے مراد بعض فتنوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو حضرت مصلح موعود کی زندگی میں پیدا ہوئے۔

سبز اشتہار کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کے دو اہم ارشادات یوں بھی ہیں۔

1۔ آپ نے خلیفہ بننے کے ایک ہفتہ بعد ایک تقریر کی جس میں فرمایا:

"کیا تمہیں مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر اعتبار نہیں۔ اگر نہیں تو تم احمدی کس بات کے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیشگوئی کی تھی کہ اس کا ایک نام محمود ہو گا۔ دوسرا نام فضل عمر ہو گا اور تریاق القلوب میں آپ نے اس پیشگوئی کو مجھ پر چسپاں بھی کیا ہے...... میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے کچھ بھی علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا۔"

"کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"

(مسئلہ خلافت پر پہلی تقریر 21 مارچ 1914ء انوار العلوم جلد 2 صفحہ 16-17)

2۔ 12 مارچ 1944ء کو لاہور میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود ایک لطیف بات بیان فرماتے ہیں:

"1888ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1886ء کے اشتہار کی مزید تشریح کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع فرمایا تھا جو سبز رنگ کے کاغذوں پر شائع ہوا۔ ہماری جماعت میں اشتہار کا نام ہی "سبز اشتہار" مشہور ہے اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ مکان جس میں آپ نے چالیس روز اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جو اب ایک ہندو دوست کے قبضہ میں ہے اور جسے ہم ہوشیار پور میں دیکھ آئے ہیں اُس کا رنگ بھی سبز ہی ہے۔ گویا 1888ء کا اشتہار بھی سبز رنگ کے اوراق پر شائع ہوا اور اُس مکان کا رنگ بھی سبز ہی ہے۔"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 222)

”محمود“ نام جب الہامی ہے تو لازماً اس نام میں یہ اشارہ ہے کہ یہ موعود- خدا کی نظر میں قابل تعریف وجود ہو گا۔ اور ہر پہلو سے قابلِ تعریف ہو گا۔ چنانچہ پیشگوئی مصلح موعود کی دیگر جملہ علامات اس کے ”محمود“ ہونے پر گواہ ہیں۔ پھر اس محمود کی حمد اور تعریف کے بھی کئی پہلو ہیں۔

عرش کے خدا نے اس پر رؤیاء، کشوف والہامات نازل کر کے اس کی تعریف کی۔

ان رؤیاء وکشوف والہامات کو پورا فرما کر اس موعود کی حمد کے سامان ہوئے۔

اس کی شخصیت بہت متاثر کن اور مقناطیسی کشش رکھنے والی ثابت ہوئی جس پر اپنے اور پرائے، واقف اور ناواقف، دوست اور دشمن سب اس کے والہ وشیدا ہوئے۔ پھر اس کو محدود طبقہ میں نہیں بلکہ عالمگیر سطح پر زبردست اور حیرت انگیز پذیرائی حاصل ہوئی اور دنیا اس کی عظمت کے ترانے گانے لگی۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل درج ذیل ہے۔

آپ نے دسمبر 1906ء کے جلسہ میں ایک تقریر کی۔ اس کے بارہ میں خود فرماتے ہیں۔

”سب سے پہلی تقریر جو میں نے عام جلسہ میں کی اس رکوع کو پڑھ کر اس مسجد میں کی تھی۔ اب مسجد وسیع ہو گئی ہے اور اس کی پہلی شکل نہیں رہی لیکن اس وقت میں جہاں کھڑا ہوں عین اس کے سامنے کے دروازے میں کھڑے ہو کر میں نے تقریر کی تھی۔ اگرچہ اب علم میں بہت ترقی ہو گئی ہے حالات اور افکار میں بہت تغیر ہو گیا ہے لیکن اب بھی میں اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں اور اگر اب میں وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے خاص فضل سے سمجھائی ہیں۔ اس وقت مجھ پر ایسی حالت تھی کہ چھوٹی عمر اور مجمع عام میں پہلی دفعہ بولنے کی وجہ سے میرے اعصاب پر ایسا اثر پڑا ہوا تھا کہ مجھے لوگوں کے چہرے نظر نہ آتے تھے اندھیرا سا معلوم ہوتا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ بعد میں اخبار میں میں نے یہی تقریر پڑھی تو معلوم ہوا کہ میں نے کیا کہا تھا۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 121-122)

اس تقریر پر حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب کا تبصرہ درج ذیل ہے:

”بُرج نبوت کا روشن ستارہ، اوجِ رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ اللہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ میں ان کی تقریر خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں! فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی حضور علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے اور اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ مسیحیت مآب کی تربیت کا جوہر کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 122)

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے یوں تبصرہ کیا:

”ایک اور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور کی پہلی تقریر ہے جو حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانبِ شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ اول عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی (جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جُدا ہوئے تھے) یاد تازہ ہوگئی۔ اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُس آواز کی وجہ سے جو اُن کے پسرِ موعود کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے۔ آنسو جاری ہوگئے اور اُن آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔ دوسری بات جو اس تقریر کے متعلق قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب تقریر ختم ہو چکی تو حضرت خلیفہ اولؓ نے، جن کی ساری عمر قرآن شریف پر تدبر کرنے میں صَرف ہوئی تھی اور قرآن کریم جن کی روح کی غذا تھی، فرمایا کہ میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے جو میرے لئے بھی نئی تھی۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 218)

اسی تقریر پر ایڈیٹر الحکم کا تبصرہ یہ تھا:

”حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد کی نظم اور آپ کی تقریر نے مردہ دلوں کو جلا دیا۔ بلا مبالغہ صاحبزادہ صاحب کی تقریر میں قرآن مجید کے حقائق و معارف کا سادہ اور مسلسل الفاظ میں ایک خزانہ تھا۔ پلیٹ فارم سے اس لب و لہجہ میں بول رہے تھے جو حضرت امام علیہ السلام کا تھا۔ صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے متعلق مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں اس کا ذکر کر سکوں۔ صاحبزادہ صاحب نے تشنہ حقائق قوم کو باپ کی طرح سیر اب کر دیا اور وہی زمانہ یاد دلا دیا۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 219-220)

آپ نے (17) سترہ سال کی عمر میں 1906ء میں انجمن تشحیذ الاذہان کی بنیاد ڈالی۔

21 فروری 1909ء کو الحکم اخبار نے لکھا:

”انجمن کا رسالہ تشحیذ الاذہان حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایڈیٹری سے نکلتا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حق بات ہے کہ رسالہ مذکور کے ایڈیٹر کی زبان اور قلم میں بھی وہی شان جلوہ گر ہے جو ہم سب کے آقا اور محبوب مسیح و مہدی کے زبان اور قلم میں تھی۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 236)

سوانح فضل عمر میں تشحیذ کے بارے میں لکھا ہے:

”اس رسالہ کے مضامین کی عمدگی کے لئے اس سے بڑھ کر کیا امر پیش کیا جا سکتا ہے کہ موافقین کے علاوہ مخالفین نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے ایک مضمون سالم کا سالم اپنے پرچہ میں نقل کیا ہے جسکا ہیڈنگ ”کیا تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے۔“ از قلم صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 237)

1909ء میں آپ نے انجمن فیروز پور کے جلسہ میں تقریر کی۔ اس پر خواجہ کمال الدین صاحب کی رائے جو خود صدر جلسہ تھے یہ تھی:

”صاحبزادہ صاحب نے جس قابلیت کے ساتھ اپنے لیکچر کو ختم کیا ہے میں اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مگر جو حقانیت اُن کے دل پر مرتسم ہے وہ بڑے بڑے آدمیوں میں نہیں۔ اگرچہ ہم نے کوئی گدی نہیں بنائی مگر میں اتنا کہتا ہوں کہ آپ نے اور پیروں کے بچے بھی دیکھے ہیں، میرے مرشدزادہ کو بھی آپ نے دیکھا ہے کہ وہ قرآن پر کیسا شیدا ہے اور اس کے حقائق و معارف بیان کرنے میں کیسا قابل ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 253-254)

آپ نے پہلا خطبہ جمعہ 29 جولائی 1910ء میں دیا۔ اس خطبہ پر حضرت خلیفہ اول کے تعریفی ریمارکس یوں تھے:

”میاں صاحب نے لطیف خطبہ سنایا۔ وہ اور بھی الطف ہو گا۔ اگر تم اس پر غور کرو گے۔ میں اس خطبہ کی بہت قدر کرتا ہوں اور یقیناً کہتا ہوں کہ وہ خطبہ عجیب سے عجیب نکات اپنے اندر رکھتا ہے۔“

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 313)

حضرت قاضی محمد اسلم صاحب نے حضرت میاں محمود کی جوانی کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا:

”1912ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فریضہ حج ادا کر کے واپس تشریف لائے تو امرتسر کے اسٹیشن پر امرتسر کی جماعت نے آپ کا استقبال کیا۔ اس موقع پر میں نے پہلی دفعہ آپ کو دیکھا۔ غالباً سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں تھے۔ یہ میرا پہلا نظارہ ہے جو میں نے آپ کی شخصیت کا کیا۔ بس وہ دن اور یہ دن، ایک مستقل یاد رکھے ہوئے ہوں اس وقت میری عجیب کیفیت تھی کاش میں بیان کر سکتا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت آدمی ہے جو ہمارا بزرگ ہے، لیڈر ہے، قابل احترام ہے اور عظیم الشان انسان بننے والا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کو دیکھ کر آپ کے بوڑھے اور جوان ہونے کا فرق محسوس نہیں ہوتا تھا۔

1924ء میں حضور ولایت تشریف لے گئے تو وہاں کے ایک اخبار نے لکھا کہ امام جماعت احمدیہ جوان آدمی ہیں۔ قدرت نے جوان عمر میں ایک رعب عطا کیا ہوا تھا جس میں حضور کی جوانی چھپی رہتی۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی لیکن اس پر سنجیدگی غالب تھی۔ سر پر سفید پٹکا باندھے ہوئے تھے۔ پاؤں میں پمپ شو قسم کی کالی چمکدار گرگابی پہنی ہوئی تھی۔ آپ کا چہرہ، لباس غرضیکہ آپ کا مجموعی تشخص بہت دلکش تھا۔ آپ کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی اس لئے کہ ہمارے امام یعنی بانی جماعت احمدیہ کے بیٹے ہیں اور اپنے باپ کی طرح خوبصورت اور دلکش شخصیت کے مالک۔

(سوانح فضل عمر جلد1 صفحہ 296-297)

"محمود" اس پہلو سے بھی محمود تھا کہ اُس کا بچپن بھی قابل تعریف، جوانی بھی قابل تعریف، بڑھاپا بھی قابل تعریف تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"ہمارے کانوں میں ابھی تک وہ آوازیں گونج رہی ہیں جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست سنیں۔ میں چھوٹا تھا مگر میرا مشغلہ یہی تھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھا رہتا اور آپ کی باتیں سنتا۔ ہم نے ان (مجالس میں) اسقدر مسائل سنے ہیں کہ جب آپ کی کتابوں کو پڑھا جاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام باتیں ہم نے پہلے سنی ہوئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عادت تھی کہ آپ دن کو جو کچھ لکھتے، دن اور شام کی مجلس میں آکر بیان کر دیتے تھے اس لئے آپ کی تمام باتیں ہم کو حفظ ہیں اور ہم ان مطالب کو خوب سمجھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منشا اور آپ کی تعلیم کے مطابق ہیں۔"

(سوانح فضل عمر جلد1 صفحہ 113)

اسی طرح فرمایا:

"جہاں تک میں نے غور کیا ہے میں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں تبلیغ کا شوق رہا ہے اور تبلیغ سے ایسا اُنس رہا ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ اسلام کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ میں اپنی اس

خواہش کے زمانہ سے واقف نہیں کہ کب سے ہے۔ میں جب دیکھتا تھا اپنے اندر اس جوش کو پاتا تھا اور دعائیں کرتا تھا کہ اسلام کا جو کام ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو پھر اتنا ہو اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں۔ میں نہیں سمجھتا تھا اور نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ جوش اسلام کی خدمت کا میری فطرت میں کیوں ڈالا گیا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ یہ جوش بہت پرانا رہا ہے۔"

(منصب خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 25-26)

اس ضمن میں شیخ غلام احمد صاحب واعظ کا یہ بیان خالی از دلچسپی نہ ہو گا۔ وہ فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے دعا کی کہ یاالٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اُٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا۔"

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 151 مطبوعہ دسمبر 1975ء)

"محمود" اس پہلو سے بھی محمود تھا کہ جو دوسروں کو کہتا اس پر احسن انداز میں عمل کرتا۔ طلبہ جامعہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے تمام علوم کی کتابیں پڑھتا رہتا ہوں۔ اسی طرح اگر تم بھی ان کتب کا مطالعہ کرو اور اپنے اساتذہ سے سوالات دریافت کرتے رہو تو تمہارے استادوں کو بھی پتہ لگ جائے گا کہ دنیا کیا کہتی ہے اور اس طرح تم اپنے استادوں کے بھی استاد بن جاؤ گے۔

میرے پاس کمیونزم کے متعلق ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں، سوشلزم کے متعلق ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں، احمدیت کے مخالفین کا بھی لٹریچر موجود ہے اور میں نے یہ تمام کتابیں پڑھی ہیں۔ میں نے بعض دفعہ ایک ایک رات میں چار چار سَو صفحہ کی کتاب ختم کی ہے اور اب تک بیس ہزار کے قریب کتابیں میں پڑھ چکا ہوں۔"

(علمائے جماعت اور طلبائے دینیات سے خطاب انوار العلوم جلد 21 صفحہ 556)

"محمود" اس پہلو سے بھی محمود تھا کہ اس نے اپنی جماعت میں جوش اور ہیجان پیدا کر دیا۔ فرماتے ہیں:

"خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں۔ میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کُود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے ہوئے تنوروں میں کُود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 241-242)

"محمود" اس پہلو سے بھی محمود تھا کہ اُس نے مسلمانوں کے لئے بے انتہا دکھ اٹھائے اور اُن کے لئے تڑپتا رہا۔ خود فرماتے ہیں:

"خدا نے یہ بھی فضل کیا ہے کہ جہاز کے ٹکٹوں کے ملنے کے غیر معمولی سامان ہو گئے اور ایکسچینج کے ملنے کے سامان بھی پیدا ہو گئے۔ اس موقع پر اسلامی ملک کے بعض نمائندوں نے غیر معمولی شرافت کا ثبوت دیا۔

اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے ان کے ملکوں کو عزت اور ترقی بخشے...... خدا کرے کہ مسلمانوں میں پھر سے اتحاد پیدا ہو جائے اور پھر سے وہ گزشتہ عروج کو حاصل کرنے لگ جائیں اور اسلام کے نام میں وہی رعب پیدا ہو جائے جو آج سے ہزار بارہ سو سال پہلے تھا۔ میں اس دن کے دیکھنے کا متمنی ہوں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں جب سعودی، عراقی، شامی اور لبنانی، تُرک، مصری اور یمنی سو رہے ہوتے ہیں۔ میں اُن کے لئے دعا کر رہا ہوتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ دعائیں قبول ہوں گی۔ خدا تعالیٰ ان کو پھر ضائع شدہ عروج بخشے گا اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قوم ہمارے لئے فخر ومباہات کا موجب بن جائے گی خدا کرے جلد ایسا ہو۔"

(خطابات شوریٰ جلد سوم صفحہ 581)

حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت سے قبل پھر ساری خلافت کے دوران اندرونی اور بیرونی مخالفین نے بے شمار کوششوں کے ذریعہ آپ کو "مذموم" بنانے کی کوشش کی مگر خدا تعالیٰ نے ان سب کوششوں اور تدابیر کو اُلٹا کر رکھ دیا اور آپ "مذموم" کی بجائے پیشگوئی کے مطابق "محمود" ثابت ہوئے اور اپنوں اور پرایوں کی طرف سے آپ کو زبردست خراجِ تحسین ملا۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر اخبار زمیندار بھی ہیں۔ انہوں نے کہا:

"احراریو! کان کھول کر سُن لو۔ تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کرسکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا ہے۔ تم میں سے کوئی ہے جو قرآن کے سادہ حرف بھی پڑھ سکے تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا تم خود نہیں جانتے۔ تم لوگوں کو کیا بتاؤ گے۔ مرزا محمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کرسکتے۔"

(ایک خوفناک سازش مصنف مظہر علی اظہر)

جب کسی شخص کا نام مسجد کی دیوار پر کشفی طور پر لکھا ہوا دیکھا جائے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ شخص عظیم لیڈر ہو گا۔ اور جب "محمود" کا نام مسجد کی دیوار پر لکھا ہوا خدا کے مامور نے دیکھا تو اس سے مراد یہ تھی کہ محمود جماعت کا عظیم لیڈر ہو گا اور روحانی لیڈر کی باقی تمام صفات پیشگوئی مصلح موعود میں آگئی ہیں۔

جماعت کے عظیم لیڈر کے لحاظ سے اگر آپ کو دیکھا جائے تو آپ نے اتنے بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس حیثیت سے آپ نے بے شمار کتب بھی لکھیں، بے شمار مضامین بھی لکھے، جماعتی نظام بھی بہت خوبصورت بنایا، ذیلی تنظیمیں بھی بنائیں، پھر اس سارے نظام کے لئے وسیع اور مفصل اور ایسی دائمی رنگ کی ہدایات دیں کہ جو نہ صرف آپ کی زندگی میں بلکہ قیامت تک جماعت کی راہنمائی کرتی رہیں گی۔

عظیم لیڈر کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اُس کا دماغ اعلیٰ پائے کا ہو۔ اور اُس کے اندر لیڈر شپ کی صلاحیت بھی ہو وہ زبردست دلیر ہو اور دوسروں سے کام لینا بھی جانتا ہو، باصلاحیت افراد کی تلاش بھی رکھتا ہو، باصلاحیت افراد سے کام لینا بھی جانتا ہو اور اُس کا اپنا نمونہ بھی اعلیٰ ہو۔ وہ بڑی بڑی مخالفتوں کا سامنا بھی کر سکے۔ وہ ترقی کے گر بھی جانتا ہو لیکن اگر وہ روحانی لیڈر ہے تو اس میں تقویٰ اور روحانیت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو۔ حضرت مصلح موعود نے جماعت کے عظیم لیڈر کے طور پر درج ذیل کام کئے۔

1: جماعت کے تقویٰ اور روحانیت کو بلند کرنے کے لئے بلند پایہ لٹریچر چھوڑا۔

2: آپؓ کے دورِ خلافت، 1914ء، 1934ء، 1937ء، 1947ء، 1953ء، 1956ء میں متنوع نوعیت کے فتنے اور ابتلاء آئے ان سے نکالنے کا کسی عام شخص یا سیاسی لیڈر کو کہاں موقع مل سکتا ہے مگر آپ نے جماعت کو ان فتنوں سے نکالا اور اس لئے نکالا کہ آپ خدا تعالیٰ سے خاص راہنمائی حاصل کر کے جماعت کی راہنمائی کر رہے تھے اور آپ کی دن رات کی دعاؤں کے نتیجہ میں آپ کو خدا کی خاص نصرت حاصل تھی۔

3: ایک عظیم روحانی لیڈر کے علاوہ آپ سیاسی لحاظ سے بھی عالمگیر سطح پر دنیا کے لئے مبارک اور مفید ترین وجود ثابت ہوئے اور ایک ایسا بلند اعلیٰ اور ارفع لٹریچر چھوڑا جو دائمی طور پر اپنوں اور پرایوں کی راہنمائی کرتا رہے گا۔ اس کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کی صفتِ علیم جس شان اور جس جاہ و جلال کے ساتھ میرے ذریعہ جلوہ گر ہوئی اس کی مثال مجھے خلفاء کے زمرہ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ میں وہ تھا جسے کل کا بچہ کہا جاتا تھا۔ میں وہ تھا جسے احمق اور نادان قرار دیا جاتا تھا۔ مگر عہدہ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک اُمتِ مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر، مسئلہ خلافت، مسئلہ تقدیر، قرآنی ضروری امور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اس خدمتِ دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جس کو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔

مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے۔ مجھے لاکھ بُرا بھلا کہے جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا اُسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جاسکے گا۔ چاہے پیغامی ہوں یا مصری ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اور اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔ بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہو گی کہ اے نادانو تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے پھر اس کی مخالفت تم کس منہ سے کر رہے ہو۔“

(خلافتِ راشدہ انوار العلوم جلد 15 صفحہ 587-588)

اسی طرح اپنی کتاب صادقوں کی روشنی کے بارہ میں فرمایا:

”جب حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد میں نے ”صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے“ کے نام سے ایک کتاب لکھی تو حضرت خلیفہ اول (رضی اللہ عنہ) نے مولوی محمد علی

صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب مسیح موعود کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی۔ مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں۔ محمد حسین نے کہا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحب نے ان کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔“

(انوار العلوم جلد4 صفحہ 413-412)

1920ء کی تقریر سیالکوٹ کے بارہ میں فرمایا:

”جس وقت میں تقریر کررہا تھا اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ یک لخت آسمان سے نور اُترا ہے اور میرے اندر داخل ہو گیا ہے پھر اس کی وجہ سے میرے جسم سے ایسی شعاعیں نکلنے لگی ہیں کہ مجھے معلوم ہوا میں نے حاضرین کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا ہے اور وہ جکڑے ہوئے میری طرف کھنچے چلے آرہے ہیں۔“

(انوار العلوم جلد5 صفحہ 144)

آپ ایک تقریر کے بارہ میں فرماتے ہیں:

”میں نے جب جلسہ سالانہ پر ذکر الٰہی کے متعلق تقریر کی تو ایک غیر احمدی صوفی جو باہر سے آئے ہوئے تھے اور میری اُس تقریر میں شامل تھے انہوں نے مجھے ایک رقعہ لکھا جس کا مضمون قریباً یہ تھا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں کہ وہ نکتے جو صوفیاء دس دس بارہ بارہ سال تک لوگوں سے خدمت لینے کے بعد بتایا کرتے تھے اس طرح پے در پے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ تو لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے علم کو چھپاتے ہیں لیکن ہمیں اس بات کی پروا بھی نہیں ہوتی کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ ہر وقت نئی سے نئی باتیں سکھاتا رہتا ہے۔“

(تفسیر کبیر جلد8 صفحہ316)

اپنے لیکچر عرفانِ الٰہی کے بارہ میں فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے مجھے اس مضمون کے متعلق خاص علم دیا ہے اور یہ کوئی میری ذاتی خوبی یا میرا اکتسابی علم نہیں ہے اور نہ ہی میری کوشش اور محنت کو اس میں کچھ دخل ہے۔ یہ محض خدا کا فضل اور رحم ہے جو اس نے مجھ پر کیا ہے اور مجھے ایسا علم دیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں جو اس سے فائدہ اُٹھائیں گے وہ بہت جلد اپنے اندر تبدیلی پیدا کر سکیں گے۔"

(انوار العلوم جلد 4 صفحہ 349)

آپ اپنے ایک خطبہ اور کتب کے بارہ میں فرماتے ہیں:

"ایک تحریک میں نے بیکاری کو دور کرنے کے متعلق کی تھی۔ میں نے اس کے متعلق پچھلے ہفتہ میں ایک خطبہ بھی پڑھا ہے اور اس خطبہ کے پڑھنے اور سننے کے بعد بھی اگر جماعت میں یہ تحریک پیدا نہ ہو کہ وہ بیکاری کو دور کرے تو یہ ایک موت کی علامت ہوگی۔ میں نے اس خطبہ کو دوبارہ پڑھا ہے اور میری طبیعت پر یہ اثر ہے کہ وہ خطبہ اپنے اندر ایک الہامی رنگ رکھتا ہے...... بعض باتیں اپنے اندر ایسی روحانی لہر رکھتی ہیں جو عام باتوں سے ممتاز ہوتی ہیں۔ بعض تحریرات اور تصنیفات میں میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوا ہے چنانچہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام اور دعوۃ الامیر کے بعض حصے ایسے ہیں جن کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ خدائی تائید شامل ہے اور وہ انسانی الفاظ نہیں رہے بلکہ خدا تعالیٰ کے القاء کردہ الفاظ ہو گئے ہیں۔ قرآن مجید کا تو ہر لفظ الہامی ہے مگر قرآن مجید کے ظل کے طور پر بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنے بعض بندوں کی زبان پر بھی الہامی کلمات جاری کر دیا کرتا ہے۔ اس خطبہ کے بعض حصوں کے متعلق بھی مجھ پر یہ اثر ہے کہ ان کے پیچھے ملائکہ کام کر رہے ہیں اور وہ انسانی الفاظ نہیں رہے بلکہ خدائی نصرت ان میں پائی جاتی ہے۔"

(انوار العلوم جلد 14 صفحہ 143-144)

عیسائیوں نے سکول، کالج کھول کر اور ہسپتال بنا کر، طرح طرح کے لالچ دے کر غریب مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا۔ بالخصوص افریقہ میں مسلمانوں کی غربت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا اور

غریبوں کے ہمدرد بن کر نیز معالج بن کر لوگوں کو ورغلایا اور عیسائی بنانے کی کوشش کی۔ عیسائیوں نے یہاں تک اعلان کیا کہ ”براعظم افریقہ خداوند یسوع مسیح کی جھولی میں ہے“ مگر حضرت مصلح موعودؓ نے عظیم لیڈر کی حیثیت سے ان کی سازشوں کو بھانپ لیا اور افریقہ میں مبلغین اسی غرض کے لئے مبلغین بھیجے اور تحریکِ جدید کی ولولہ انگیز تحریک کے ذریعہ جماعت کو قربانیوں پر اُبھارا۔ چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو، ہاں تم کو، ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو، ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازوں اور تمہارے نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں۔ میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔“

(سیر روحانی جلد 7 انوار العلوم جلد 24 صفحہ 338-339)

دنیا میں کئی تحریکات ایسی اُبھریں جو لوگوں کی خیر خواہی کے نام پر دھوکہ اور فراڈ کے سوا کچھ نہ تھیں۔ مثلاً کمیونزم، سوشلزم، نیا نظام اسلام کے خلاف عالمی طاقتوں کے منصوبے تھے حضرت مصلح موعود نے ان گہری سازشوں کو بھانپا اور دنیا کی راہنمائی کرتے ہوئے ان شیطانی

تحریکات کا رد بھی کیا اور اسلام کی خوبیاں بھی بیان کیں۔ آپ نے 27 دسمبر 1942ء کو جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک زبردست لیکچر دیا جو ”نظام نو“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں آپ نے جس طریق سے دنیا کے دیگر نظاموں کے مقابلہ میں اسلام کی برتری ثابت کی ہے اس کو پڑھنے سے دل حمد کے ترانے گاتا ہے۔ فرمایا:

”یہ بالشوزم، سوشلزم اور نیشنل سوشلزم کی تحریکیں سب جنگ کے بعد کی پیدائش ہیں۔ ہٹلر جنگ کے بعد کی پیدائش ہے۔ مسولینی جنگ کے بعد کی پیدائش ہے اور سٹالن جنگ کے بعد کی پیدائش ہے۔ غرض یہ ساری تحریکیں جو دنیا میں ایک نیا نظام قائم کرنے کی دعویدار ہیں۔ 1919ء اور 1921ء کے گرد چکر لگا رہی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے مأمور نے نئے نظام کی بنیاد 1905ء میں رکھ دی تھی اور وہ ”الوصیت“ کے ذریعہ رکھی۔“

(نظام نو۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 588)

اسی طرح فرمایا:

”یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی آپ صاف فرماتے ہیں کہ ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے اور جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے اس پر یہ روپیہ خرچ کیا جائے گا اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ...... عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جب دنیا چلا چلا کر کہے گی کہ ہمیں ایک نئے نظام کی ضرورت ہے۔ تب چاروں طرف سے آوازیں اُٹھنی شروع ہو جائیں گی کہ آؤ ہم تمہارے سامنے ایک نیا نظام پیش کرتے ہیں۔ روس کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ ہندوستان کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ جرمنی اور اٹلی کہے گا آؤ میں تم کو ایک نیا نظام دیتا ہوں۔ امریکہ کہے گا آؤ میں تم کو نیا نظام دیتا ہوں۔ اس وقت میرا قائم مقام قادیان سے کہے گا کہ نیا نظام الوصیت میں موجود ہے اگر دنیا فلاح و بہبود کے رستہ پر چلنا چاہتی ہے تو اس کا ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ کہ الوصیت کے پیش کردہ نظام کو دنیا میں جاری کیا جائے۔“

(نظام نو۔ انوار العلوم جلد 16 صفحہ 590)

عظیم عالمی لیڈر ہونے کی حیثیت سے آپ نے مسئلہ فلسطین، مسئلہ کشمیر، ہندوستان کی آزادی، قیام پاکستان کے معاملات میں گہری دلچسپی لی۔ ان امور کے حل کے لئے تقاریر کیں، کتب لکھیں، مضامین لکھے۔ ان سیاسی امور میں ایسی زبردست گہری ہدایات ہیں کہ قیامت تک لوگ آپ کی تحریروں سے فائدہ اُٹھاتے رہیں گے۔ دنیا میں روس اور امریکہ کے پیش کردہ اصولوں اور جمہوریت، ڈکٹیٹر شپ پر لمبے عرصہ سے بحثیں ہو رہی ہیں۔ حضرت مصلح موعود نے عظیم روحانی لیڈر کی حیثیت سے اسلام پر پڑنے والے ان خطرناک حملوں کا جائزہ لیا اور آئندہ کے لئے ایک زبردست پیشگوئی کی:

"یہ دونوں اصول آجکل کلی طور پر دنیا کو تقسیم کئے ہوئے ہیں۔ آدھی دنیا ایک طرف ہے اور آدھی دوسری طرف یعنی آدھی دنیا مغربی ڈیماکریسی کی دلدادہ ہے اور آدھی ڈکٹیٹر شپ کی طرف مائل ہے مگر خدا تعالیٰ کا کلام بتاتا ہے کہ آخر اسلام کو فتح حاصل ہو گی اور مخالفِ اسلام طاقتیں توڑ دی جائیں گی۔ ان طاقتوں نے دنیا میں بہت دیر تک حکومت کرلی ہے اب خدا کی غیرت بھڑک رہی ہے۔ اب محمد رسول اللہ ﷺ کی حکومت دنیا میں پھر قائم کی جائے گی۔ خدا کی بادشاہت پھر اس زمین پر لائی جائے گی۔ خدا کے وجود کے دشمن مٹائے جائیں گے۔ خواہ دنیا کی کتنی بڑی قومیں اُن کی تائید میں کھڑی ہو جائیں اور یقیناً وہ دن دنیا کے لئے بڑا مبارک ہو گا۔ ہمارا خدا پھر اپنے تخت پر بٹھایا جائے گا۔ ہمارے رسول کا جھنڈا پھر ہوا میں لہرائے گا اور وہ امن اور صلح کا پیغام جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا پھر دنیا میں پھیلے گا اور دشمنوں کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور وہ اپنے منہ سے اس بات کا اقرار کریں گے کہ وہ خدا کے مقدس پر خاک ڈالنے میں ناکام رہے ہیں اور اپنے اس فعل پر سخت شرمندہ اور نادم ہوں گے...... یاجوج ماجوج کے زمانہ میں اُن کی تباہی وبربادی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نئی رو چلے گی جس کے نتیجہ میں کفر کا نظام لپیٹ دیا جائے گا اور وہ مسلمان

جن میں زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ پھر ایک فاتح اور طاقتور قوم کی شکل اختیار کر لیں گے اور اسلام دنیا پر غالب آجائے گا۔“

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 565)

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 144)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴿40﴾

طبقہ نسواں پر حضرت مصلح موعودؓ کے احسانات

(صدف علیم صدیقی۔ ریجائنا، کینیڈا)

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ جو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبشر اولاد میں سے ہیں اور جن کی پیدائش سے قبل ہی خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو عظیم الشان بشارتیں دیں اور آپ نے اپنی زندگی کے ایک ایک دن، ایک ایک لمحے میں اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ آپ ہی وہ پسرِ موعود ہیں آپ ہی وہ مصلح موعود ہیں جو فضلِ عمر بھی ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے عطر سے ممسوح بھی۔

اس وقت خاکسار آپ کی عدیم المثال سیرت کے درخشاں پہلو میں سے ایک پہلو کو بیان کر رہی ہے۔ جو خالصتاً ہم خواتین سے متعلق ہے۔ بحیثیت ایک عورت کے، ایک لجنہ اماء اللہ کے ممبر ہونے کے ناطے جب میں آپ کے اس احسانِ عظیم کی طرف نظر دوڑاتی ہوں جو آپ نے ہمیشہ ہمیش کے لیے ہماری صنف پر کر دیا تو بعد از حمد الٰہی دل کے گوشے گوشے سے آپ کے لیے دعاؤں کا ایک سیل رواں ہے جو جاری ہو جاتا ہے۔ کہ کس طرح ایک عام عورت کو آپ نے لجنہ اماء اللہ کی مفید رکن بنا کر اس کی کایا ہی پلٹ دی۔ کس طرح اسے دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم سے آراستہ کر کے ایسا بیش قیمت موتی بنا دیا جو ہزاروں سالوں کی محنت کے بعد ہی سیپ سے صدف بنا کرتا ہے۔ وہ تراشا ہوا ہیرا جس کی تراش خراش کے بعد ہیئت ہی بدل جاتی ہو اور ہر جوہر شناش اسے

اپنی انگوٹھی میں جڑوانے کو اعزاز اور سعادت سمجھتا ہو۔ بلاشبہ اس مقام تک ہمیں لانے والا وہی بابرکت وجود ہے۔ جس کی دور اندیشی اور کمال فہم نے عورتوں میں اخفاء صلاحیتوں کو پہچانا اور انکو پالش کر کے ایک تنظیم میں پرو دیا۔

عورت کو بنیادی حقوق اسلام نے دلوا دیئے تھے

اللہ تعالیٰ نے کتاب رحمان میں صاف صاف فرما دیا کہ

اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی

(آلِ عمران:196)

میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہر گز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اس صنف نازک کو آبگینہ قرار دے کر اس کے تمام حقوق کے معاملے میں مردوں کو خدا خوفی کا حکم دے گئے تھے مگر وقت کے ساتھ ساتھ جس طرح اور اسلامی تعلیمات دنیا سے منحرف ہوئیں اور خاص کر برصغیر کے مسلمان طبقے نے جس طرح دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی انکی رسومات اور رواج کو اپنایا عورت کو پھر سے حقیر اور کمتر سمجھا جانے لگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عورتوں کے حقوق کا خیال رکھنے کے خاص ہدایت کی ان تمام حقوق کو بعینہ اسی طور پر قائم کروایا جس طرح آپ کے آقا و مولا نے اس کا حکم دیا تھا اور پھر جماعت کے ہر خلیفہ نے اس امر کا خاص خیال رکھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اس امر کا بخوبی احساس تھا کہ عورتیں آبادی کا نصف سے زائد حصہ ہوا کرتی ہیں اور انکو معاشرے کا مفید اور کارآمد رکن بنائے بغیر ترقی کا خیال ہی عبث ہے نیز سب سے اہم فریضہ جو قدرت نے عورت کے سپرد کیا ہے وہ تربیت اولاد کا فریضہ ہے وہ گود جو پہلی درسگاہ ہے اگر وہ تربیت یافتہ نہ ہوئی تو جماعت کے تابندہ مستقبل کا خواب پورا نہ ہو سکتا تھا۔

مؤرخہ 27دسمبر 1938ء کو جلسہ سالانہ قادیان میں لجنہ اماء اللہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے احمدی خواتین کو تربیتِ اولاد کے حوالے سے ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

”اصل ذمہ داری عورتوں پر بچوں کی تعلیم وتربیت کی ہے اور یہ ذمہ داری جہاد کی ذمہ داری سے کچھ کم نہیں۔ اگر بچوں کی تربیت اچھی ہو تو قوم کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور قوم ترقی کرتی ہے۔ اگر ان کی تربیت اچھی نہ ہو تو قوم ضرور ایک نہ ایک دن تباہ ہو جاتی ہے پس کسی قوم کی ترقی اور تباہی کا دارومدار اُس قوم کی عورتوں پر ہی ہے۔“

تو اسی لیے آپکی پُر حکمت سوچ کی بدولت لجنہ اماء اللہ کا قیام عمل میں آیا۔ یہ ایک ایسی تنظیم تھی جس کا حصہ بن کر ہر کلی ایک خوشبودار پھول بنی اور اپنی خوشبو سے تمام عالم کو مہکایا۔ الحمد للہ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو عورتوں کی تعلیم وتربیت کا بے حد خیال تھا اسی لیے آپ نے انکی تعلیم اور تربیت دونوں پر زور دیا

17مارچ 1925ء کو دارالمسیح میں باقاعدہ اسکول کا افتتاح کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں کہ

”یہ مدرسہ میرا ایک علمی درخت ہے۔ مجھے مدرسہ خواتین سے خاص طور پر محبت ہے اور میں اس مدرسہ کے لیے تڑپ رکھتا ہوں کہ جس غرض کے لیے جاری کیا گیا ہے وہ پوری ہو یعنی استانیاں تیار ہوں جو اعلیٰ نسلوں کی تربیت کا اعلیٰ نمونہ پیش کر سکیں۔“

(الازھار لذوات الخمار صفحہ 191)

آپ نے خواتین کے لئے تعلیم کے مواقع پیدا کیے جس کا عملی نمونہ شاخ دینیات کا قیام اور دیگر تعلیمی اداروں کا قیام تھا پھر اپنے قیمتی وقت میں سے خواتین کے درس کے لیے وقت نکالنا اس امر کا غماز ہے کہ آپکو انکی تربیت کا کس قدر خیال تھا اور آپ اسے کس قدر ضروری خیال کرتے

تھے۔ پھر خواتین کی علمی و ادبی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے اخبارات اور رسائل کی اشاعت اور اس کے علاوہ جلسہ سالانہ میں خواتین کے لیے الگ سے جلسے کا انتخاب جس کا تمام انتظام لجنہ اماء اللہ ہی کے سپرد کر کے انکی انتظامی صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔ علمی مجالس کی وجہ سے ان میں تقریر و تحریر کا ملکہ پیدا کرنا، تحریک جدید، مساجد کی تعمیر اور دیگر مالی تحریکات میں خواتین کا بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔خواتین کو اپنے زیورات بے حد عزیز ہوا کرتے ہیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی تربیت تھی کہ وہی خواتین اپنے قیمتی زیورات راہِ خدا میں پیش کرتی کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتی تھیں نیز جو بھی انکے پاس ہوتا اسکی قربانی کرنا عین سعادت سمجھتی تھیں۔ ہمارا ہر دل عزیز روزنامہ الفضل بھی تو دو عظیم خواتین کی زیورات کی قربانی ہے۔ جب تک یہ اخبار شائع ہوتا رہے اور ہم سب اس سے روحانی مائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔ ان عظیم خواتین کی قربانی کو خراج تحسین پیش ہوتا رہے گا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

”اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی“

(الفضل 29/اپریل 1944ء صفحہ 3)

اسی کے تحت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ کے قیام کے جو سترہ نکات پیش کیے تھے، ان کو اپنا لائحہ عمل بنا کر ہر احمدی عورت نے خدا تعالیٰ سے اپنا ایک گہرا تعلق بنانے کی ہر ممکن سعی کی قرآنی تعلیمات کو پڑھا اور ترجمۃ القرآن خود بھی سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھا رہی ہیں۔ باقاعدہ جلسہ جات، اجتماعات منظم بنیادوں پر منعقد ہوتے ہیں۔ اجلاسات کے نصاب کی تیاری ہوتی ہے اور اس امر کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ گھریلو خواتین، نوجوان بچیوں اور پڑھی لکھی ہر طرح کی ذہنی استعدادوں کے مطابق ایسا مفید لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس سے ہر کوئی کماحقہ فائدہ اٹھا سکے۔ پھر تبلیغ کا میدان ہو یا خدمت خلق کا شعبہ احمدی خواتین ہر جگہ اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ فری میڈیکل کیمپس لگانے ہوں یا تبلیغ کے لیے اسٹال، سیمینار منعقد کرنے ہوں یا جماعتی پمفلٹس کی تقسیم، مینا بازار میں اپنی کھانے پکانے کے اور دستکاری کے جوہر دکھانے ہوں یا اعلیٰ علمی تربیتی مضامین لکھنے ہوں۔ آج جماعت کی نوے فیصد خواتین اس قابل ہیں۔

الحمد للہ ! کہ جس موضوع پر چاہیں آپ ان سے سیر حاصل گفتگو کر سکتے ہیں۔وہ جھجکتی نہیں، بڑے سے بڑے اجتماع میں تلاوت قرآن کریم کرنے، نظم پڑھنے یا تقریر کرنے سے، کیونکہ یہ سارا اعتماد تنظیمی پروگرام انکو فراہم کرتے ہیں۔

پھر حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا کے اس شعر کے مصداق

؎ نکلیں تمہاری گود سے پل کر وہ حق پرست

ہاتھوں سے جن کے دین کو نصرت نصیب ہو

اپنی اولاد کی ایسی بہتر تربیت بھی کر رہی ہیں کہ جو خلافت احمدیہ کی کامل اطاعت گزار اور سمعنا و اطعنا کہنے والے اور کسی بھی مشکل میں ہار نہ ماننے والے ہیں۔ اس ضمن میں ایک بے حد جذباتی کر دینے واقعہ پیش کرتی ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد جب شروع میں کشمیر میں جہاد ہو رہا تھا تو پاکستانی فوج کو مجاہدین کی شدید ضرورت تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے دیہاتی جماعتوں میں پیغام بھجوانے شروع کیے کہ جو بھی فوج میں بھرتی ہو سکتا ہے آج قوم اور ملک کو ایک خاص ضرورت ہے اس لیے آپ لوگ بھرتی ہوں۔ایک جگہ آپ کے کارندے گئے اور وہاں اعلان کیا۔بڑا احمدی گاؤں تھا کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ پھر اس نے کہا پھر کوئی کھڑا نہیں ہوا۔ایک بیوہ عورت تھی بڑی عمر کی اس کا ایک ہی بچہ تھا وہ اپنے گھر سے یہ نظارہ جھانک رہی تھی۔ اس قدر اس کو جوش آیا اس نے اپنے بیٹے کا نام لے کر کہا کہ او! میرے بیٹے تو کیوں جواب نہیں دیتا۔ تیرے کان میں خلیفہ وقت کی آواز نہیں پڑ رہی۔ چنانچہ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میں حاضر ہوں اور جس طرح بارش کا ایک قطرہ آتا ہے اور اس کے پیچھے موسلا دھار بارش برستی ہے، جتنے جوان تھے سارے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم بھی آتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب مجھ تک اطلاع پہنچی تو میں نے اپنے خدا کے حضور ایک دعا کی۔ مَیں نے کہا اے میرے اللہ! میری آواز پر اس بیوہ نے اپنا ایک ہی بیٹا پیش کر دیا ہے جو شادی کی عمر سے گزر چکی ہے۔ پھر اولاد کی کوئی توقع

نہیں ہے۔ میں تیری عظمت اور جلال کی دہائی دیتا ہوں کہ اگر تو نے قربانی لینی ہے تو میرے بیٹے ذبح ہو جائیں اس عورت کا بیٹا بچایا جائے۔ یہ ہیں وہ احمدی خواتین اور مستورات جو عہد بیعت کو نبھانے والی ہیں۔

(خطاب جلسہ سالانہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرمودہ 27/دسمبر 1982ء الازہار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ 14)

یہ جذبہ جن عورتوں میں پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی اولاد تک راہ خدا میں پیش کر دیں اور رتی برابر ملال تک نہ ہو۔ تحریک وقف نو بے شک اسکا منہ بولتا ثبوت ہے کہ کس طرح خلیفہ وقت کی ایک آواز پر خواتین نے قبل از پیدائش اپنی اولاد کو خدمت دین کے لیے پیش کر دیا۔ کتنی ایسی خواتین ہیں جنہوں نے اپنے واقفین شوہروں کے ساتھ نہایت تنگی ترشی کے حالات دیکھے۔ مالی تنگی برداشت کی، خاوندوں سے دوریاں سہیں لیکن کامل وفا و اخلاص سے اپنے رشتے کو نبھایا اور بچوں کی اعلیٰ تربیت بھی کی۔ کیا کوئی بھی احمدی وہ واقعہ بھول سکتا ہے جب ایک واقف زندگی کا بچہ سالہا سال باپ کی جدائی برداشت کرنے کے بعد ماں سے آکر پوچھتا ہے کہ ماں ابا کیا ہوتا ہے؟ یہ ظرف، یہ حوصلہ ایک احمدی بیوی اور ایک احمدی بچے کا ہی ہو سکتا ہے۔ پھر کتنی ہی ایسی عظیم خواتین جن کے باپ، بھائی، شوہر، بیٹے اپنی دین کی بقا کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر گئے لیکن انکے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکلا جس سے بے چینی یا بے تابی کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ سب نے اپنے آپکو خوش قسمت قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے ہمیں اس عظیم قربانی کے لیے منتخب کیا۔

حضرت مرزا غلام قادر صاحب شہید کی شہادت پر انکی عظیم والدہ محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ کا انکو " جزاك الله قادر" کہہ کر رخصت کرنا اس کا عملی ثبوت ہے کہ احمدی عورت جو عہد دہراتی ہے کہ جان، مال، وقت اور اولاد کو دین کے لیے وقف کر دے گی وہ محض الفاظ نہیں بلکہ وہ پورے دل سے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار کرتی ہے۔ اس قابل اسے بنانے والے اس سب کے لیے اسے تیار کرنے والی عظیم ہستی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہی تو تھے۔ اس موضوع کو ایک مضمون میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ جس قدر احسانات اس طبقہ پر آپ رضی اللہ عنہ کر گئے ہیں۔

ان سب کے نتیجے میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنی خاص دعاؤں میں اس بابرکت وجود کو ہمیشہ یاد رکھیں اس احسان کو یاد کرواتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا جماعت کی عورتوں پر یہ احسان ہے کہ احمدی عورت کے لئے ایک ایسی تنظیم قائم فرمادی جس میں وہ اپنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرسکتی ہے۔ اگر آپ عبادت کررہی ہیں اور نمازوں کی ادائیگی کررہی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان عبادتوں کے طفیل آپ کے بچوں کے مستقبل بھی روشن کردے گا اور آپ پر بے شمار فضل فرمائے گا۔ کوشش کریں کہ زمانے کی لغویات، فضولیات اور بدعات آپ کے گھروں پر اثر انداز نہ ہوں۔ انٹرنیٹ اور ٹیلیفون وغیرہ ہر ایسی چیز جس کا ناجائز استعمال شروع ہوجائے وہ بھی لغویات میں ہے فیشن میں لباس اگر ننگے پن کی طرف جارہا ہو تو یہ بھی بے حیائی بن جائے گی۔ اپنی حیا اور حجاب کا خیال رکھیں اور اس کی حدود میں رہتے ہوئے جو فیشن کرنا ہے کریں۔ غیر محرم جوان لڑکے لڑکیوں اور مردوں اور عورتوں کے آزادانہ میل جول سے بھی بچیں۔ احمدی بچیوں کے لئے مناسب تفریح کے انتظامات کرنا لجنہ کا کام ہے۔ بچپن سے ہی بچیوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ تمہارا ایک تقدس ہے تاکہ وہ ہر قسم کی لغویات اور گناہوں سے بچتے ہوئے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے والی ہوں۔"

(خطاب حضور انور بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی بتاریخ 11/جون 2006ء)

خدا کرے کہ ہم اپنے اس محسن کی تمام توقعات پر ہمیشہ پوری اترتی رہیں اور اسی طرح اپنی دینی اور دنیاوی علم کو بڑھا کر خدمت انسانیت اور خدمت دین اور تربیت اولاد کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین اَللّٰھم آمین۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴿41﴾

وتین: حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

(اکرم محمود۔ میری لینڈ امریکہ)

نوٹ از ایڈیٹر:

مضمون نگار نے اپنی یہ تحقیق حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بغرض ملاحظہ پیش کی۔ حضور نے بعد ملاحظہ موصوف کو تحریر فرمایا۔

”آپ نے منکرین خلافت کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کے دعوی مصلح موعود کے خلاف اٹھائے جانے والے بعض اعتراضات کے جواب میں جو مضمون لکھا ہے۔ ماشاء اللہ وہ بہت اچھا ہے۔ اگر آپ اسے شائع کرانا چاہتے ہیں تو بے شک کسی رسالے میں کروادیں“

منکرینِ خلافت ابتداء ہی سے خلفائے احمدیت، بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بارے میں معاندانہ اور متعصبانہ رویّہ رکھتے تھے۔ اب بھی یہ لوگ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات اور کردار پر رکیک حملوں کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ ان کا مقصد محض الزام تراشی اور دشنام دہی ہوتا ہے اور انہیں اس سے کچھ غرض نہیں ہوتی کہ ان کے اٹھائے گئے اعتراضات اور بہتان اپنے ساتھ کوئی ٹھوس دلیل یا ثبوت بھی رکھتے ہیں کہ نہیں۔

سورۃ الحاقہ کی آیات 45 تا 47 کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر چسپاں کرکے ان کے دعویٰ مصلح موعودؓ کو جھوٹا ثابت کرنے کی مذموم کوشش اس کی بہت بڑی مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ ان آیات سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ماموریت کا جھوٹا دعویٰ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ”وتین“ کاٹ کر اُسے ہلاک کر دیتا ہے ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ کوئی جھوٹا مدعیٔ نبوت اپنے دعویٰ

کے بعد تیئیس برس تک زندہ نہیں رہ سکتا یہ وہ عرصہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ سے لے کر اپنی وفات تک گزارا۔

منکرینِ خلافت یہ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1944 میں مصلح موعود ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا اور خدا تعالیٰ نے سورۃ الحاقہ میں بیان کردہ وعید کے مطابق ان کی ''وتین'' یعنی ''جگلر وین'' کاٹ دی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوے میں صادق نہیں تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر 10 مارچ 1954 کو مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز عصر قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور نے چاقو سے آپ کی گردن پر وار کیا۔ زخم کافی گہرا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر آپ کی زندگی کو محفوظ رکھا۔ ابتدائی طور پر ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے آپؓ کے زخم پر ٹانکے لگائے۔ لاہور سے سرجن ریاض قدیر صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے رات ایک بجے کے قریب ٹانکے کھول کر آپریشن کیا جو تقریباً سوا گھنٹہ جاری رہا۔ تسلی بخش علاج کرنے کے بعد وہ اگلی صبح لاہور واپس چلے گئے۔

اس واقعہ کو بنیاد بنا کر معاندینِ خلافت سورۃ الحاقہ کی مذکورہ آیات کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر چسپاں کرنے کی کوشش کر کے محض اپنے خبثِ باطن کا ثبوت دیتے ہیں ورنہ فہمِ قرآن رکھنے والے اور ارشاداتِ مسیح موعودؑ کو سمجھنے والے شخص کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر یہ آیات منطبق نہیں ہوتیں کیونکہ اس اطلاق کے خلاف ٹھوس دلائل موجود ہیں۔ مثلاً:۔

1۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات و تشریحات کی روشنی میں ان آیات کا اطلاق اُس شخص پر ہوتا ہے جو مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا اس لیے اُن پر یہ آیات منطبق نہیں ہوتیں۔ مسیح موعودؑ نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ''اربعین'' روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 477 پر واضح طور پہ فرمایا کہ ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کی تمام بحث سے مراد ہی وحیء نبوت ہے۔

2۔ خدا تعالیٰ نے جھوٹے مدعی کی ’’وتین‘‘ یارگِ جان کاٹ کر اسے ہلاک کر دینے کی وعید سنائی ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ہلاک کرنے کی بجائے معجزانہ طور پر بچا لیا اور زندہ رکھا۔

3۔ سورۃ الحاقہ کی آیات 45 تا 47 میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم جھوٹے مدعی کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے ہیں اور اُس کی رگِ جان کاٹ کر ہلاک کر دیتے ہیں اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ کہ تم میں سے کوئی اُس کو بچانے والا نہیں ہو سکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر مرزا منور احمد، ڈاکٹر حشمت اللہ اور ڈاکٹر ریاض قدیر صاحبان کا استثنیٰ بیان نہیں فرمایا کیونکہ ان ڈاکٹروں نے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے باعث ہلاک ہونے سے بچا لیا تھا۔

4۔ تاریخِ احمدیت میں بیان کردہ تفصیلات کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دورانِ علاج مکمل طور پر ہوش میں تھے اور تسبیح و تحمید کر رہے تھے۔ آپ نے یہ ہدایات بھی جاری فرمائیں کہ ملزم کو پکڑ لیا جائے لیکن اسے مارا نہ جائے۔ آپ نے اُسی روز خود پر ہونے والے حملے کے متعلق جماعت کے نام ایک برقی پیغام انگریزی زبان میں اپنے ہاتھوں سے لکھا جو اخبار الفضل کی اُن دنوں بندش کے باعث 12 مارچ کو ’’المصلح‘‘ کراچی میں شائع ہوا۔

5۔ آپ نے اسی سال جلسہ سالانہ پر ایک طویل تقریر کی جس میں اس حملے کی تفصیلات بھی بیان کیں۔ یہ سرگرمیاں ایک جیتا جاگتا صحت مند انسان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو اس حملے کے بعد زندگی عطا فرمائی نہ کہ سورۃ الحاقہ کی آیات کے مطابق ہلاک کیا۔

6۔ بالفرض حضرت مصلح موعودؓ کو مدعیءالہام کی حیثیت سے ان آیات پر پرکھنا مطلوب ہو تو پھر اُن کا عرصہ، تیئس برس بھی اُسی معیار کے مطابق گنا جائے گا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئس سال گنے جاتے ہیں یعنی پہلے الہام اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ سے لے

کر اُن کی وفات تک نہ کہ کسی اور دعوے سے یہ مدت شمار کی جائے گی۔ مثال کے طور پر خاتم النبیین کے دعوے سے اگر مدت شمار کی جائے تو یہ آیات سورۃ الاحزاب میں اتری ہیں اور یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس طرح آپ کے خاتم النبیین ہونے کے دعوے کا عرصہ تو چند سال بنتا ہے۔ چنانچہ آپ کے تیئس برس غارِ حرا کی پہلی وحی سے ہی شروع ہوں گے ورنہ تو تیئس برس پورے ہی نہیں ہوتے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کو پہلا الہام حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہوا اور آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور یہ رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' میں شائع بھی ہوا۔ اس طرح یہ عرصہ پینسٹھ ستر سال کے قریب بنتا ہے جو کہ تیئس برس کی معینہ مدت سے تین گنا زیادہ ہے۔

7۔ میڈیکل سائنس کی جدید تحقیق پایہء ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ ''وتین'' یعنی ''ایورٹا (Aorta) ''انسانی گردن میں تو ہوتی ہی نہیں بلکہ جسم کی یہ سب سے بڑی شریان دل سے نکلتی ہے اور نیچے پیٹ کی طرف جاتی ہے۔ یہ تحقیق ڈاکٹر مقبول احمد صاحب اور ڈاکٹر خالد ایم ڈی صاحب کی مرہونِ منت ہے۔

8۔ انسانی جسم میں ''ایورٹا (Aorta) ''صرف ایک ہی ہے جبکہ گردن میں ''جُگلر ویNز (Jugular Veins) ''چھ ہوتی ہیں۔ دو انٹرنل جُگلرز، دو ایکسٹرنل جُگلرز اور دو اینٹیریئر جُگلرز۔ اگر ''جُگلر وین'' ہی ''وتین'' ہوتی تو پھر ان چھ وینز کے لیئے جمع کا صیغہ استعمال ہونا چاہیئے تھا! یہ ایک واضح اشارہ ہے کہ وتین سے مراد ''ایورٹا'' ہی ہے ''جگلر وین'' نہیں ہے !!

اختصار سے بیان کیے گئے درج بالا نکات سے واضح ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر منطبق کرنا محض کدورت وعداوت پر مبنی ہے ورنہ ان کی کوئی عقلی وعلمی بنیاد نہیں ہے۔

حملے کے دو سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ یورپ کے دورے پر گئے تو آپ نے کانفرنسز منعقد کرنے اور دیگر جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ اپنا طبی معائنہ بھی کرایا۔

اس معائنے کی کوئی میڈیکل ایویڈنس یا قابل تصدیق (Verifiable) رپورٹ ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ یعنی کوئی ایکسرے، ریڈیولاجیکل رپورٹ یا کسی میڈیکل بورڈ کی کنسلٹیشن رپورٹ وغیرہ، کچھ بھی دستیاب نہیں ہے۔ نہ ہی معائنہ کرنے والے کسی ڈاکٹر یا سرجن کا اپنا لکھا ہوا کوئی ڈاکومینٹ ہے

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے The Renaissance of Islam کے صفحہ 331 پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر ہونے والے اس حملے کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے بعد ازاں یورپ میں ہونے والے حضورؓ کے طبی معائنے کے بارے میں لکھا کہ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق چاقو کی نوک ٹوٹ کر ''جگلر وین'' میں پھنس گئی تھی لیکن اسے نکالنے کا فیصلہ اس لیئے نہیں کیا گیا کہ اس سے خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔

موجودہ دور کے ماہرین اور سرجنز اس بیان کو میڈیکل سائنس کے شعبے سے وابستہ کسی ڈاکٹر کے منہ سے نکلے یا قلم سے لکھے گئے الفاظ ماننے پر تیار نہیں۔ وہ اسے ایک نان میڈیکل بیانیہ سمجھتے ہیں اور اُن کے پاس اس کے ٹھوس علمی دلائل ہیں۔ مثلاً

(چاقو کی نوک کا، ایک ملی میٹر سافٹ ٹشو کی الاسٹک وال Elastic Wall سے ٹچ ہو کر ٹوٹ جانا ممکن ہی نہیں۔)

جگلر وین کو کاٹنا ایسا خطرناک عمل نہیں ہے کہ جس سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکے۔ علاوہ ازیں ایسی میڈیکل ایویڈنسز بکثرت سامنے آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جگلر وین'' کے کٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی۔

چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بیان کو اکیسویں صدی کے ڈاکٹروں کی رائے سے ہٹ کر اگر من وعن تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چاقو کی نوک کے کسی رگ کے اندر رہ جانے کے باوجود بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں تھا، اس بیان کے مطابق صرف اس نوک کو نکالنے کی صورت میں ہی یہ خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی ذرّے کے ایک رگ کے اندر رہ جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ رگ قطع ہو گئی یا کٹ گئی۔ جیسا

کہ انسان کے بازو یا ٹانگ میں لگی ہوئی گولی کو ڈاکٹر نہ نکالنے کا فیصلہ کریں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بازو یا ٹانگ ٹوٹ گئی ہے جبکہ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ کے مطابق وتین کا قطع ہونا بھی شرطِ لازم ہے اور اس کے نتیجے میں ہلاک ہونا بھی لازم امر ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر قاتلانہ حملے میں یہ دونوں صورتیں وقوع پذیر نہیں ہوئیں۔

تقریباً پانچ برس قبل محترمی ڈاکٹر مقبول احمد صاحب نے تحقیق کی کہ ''وتین'' سے کیا مراد ہے اور یہ انسانی جسم کے کس حصّے میں پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اس مسئلے کو انتہائی سادہ زبان میں اس طرح واضح کیا کہ اوسط درجے کی تعلیم اور ذہانت رکھنے والے شخص کے لیے بھی اسے سمجھنا آسان ہو گیا کہ وتین دراصل '' (Aorta) ایورٹا''ہی ہے اور اس کا مقام انسانی گردن نہیں بلکہ دل اور سینے کے قریب ہے۔

انہوں نے عقلی اور منطقی دلائل سے واضح کیا کہ جب ''وتین'' گردن میں ہوتی ہی نہیں اور حملہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی گردن پر ہوا تھا تو پھر یہ سوچنا ہی فضول ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ''وتین'' قطع ہوئی تھی کہ نہیں۔ اب ڈاکٹر خالد ایم ڈی صاحب نے ڈاکٹر مقبول صاحب کے کام سے استفادہ کرتے ہوئے اسے آگے بڑھایا ہے اور مزید قابلِ قدر معلومات فراہم کی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان دونوں دوستوں کو جزائے خیر دے۔ آمین

اس بحث میں نہایت اہم اور قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ دو امور کا تعین کیا جائے۔ نمبر ایک یہ کہ انسانی زندگی کے لیئے ''وتین'' کی اہمیت کیا ہے؟ اور نمبر دو یہ کہ انسانی جسم میں ''وتین'' کا مقام کیا ہے؟

ان دو ایشوز میں ایک اصل ہے اور دوسرے ایشو کو اس اصل کی فرع کہا جا سکتا ہے۔
اصل، اہمیت ہے، کہ اس کے کٹنے سے موت واقع ہوتی ہے کہ نہیں؟ یہ بات اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جھوٹے مدعی کی وتین کاٹ کر اسے ہلاک کر دیتا ہوں۔ اس ارشادِ خداوندی کے اندر ہی یہ اشارہ مضمر ہے کہ وتین کے کٹ جانے سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جانا ایک یقینی امر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں جھوٹے مدعی کے ناخن یا بال کاٹ کر اُسے ہلاک کر دوں گا۔ اس لیے کہ ان کے کاٹنے سے کوئی ہلاک ہوتا ہی نہیں۔ لہذا اس حقیقت کو ماننا پڑتا ہے کہ "وتین" انسانی جسم کا وہ حصّہ ہے جس کے کٹ جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ "وتین" کا انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہونا اصل حقیقت ہے اور انسانی جسم میں اس کا مقام ایک فروعی بات ہے۔ اگر اصل اور فرع کے قضیّہ کو مدِ نظر رکھا جائے تو پھر باآسانی اس حقیقت کو جانا جاسکتا ہے کہ کیا سینے میں موجود "ایورٹا" کا کٹ جانا موت کا باعث بنتا ہے یا گردن میں پائی جانے والی "جگلر وین" کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے؟ ان دونوں میں سے نسبتاً انسانی زندگی کا دارومدار کس پر ہے؟

"اصل" اور "فرع" کی بحث سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ "وتین" کا انسان کی "جان" سے گہرا تعلق ہے اور یہی اصل ہے۔ اس اصل کی "فرع" یہ ہے کہ وتین انسانی جسم کے کس حصّے میں واقع ہے؟ مقام کا تعین کرنا مفسرینِ قرآن کا نہیں بلکہ میڈیکل سائنس کے ماہرین کا کام ہے۔ اور ان کی تحقیق نے بدرجہءاتم ثابت کر دیا ہے کہ وتین کا مقام سینہ ہے نہ کہ گردن۔

جیسا کہ میں ایک سے زائد بار عرض کر چکا ہوں کہ "وتین" کے حوالے سے گفتگو کی اصل "جان" ہے نہ کہ "مقام"۔ اگر اس حوالے سے جائزہ لیا جائے تو حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سورۃ الحاقہ کی آیات 45 تا 47 کا ترجمہ کرتے ہوئے "وتین" کو بکثرت "رگِ جان" ہی قرار دیا ہے۔ لہذا میں ایک بار پھر یہی عرض کروں گا کہ اگر "ایورٹا" اور "جگلر وین" میں سے کسی ایک رگ پر "وتین" کا اطلاق کرنا ہے تو ایسا کرتے وقت اِس بنیاد اور اصل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ دونوں رگوں میں سے کس رگ کے کٹ جانے سے انسانی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ ماہرینِ طب بتاتے ہیں وہ "جگلر وین" تو آئے دن کاٹتے رہتے ہیں اور اکثر اسے سٹچ کیئے بغیر ہی چھوڑ دیتے ہیں لیکن "ایورٹا" کے بارے میں ایسا تصور کرنا بھی محال ہے۔ علاوہ ازیں ایسی میڈیکل ایویڈنسز بکثرت سامنے آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ "جگلر وین" کے کٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی۔

جب علمی اور سائنسی سطح پر یہ ثابت ہو گیا کہ وتین کا مقام انسانی گردن ہے ہی نہیں تو دشمنانِ خلافت نے ایک اور جھوٹ کو پھیلانے کی کوشش کی اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ یہ سمجھتے تھے کہ وتین انسانی گردن میں واقع ہوتی ہے۔ یہ سفید جھوٹ ہے، ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں جس میں دونوں میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ وتین گردن میں پائی جاتی ہے۔ ان دونوں برگزیدہ ہستیوں نے وتین سے مراد ''رگِ جان'' ہی لیا ہے یعنی ایسی رگ جس کے کٹ جانے سے انسان کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ گردن میں موجود جس رگ کا نام لیا جاتا ہے، یعنی جگلر وین، اس کے کٹنے سے جان کو خطرہ لاحق نہیں ہوتا اس لیئے اس سے مراد گردن میں پائی جانے والی رگ یعنی جگلر وین نہیں بلکہ دل سے نکلنے والی وہ شریان ہے جسے ایورٹا کہا جاتا ہے اور جس کے کٹ جانے سے واقعی جان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ، دونوں نے وتین کا ترجمہ رگِ جان کیا ہے یعنی ایسی رگ جس کے کٹ جانے سے انسان کی جان جاتی رہے اور وہ رگ گردن میں موجود جگلر وین نہیں ہے بلکہ دل سے نکلنے والی شریان ایورٹا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا وہ حوالہ دیکھیئے جس سے معاندینِ خلافت گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپؑ نے 1904 میں فرمایا:

''پیغمبرؐ صاحب کو تو یہ حکم کہ اگر تو ایک افترٰی مجھ پر باندھتا تو میں تیری رگِ گردن کاٹ دیتا جیسا کہ آیت ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ۔ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ سے ظاہر ہوتا ہے''

(الحکم جلد 8۔ نمبر 19۔20 مورخہ 10 تا 17 جون 1904 صفحہ 6)

یہاں حضرت مسیح موعودؑ نے وتین کا ترجمہ رگِ گردن اُن معروف معنوں کے طور پر کیا ہے جو معاشرے میں مروج اور مشہور ہو چکے تھے۔ یہاں پر ''رگِ گردن'' سے ان کی مراد

"رگِ جان"ہی ہے جیسا کہ میں حضرت اقدس کے حوالوں سے ثابت کروں گا۔ سورۃ الحاقہ کی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنالیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا نہ خدا کا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگِ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا۔

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 389-388)

خدا تعالیٰ قرآنِ شریف میں ایک شمشیر برہنہ کی طرح یہ حکم فرماتا ہے کہ اگر یہ نبی میرے پر جھوٹ بولتا اور کسی بات میں افترا کرتا تو میں اس کی رگِ جان کاٹ دیتا۔

(اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 392-391)

اگر یہ نبی ہمارے پر افترا کرتا تو ہم اس کو دہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی وہ رگ کاٹ دیتے جو جان کی رگ ہے۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 214-213)

اگر یہ نبی ہمارے اوپر بعض باتیں جھوٹی بنالیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگِ جان کو کاٹ ڈالتے۔

(الحکم جلد 11۔ نمبر 9 مورخہ 17 مارچ 1907 صفحہ 10)

جو غیور خدا اپنے پیارے نبی کی نسبت فرماتا ہے کہ ہے وَ لَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ۝ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ اگر ہم پر افتریٰ کرتا تو ہم اس کی رگِ جان کاٹ دیتے تو اسے ایک مجھ سے ادنیٰ کی کیا پرواہ تھی۔

(البدر جلد 7۔ نمبر 25 مورخہ 25 جون 1908 صفحہ 10-9)

حضرت مسیح موعودؑ نے پانچ بار "وتین" کا ترجمہ "رگِ جان" کیا ہے اور ایک بار اسے "رگِ گردن" بھی کہا ہے کیونکہ معروف رنگ میں اسے رگِ گردن بھی کہا جاتا تھا لیکن رگِ گردن

کو بھی ہمیں ''رگِ جان'' کے معنوں میں ہی لینا پڑے گا جسے مسیح موعودؑ نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔ یہاں پر خاکسار غور و فکر کے لیے تین نکات پیش کرتا ہے:

نمبر ایک: علم التفسیر کی رُو سے تفصیل اجمال پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لیے مسیح موعودؑ کی تفسیر کی رُو سے بھی ''وتین'' کے معنے ''رگِ جان'' ہی قرار پاتے ہیں۔

نمبر دو: بعض اوقات کوئی مترجم یا مصنف اپنے کسی پہلے سے بیان کردہ موقف میں ترمیم بھی کر لیتا ہے، یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں اس لیے ایک ہی موضوع پر مصنف کی دو آراء میں سے بعد میں دی گئی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس اصول کی رُو سے حضرت مسیح موعودؑ نے ''رگِ گردن'' 1904 میں فرمایا اور ''رگِ جان'' مارچ 1907 میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخری بار آپ نے یہ الفاظ 1908 میں استعمال فرمائے جو آپ کی وفات کے بعد ''البدر'' میں شائع ہوئے۔ لہٰذا ''وتین'' سے مراد ''رگِ جان'' ہی لینا ہو گا۔

نمبر تین: مذکورہ بالا تینوں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کہیں بھی نہیں فرمایا کہ ''وتین'' انسانی گردن میں پائی جاتی ہے۔

آخر میں دیکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ''وتین'' کا کیا ترجمہ کیا ہے۔ آپ ثُم لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ کا ترجمہ اور تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ اس کا اپنا کلام ہوتا، نہ خدا کا تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔

(الحکم 31 جنوری 1902 صفحہ 6-7)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ترجمہ ''رگِ گردن'' اور ''رگِ جان'' میں سے ''رگِ جان'' کا ہی انتخاب فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ دونوں متفق ہیں کہ ''وتین'' کا مطلب ''رگِ جان'' ہی ہے۔

خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے ایک جگہ فرمایا کہ ”وتین“ وہ رگ ہے جو دل سے دماغ کی طرف جاتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان۔15 دسمبر 1911)

کچھ کم فہم لوگ اس جملے کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ دماغ کی طرف جو چیز جائے گی وہ گردن سے ہو کر ہی تو جائے گی اس لیے یہ رگ یعنی ”وتین“ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مطابق گردن میں ہی پائی جاتی ہے۔ ایسی تاویل محض کم علمی اور نالائقی پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ ”وتین“ دل سے نکل کر دماغ میں جاتی ہے بلکہ آپ نے فرمایا کہ یہ دل سے دماغ کی طرف جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جس طرح کسی کار کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ربوہ سے سرگودہا کی طرف جارہی ہے تو سرگودہا کی طرف کا مطلب سرگودہا نہیں ہے، یہ لالیاں بھی جاسکتی ہے اور چک چھیالیس یا پُل گیارہ بھی جاسکتی ہے۔ڈاکٹر حضرات جانتے ہیں کہ انسانی جسم میں سر کو اوپر اور پاؤں کو نیچے کی سمت کہا جاتا ہے۔ اگر ”ایورٹا“ کی تصویر دیکھی جائے تو یہ دل سے نکلتی، اوپر سر کی طرف جاتی ہے لیکن گردن سے پہلے ہی ”یوٹرن“ بنا کر واپس آتی اور جسم کے نچلے حصّے کی طرف چلی جاتی ہے۔ خلیفۃ المسیح الاوّل کا یہ فرمانا کہ وتین دل سے سر کی طرف جاتی ہے، اس کا یہ مطلب اخذ کرنا کہ یہ سر میں جاتی ہے اس لیے گردن میں ہوتی ہے، ایک سراسر باطل سوچ ہے۔

تمام تر گفتگو کو سمیٹتے ہوئے عرض کروں گا کہ اس ضد پر اڑے رہنا کہ ”وتین“ سے مراد ”ایورٹا“ نہیں بلکہ ”جگلر وین“ ہے محض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف دل میں موجود عناد اور بغض و کدورت کی عکاسی ہے ورنہ اس کی تائید نہ قرآنِ پاک سے ہوتی ہے، نہ فرموداتِ حضرت مسیح موعودؑ سے اور نہ ہی جدید طبی اور سائنسی تحقیق سے۔ ایک ایسا وجود جو حضرتِ اقدس مسیح موعودؑ کو ملنے والی بشاراتِ مقدسہ کا مصداق تھا، اس کے بارے میں یہ گمان کرنا

کہ معاذاللہ ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کھلی کھلی جہالت اور گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

﴾42﴿

اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا

(انجینئر محمود مجیب اصغر۔ سویڈن)

”نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لخت جگر محمود، پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق، قدرت ثانیہ کا مظہر دوم جب 51-52 سال کی ولولہ انگیز خلافت کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا کے تمام براعظموں تک پہنچا کر اور زمین کے کناروں تک شہرت پا کر 7 اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب کو اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا تو وہ بڑا عجیب لمحہ تھا جس کو الفاظ میں بیان کرنا اس عاجز کے بس کی بات نہیں اسی شام 8 نومبر 1965ء بروز پیر خدائی تقدیر کے عین مطابق نافلہ موعود حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلافت ثالثہ کے عظیم روحانی منصب پر متمکن ہوئے۔

اس سے اگلے روز 9 نومبر 1965ء کو اپنے پیشرو خلیفہ کی نماز جنازہ lead کرتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر 50 ہزار کے مجمع کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا:

”میں چاہتا ہوں کہ نماز جنازہ ادا کرنے سے قبل ہم سب مل کر اپنے رب رؤف کو گواہ بنا کر ”اس مقدس منہ“ کی خاطر جو چند گھڑیوں میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے اپنے اس عہد کی تجدید کریں اور وہ عہد یہ ہے کہ ہم دین اور دین کے مصالح کو دنیا اور اس کے سب سامانوں اور اس کی ثروت اور وجاہت پر ہر حال میں مقدم رکھیں گے اور دنیا میں دین کی سربلندی کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے رہیں گے“

(حیات ناصر جلد اول صفحہ 362۔363)

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس ”مقدس منہ“ کے اعلیٰ مقام کے پیش نظر آپ نے نماز جنازہ میں ایک اضافی تکبیر کہی (یعنی 5 تکبیرات کی بجائے 6 تکبیرات) اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں حضرت اماں جان کے پہلو میں تدفین کے بعد لمبی پر سوز دعا کروائی۔

یہ عاجز اس وقت انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کا طالب علم تھا اور لاہور سے ربوہ پہنچ کر خلافت ثالثہ کی پہلی بیعت عام اور اگلے روز اس عہد اور جنازے میں شامل ہوا تھا:

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو

15 نومبر 1906ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیروی (جو بعد میں 27 مئی 1908ء کو قدرت ثانیہ کے مظہر اول یعنی خلیفۃ المسیح اولؓ کے عظیم روحانی منصب کے پر فائز ہوئے) نے فرمایا:

”دیکھو! خدا کا مامور ہمارے سامنے موجود ہے اور خود اس مجلس میں موجود ہے ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے، پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا“

(خطبات نور صفحہ 238۔239)

حضرت مصلح موعودؓ بھی حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود کے نظیر تھے اور ”مقدس منہ“ کے پس پردہ وہی جذبہ کار فرما لگتا ہے جو کاش وہ ”مامور کا چہرہ“ دیکھ سکتے کے پیچھے کار فرما ہے۔

بہت ہی خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے مسیح موعود کا چہرہ دیکھا اور صحابہ میں شامل ہوئے اور بہت خوش قسمت ہیں وہ جنہوں نے ”مقدس منہ“ کو دیکھا اور اس کے انصار میں شامل

ہوئے وہ بھی اب کم ہوتے جارہے ہیں اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو خلافت پر ایمان رکھتے ہیں اور خلیفہ وقت کی محبت اور اطاعت میں سرشار رہتے ہیں اور اس عہد کی پاسداری کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو مقدس منہ کی خاطر لیا گیا خدا ان کو ضائع نہیں کرے گا ان شاء اللہ۔

یہ عاجز اس مضمون کو خلافت کے 100 سال پورے ہونے پر اس عہد پر ختم کرتا ہے جو ہم نے 27 مئی 2008ء کو خلیفہ وقت حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کیا ہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحوں تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کے ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخری دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے اے خدا تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن، اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن، اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

﴿43﴾

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک عظیم کارنامہ

(امۃ الباری ناصر۔امریکہ)

1934ء میں جماعت کے خلاف ایک بہت بڑا طوفان اٹھایا گیا۔ صداقت کے مخالفوں نے اپنی کامیابی کے لئے تمام دنیوی سامان جمع کر لئے۔ ان کی پشت پر ہندو سرمایہ تھا۔ان کی امداد آل انڈیا کانگریس کے اکابر کر رہے تھے۔ انگریز کی اس وقت کی حکومت کے بعض افسر جن میں پنجاب کے گورنر بھی شامل تھے ان کی بھرپور حمایت کر رہے تھے۔ مخالفت کرنے والا یہ گروہ جو اپنے آپ کو ''مجلس احرار'' کے نام سے مشہور کرتا تھا ان کے مقاصد وہی تھے جو قائد اعظم کے مقابلہ میں ہندو کانگریس کے تھے اور یہ بظاہر مسلمان اسلامی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اور اپنے سرپرستوں ابوالکلام آزاد اور مسٹر پٹیل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر کام کر گزرتے تھے اوراس بات کی انہیں کوئی پروا نہیں تھی کہ یہ کام خلاف اسلام، خلاف قرآن اور خلاف عقل و نقل ہے۔اس مجلس کے اس وقت کے سیکرٹری جنرل شورش کاشمیری نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولانا آزاد کی سفارش پر مسٹر پٹیل سے ایک بھاری رقم وصول کی جس کی بندر بانٹ کی دلچسپ روئیداد بھی مفصل تحریر کی گئی ہے۔

جماعت احمدیہ کی تو یہ قرآنی پالیسی رہی ہے کہ

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔

(الفتح:30)

مخالفوں کا کوئی اثر قبول کئے بغیر باہم پیار و محبت سے اپنے مقصد یعنی سچائی کے بول بالا کرنے کے لئے کام کئے جانا۔

ہمارے پیارے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یہی پر حکمت طریق اختیار فرمایا۔

؎ عدو جب بڑھ گیا جب شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

آپ نے جماعت کے سامنے ایک بہت ہی بابرکت اور انقلابی الہامی تحریک جاری فرمائی جو جماعت میں ''تحریک جدید'' کے نام سے مشہور ہے۔

مذکورہ تحریک کا اعلان کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا کہ اس تحریک سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ افراد جماعت باہم پیار و محبت کی فضا پیدا کریں اور اگر کسی کی اپنے بھائی سے ناراضگی ہے تو وہ اس کے پاس جائے اور اس سے صلح کرے۔ آپ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ ہر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ اس ناراضگی میں میں مظلوم ہوں اور میرے مخالف کی زیادتی ہے تو میں یہ حکم دیتا ہوں کہ صلح میں ابتدا اس کی طرف سے ہونی چاہیے جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قادیان کے لوگ جو یہ خطبہ سن رہے ہیں وہ آج شام تک اس پر عمل کر لیں اور باہر جب جماعتوں میں یہ خطبہ جائے تو وہ لوگ بھی بلا تاخیر اس کی تعمیل کریں۔ آپ اپنی اس نہایت ضروری اور اہم نصیحت کی یاد دہانی بھی کرواتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

''آج چھ ماہ کے بعد میں پھر ان لوگوں سے جنہوں نے اس عرصہ میں کوئی جھگڑا کیا ہو کہتا ہوں کہ وہ توبہ کریں، توبہ کریں، توبہ کریں ورنہ خدا کے رجسٹر سے ان کا نام کاٹ دیا جائے گا اور وہ تباہ ہو جائیں گے۔ منہ کی احمدیت انہیں ہرگز ہرگز نہیں بچا سکے گی۔ ایسے لوگ خون آلود گندے چیتھڑے کی کی طرح ہیں جو پھینک دیئے جانے کے قابل ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس نے اپنے بھائی سے جنگ کی ہوئی ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ بیشتر اس کے کہ خدا کا غضب اس پر نازل ہو وہ ہمیشہ کے لئے صلح کر لے۔''

(تقریر 26/مئی 1935ء)

اس خوش گوار فضا اور ماحول میں آپ نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا۔ جس میں آپ نے جماعت کے سامنے قربانیوں کا ایک وسیع اور متنوع پروگرام رکھا۔ آپ نے ابتدائی ضروری کاموں کے لئے 27 ہزار روپے کا مطالبہ کیا۔ جماعت نے اس سے بہت بڑھ کر وعدے اور چندہ پیش کر دیا۔ مگر حضورؓ کے مطالبات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ چندہ ایک ضمنی مطالبہ تھا مگر اصل مطالبات مثلاً

1. زندگی وقف کرنا۔
2. تبلیغ کرنا۔
3. مرکز سے تعلق کو مضبوط کرنا۔
4. بچوں کو تعلیم کے لئے مرکز بھجوانا۔
5. بے کاری ترک کر کے کوئی نہ کوئی کام کرنا۔
6. دفتر امانت کے امانت فنڈ کو مضبوط کرنا۔
7. پینشن یافتہ لوگوں کا مرکز میں آنا اور رہنا۔
8. اگر کوئی کام کرنے سے معذور ہو تو اس کا دعائوں میں مصروف رہنا۔

یہ سب مطالبات ضروری اور بنیادی امور ہیں۔ ان کے بغیر انفرادی اور جماعتی ترقی ممکن ہی نہیں ہے۔ تحریک جدید کے مطالبات میں ایک مطالبہ سادہ زندگی اختیار کرنا اور سادہ زندگی بسر کرنا بھی تھا۔ بظاہر یہ ایک بہت ہی معمولی، آسان مطالبہ ہے مگر اس پر غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ منافع اور فوائد ہیں۔ حضور نے اس مطالبہ کی طرف بطور خاص توجہ دلائی۔ بار بار اس کی یاددہانی کروائی۔ خود ہمیشہ اس طریق پر عمل پیرا رہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے ارشادات بہت تفصیلی تھے۔ آپ نے اپنے کئی خطبات اور تقریروں میں اس کی طرف توجہ دلائی اور اس کی اہمیت، ضرورت اور فوائد کو بیان کیا مثلاً آپ فرماتے ہیں۔

''سستیوں اور غفلتوں کو دور کرو۔ اپنے اندر بیداری پیدا کرو... چندہ اور امانت فنڈ دونوں میں حصہ لو اور سادہ زندگی اختیار کرو کہ وہ نور بخشنے والی ہے۔ جو اسے اختیار نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اس کے لئے جہنم تیار ہے۔ کوئی بات میں نے ایسی نہیں کہی جس کی کل ضرورت پیش نہیں آنے والی۔ جب وقت آئے گا تو جنہوں نے مان کر عمل کیا دعائیں دیں گے اور نہ ماننے والے اپنے آپ کو لعنت کریں گے۔

(الفضل 21/ ستمبر 1935ء)

سادگی کو ترک کرنے والے تصنع اور بناوٹ کی ایسی زندگی اپناتے ہیں جس میں وقتی طور پر تو بہت چکاچوند اور رونق و ٹھاٹھ نظر آتا ہے مگر ایسے لوگ شاید یہ بھول جاتے ہیں کہ میک اپ کی کثرت چہرے کو بگاڑ دیتی ہے۔ لباس میں تکلف بے شرمی اور بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے۔ کھانے میں تکلف مرغن کھانوں کی طرف لے جاتا ہے۔ جس میں وقتی طور پر لذت اور مزا تو ضرور ہوتا ہے مگر اس کا نتیجہ ذیابیطس اور موٹاپے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور یہاں یہ بیان کرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ تمام بیماریاں اور دوائیوں کا استعمال یہیں سے شروع ہوتا ہے اور ان سے نجات کے لئے عقل مند لوگ رضاکارانہ طور پر سادگی کی طرف لوٹ آتے ہیں مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی نصیحتوں کے باوجود اپنا تکلف کا طریق نہیں چھوڑتے اور حسرت و ندامت کا شکار ہوتے ہیں۔ عبرت اور نصیحت کے یہ نشان ہمیں ہر طرف نظر آتے ہیں اور بزبان حال یہ بتاتے ہیں کہ سادگی میں بہت سکھ ہے اور

؎ تکلف میں اے ذوق تکلیف بہت ہے

مالی قربانی کرنے والے خوش قسمت افراد کو توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

جس رنگ میں جماعت نے مالی قربانی کی ہے اس حد تک دوسری باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ سادہ زندگی کے متعلق میں جانتا ہوں کہ ہزارہا لوگوں نے اپنے اندر تغیر پیدا کیا مگر ابھی بہت ہیں جن کو اپنے اندر تغیر پیدا کرنا چاہیے۔

(الفضل 7/ نومبر 1935ء)

سادہ زندگی کو دنیا کے تمدن کی بنیاد قرار دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

”خصوصاً سادہ زندگی کی طرف زیادہ توجہ کریں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سادہ زندگی کی ہدایت پر عمل کرنے میں کچھ نقص ہے۔ ... سادہ زندگی کی تحریک کوئی معمولی تحریک نہیں بلکہ در حقیقت دنیا کے آئندہ تمدن کی بنیاد اس پر ہے۔

(الفضل 16/اکتوبر 1936ء)

آپ نے ایک اور جگہ فرمایا:

”دوستوں کو تحریک جدید کے اس حصہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو سادہ زندگی اختیار کرنے کا ہے۔ ... جہاں تک میں اسلام پر غور کرتا ہوں مجھے اس کے تمدن کا یہ نقطہ مرکزی نظر آتا ہے اور میں سمجھتا ہوں ہزاروں قومی خرابیاں تکلفات سے پیدا ہوتی ہیں۔... سادہ زندگی بسر کرو اور روپیہ اس طرح خرچ کرو کہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام ایسے تمدن کو بیان کرنا چاہتا ہے جو دنیا کے تمدن سے بالکل مختلف ہے اور یہ اس تمدن کی پہلی سیڑھی ہے۔ آج اگر ہم تمدن تبدیل نہیں کر سکتے تو جب ہمیں بادشاہتیں ملیں گی اس وقت کیا کریں گے۔“

(خطبہ 8/دسمبر 1936ء)

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سادہ زندگی کے متعلق بیان کرتے ہوئے بعض دفعہ یہ سننے میں آتا ہے کہ پہلے زمانے میں غربت زیادہ تھی اس لئے لوگ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اب ہمیں آسائش اور آسانیاں حاصل ہیں اس لئے سادہ زندگی گزارنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تاثر کہ پہلے غربت زیادہ تھی قابل توجہ ہے۔ معیار زندگی کو ذہن میں رکھا جائے تو بخوبی سمجھ آسکتی ہے کہ امیر اور غریب میں جو فرق اور امتیاز آج پایا جاتا ہے وہ پہلے کبھی بھی نہیں تھا۔ ایک اور بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ آج بھی دنیا کی اکثریت غربت، افلاس اور بے بسی میں اس بری طرح پس رہی ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

سادہ زندگی کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کا اپنے لفظوں میں خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی پیروی کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ کی سی زندگی گزارنے کی توفیق ملتی ہے۔ ہزاروں معاشرتی خرابیوں رشوت، کرپشن اور نفسانفسی وغیرہ سے نجات ملتی ہے۔ سادگی اور کفایت سے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں زیادہ خرچ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ سادگی کے نتیجہ میں حقوق العباد کی بہتر ادائیگی کی جاسکتی ہے۔ تکلف اور تصنع سے پیدا ہونے والی بے شمار خرابیوں اور بیماریوں سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ سادہ لباس شریعت اور شرم وحیا کے تقاضوں کو پیدا کرتا ہے۔ سادہ زندگی سے بے کاری (جو بہت سے گناہوں کی جڑ ہے) سے نجات ہوسکتی ہے۔ سادہ زندگی گزارنے سے زیادہ عبادت کی توفیق ملتی ہے۔ سادہ زندگی سے غریب اور امیر کے درمیان فرق ختم ہو کر مساوات کی بنیاد پڑتی ہے۔

فوائد کی یہ فہرست تو کبھی ختم نہیں ہوسکتی البتہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہم اس نیکی کو اپنالائحہ عمل بنانے کی عادت بنالیں تو ہم پکے، کھرے اور خالص مومن بندے بن سکتے ہیں اور یہی ہمارا مقصود مطلوب ہے۔ وباللّٰہ التوفیق

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

﴾44﴿

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے

قسط 1

(مبارک احمد منیر۔ مربی سلسلہ برکینافاسو)

حضرت مصلح موعودؓ کے باون سالہ دور کا ہر دن ایک انقلاب کا رنگ رکھتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے انسانی جسم کے نظام پر غور کر کے جماعت کے انتظامی ڈھانچہ کی بنیاد رکھی اور کمال خوبصورتی سے نظام جماعت کو خوبصورت سے خوبصورت کرتے چلے گئے۔ آپ کے کارناموں کو اکھٹا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن یہاں صرف بعض بڑے کاموں کا ذکر کیا جائے گا۔ جن کی وجہ سے آپ نے جماعت اور امت مسلمہ میں انقلاب پیدا کر دیا۔ آپؓ کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی اشاعت کے لیے وقف تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے علمی کارنامے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان علمی کارناموں کا خلاصہ اپنے ایک خطبہ میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

1. حضرت مصلح موعودؓ نے کی کتب اور لیکچرز کے مجموعے کا نام انوار العلوم ہے جس کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ جس میں کتب، لیکچرز اور تقاریر آچکی ہیں۔
2. خطبات محمود کی جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں تک کے خطبات شائع ہو چکے ہیں۔ ان جلدوں میں خطبات شامل ہیں۔
3. تفسیر صغیر صفحات پر مشتمل ہے۔
4. تفسیر کبیر کی دس جلدوں میں سورتوں کی تفسیر ہو چکی ہیں۔ ان جلدوں کے کل صفحات ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے درس القرآن جو کہ غیر مطبوعہ تفسیر ہے،

ان کو کمپوز کر دیا گیا ہے۔ اس کے صفحات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت پر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریرات اور فرمودات سے تفسیر قرآن اکھٹی کی گئی جو کہ اب تک صفحات پر مشتمل تفسیر لی جاچکی ہے۔ اور ابھی اس پر کام جاری ہے۔

5. روحانیت، اسلامی اخلاق اور اسلامی عقائد پر کتب اور رسائل تحریر فرمائے۔
6. سیرت و سوانح پر کتب و رسائل لکھے۔
7. تاریخ پر کتب و رسائل
8. فقہ پر تین کتب و رسائل
9. سیاسیات قبل از تقسیم ہند کتب و رسائل
10. تحریک احمدیت کے مخصوص مسائل اور تحریکات پر کتب و رسائل
11. سیاست پر کتب اور رسائل

(خلاصہ ماخوز از خطبہ جمعہ 20 فروری 2021ء)

کم و بیش دو ہزار خطبات جمعہ، جلسہ سالانہ اور عیدین کی تقاریر و خطبات کے علاوہ خدام، اطفال و لجنات اور مجلس تشحیذ الاذہان اسی طرح مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ، جامعہ المبشرین، مجلس ارشاد، نیشنل کور، انجمن ترقی اسلام، انجمن اشاعت اسلام، کشمیر کمیٹی وغیرہ کی مختلف تقاریب اور جلسوں میں حضور کی ہزاروں پر معارف تقاریر و مضامین قرآن مجید کی تفسیر پر ہی مشتمل ہیں۔

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 145)

حضرت مصلح موعودؓ کی تمام کتب اور تقاریر ہی اپنے اندر عظیم الشان علوم رکھتی ہیں۔ اور ان میں ایسے خوبصورتی سے قیمتی جواہرات جڑے ہیں کہ جنھیں چنتے انسان تھکتا نہیں۔ چنانچہ اس جگہ بعض کتب کا ذکر کیا جائے جن سے حضورؓ کے علوم ظاہری و باطنی سے پر ہونے کی جھلک ہمیں نظر آئے گی۔

(1)تفسیر صغیر

(2)تفسیر کبیر

(3)دس دلائل ہستی باری تعالیٰ

(4)حقیقۃ النبوہ

(5)حقیقۃ الرؤیا

(6)اسلام میں اختلافات کا آغاز

(7)عرفان الٰہی

(8)تقدیر الٰہی

(9)واقعات خلافت علوی

(10)ملائکۃ اللہ

(11)آئینہ صداقت

(12)ہستی باری تعالیٰ

(13)دعوت الامیر

(14)احمدیت یعنی حقیقی اسلام

(15)فضائل القرآن

(16)سیر روحانی

(17)خلافت راشدہ

(18)دیباچہ تفسیر القرآن

(19)اسلام کا اقتصادی نظام

(20)نظام نو

(21)تعلق باللہ

(22)منہاج الطالبین

(23)حقیقۃ الوحی

حضرت مصلح موعودؓ کے عہد مبارک میں مندرجہ ذیل زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کیے گئے۔

(1)انگریزی

(2)جرمن

(3)ڈچ

(4)ڈینش

(5)سواحیلی

(6)لوگنڈا

(7)مینڈی

(8)فرانسیسی

(9)ہسپانوی

(10)اٹالین

(11)روسی

(12)پرتگیزی

(13)کِکویو

(14)کی کامبا

(15)انڈونیشین

(16)اسپرانٹو

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 173)

1900ء–1910ء

1900ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے احمدی نوجوانوں پر مشتمل ایک مجلس کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ نے ''تشحیذ الاذہان'' تجویز فرمایا۔ اس مجلس کا مقصد نوجوانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کرنا تھا اور مارچ 1906ء میں ''تشحیذ الاذہان'' کے نام سے ایک رسالہ کا آغاز فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 160)

دسمبر 1905ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صاحب نے مجلس ''تشحیذ الاذہان'' کا احیاء فرمایا۔ باقاعدہ قواعد بنے اور 7 ستمبر 1906ء کو مدرسہ کے احاطہ میں اس کے دور ثانی کا پہلا جلسہ منعقد کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 160)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر انجمن تشحیذ الاذہان نے قادیان میں پہلا دارالمطالعہ قائم کیا۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 237)

1905ء میں جب مدرسہ کی انتظامیہ نے مشورہ دیا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کو توڑ دیا جائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 16 سال کی عمر میں تعلیم الاسلام سکول جاری رکھنے کا موثر انداز میں دفاع کیا۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 314)

رسالہ تشحیذ الاذہان جو یکم مارچ 1906ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جاری فرمایا تھا اور بعد میں مارچ 1922ء کو ریویو آف ریلیجنز میں مدغم کر دیا گیا۔ خالد احمدیت مولانا ابو العطاء صاحب کی ذاتی کوشش سے یکم جون 1957ء سے دوبارہ جاری ہوا اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر نگرانی اطفال الاحمدیہ کے ترجمان کی حیثیت سے بہت جلد ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 727)

جنوری 1906ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں دینیات کی شاخ کا آغاز کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد 15 نومبر 1908ء کو صدر انجمن احمدیہ کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں یہ ریزولوشن پاس کیا گیا کہ مدرسہ احمدیہ سے اخراجات بڑھ رہے ہیں اس لیے یہ بند کر دی جائے اور طلبا کو انگریزی تعلیم دلوائی جائے اور وظائف دے کر تعلیم دلوائی جائے۔ اس کو قرارداد کے مطابق 26 دسمبر 1908ء رات کو انجمن ہائے احمدیہ کی کانفرنس کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔ اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو نہیں دی گئی تھی۔ چنانچہ آپ اچانک تشریف لائے اور تقریر فرمائی کہ یہ دینیات شاخ جاری رہے۔ آپ کی تقریر سے تمام لوگ آپ کی بات سے متفق ہو گئے۔

(سوانح فضل عمر جلد اصفحہ 318–320)

19 سال کی عمر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پہلی تقریر فرمائی۔ جو کہ قرآنی علوم اور عرفان سے لبریز تھی۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 217)

1909ء کے آخر میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک انجمن بنائی جس کا نام ”انجمن ارشاد“ رکھا گیا۔ اس کا مقصد دشمنان اسلام کے اعتراضوں کا ردوابطال تھا۔ نیز 1942ء میں مجلس کا احیا حضورؓ کی اجازت سے حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی کوششوں سے ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 297)

1910ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی منظوری سے مدرسہ احمدیہ کی نگرانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سپرد کر دی گئی۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 321)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اوائل 1910ء سے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 301)

1910ء میں جلسہ سالانہ مارچ میں ہوا۔ اس موقع پر احمدیہ کانفرنس کے نام سے مجلس مشاورت ہوئی۔ اس کانفرنس کے صدر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بالاتفاق مقرر ہوئے۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 314)

1911ء–1920ء

فروری 1911ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک رؤیا کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اجازت سے ایک مجلس "انصاراللہ" کی بنیاد ڈالی۔ جس کا مقصد احمدیوں کے دلوں میں ایمان کو پختہ کرنا اور فریضہ تبلیغ کو باحسن وجوہ ادا کرنا تھا۔ 16 اپریل 1911ء کو اس انجمن کا افتتاحی اجلاس قادیان میں ہوا۔ اسی کے چندے سے چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو لندن تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ نیز شیخ عبدالرحمان صاحب نومسلم اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب تعلیم و تبلیغ کی خاطر مصر بھیجے گئے۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 303)(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 364)

خلافت کے ابتدائی مہینوں مئی جون 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک مختصر کتاب بعنوان "تحفۃ الملوک" تصنیف فرمائی جو شاہ دکن کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 42)

1914ء میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بلاد اسلامیہ تک مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچانے کے لیے "الدین الحی" کے نام سے عربی زبان میں ایک ٹریکٹ لکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک ایسی پیشگوئی کا ذکر کیا گیا جو ان دنوں بڑی شان سے پوری ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اہل بنگال کے نام ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کروا کر جولائی 1914ء میں کلکتہ سے شائع کیا گیا۔ 1914ء میں والیٔ بھوپال کے نام بھی ایک تبلیغی خط تحریر فرمایا اور خلیفۃ المسلمین ترکی کو بھی مخاطب کرتے ہوئے انتباہ کیا کہ ترکی کا جنگ عظیم میں جرمنی کی طرف سے شامل ہو جانا غیر مناسب اور بے سود ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 44)

27نومبر 1914ء کو منارۃ المسیح کی دوبارہ بنیاد رکھی گئی اور دوبارہ تکمیل کی طرف توجہ دلائی جو بنیادوں تک پہنچ کر رکی ہوئی تھی۔ چنانچہ دو سال کی مدت میں ہی یہ مکمل ہو گیا۔

(سوانح فضل عمر جلد2 صفحہ 45)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دسمبر 1915ء میں منار قریباً مکمل ہو گیا۔ فروری 1923ء میں اس پر گیس کے ہنڈے نصب ہوئے۔ 1929ء میں منارۃ المسیح پر گھڑیاں لگانے کے لئے ویسٹ اینڈ واچ کمپنی سے خط و کتابت کی گئی۔ 1930ء میں منار پر لمپ لگائے گئے اور 1931ء میں ٹاور کلاک آیا۔ اکتوبر 1935ء میں منارۃ المسیح پر بجلی کے لئے وائرنگ کی منظوری دی گئی۔

''کلام محمود کی اشاعت'' حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کا عارفانہ شعری کلام پہلی مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے مئی 1913ء میں شائع کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد3 صفحہ 442)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے 18 جون 1913ء سے اخبار ''الفضل'' جاری فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 90)

17مارچ 1914ء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے درس القرآن کا آغاز فرمایا۔ یہ درس مسجد اقصیٰ میں ہوتا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 135)

12اپریل 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شوریٰ میں زیر غور آنے والی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک انجمن ''انجمن ترقی اسلام'' کے نام سے بنیاد رکھی۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 143)

1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ملک میں تبلیغ کا کام جلد سے جلد تیز کرنے کے لیے تبلیغی کلاسیں جاری کئے جانے کی ہدایت فرمائی۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 154)

خلافت ثانیہ کے عہد میں مرکز سے حضور کے ایمأ پر پہلا اخبار ”فاروق“ حضرت میر قاسم علی صاحب کی ادارت میں 7 اکتوبر 1915ء کو جاری ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 178)(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 68)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے جون 1916ء میں رد عیسائیت کے لئے اخبار ”صادق“ جاری کیا۔ جو چند اشاعتوں کے بعد بند ہو گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 191)

دسمبر 1916ء کو ایک مرکزی مستقل لائبریری کا قیام کیا گیا جس کا نام ”صادق لائبریری“ رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 194)

21 جون 1917 کو ”نور ہسپتال“ کی بنیاد رکھی گئی اور ستمبر 1917ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 197)

یکم جنوری 1919ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نظارتوں کا قیام فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 215)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر 21 جون 1920ء کو پہلی یادگار مبلغین کلاس جاری کی گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 256)

1921ء–1930ء

1922ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس مشاورت کا باقاعدہ آغاز فرمایا۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 178)

حضورؓ نے 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماءاللہ کی بنیاد رکھی۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 360)

ابتدا ًمیں نئی قائم کردہ انتظامیہ (نظارت) اور مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ پہلو بہ پہلو اپنے اپنے دائرہ عمل میں مختلف فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ لیکن ایک لمبے تجربہ کے بعد جب اس میں بعض قباحتیں محسوس ہوئیں تو 1925ء میں آپ نے ان دونوں تنظیموں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا۔

(سوانح فضل عمر جلد2 صفحہ 133)

حضرت مصلح موعودؓ نے 1925ء میں ہی صیغہ قضا کا قیام فرمایا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد1 صفحہ 356)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی خواتین کی علمی ترقی کے لیے 17 مارچ 1925ء کو ''مدرسۃ الخواتین'' کی بنیاد رکھی۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 518)

احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے 15 دسمبر 1926ء کو اخبار ''مصباح'' جاری ہوا۔ جس کے پہلے ایڈیٹر حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب مقرر ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 566)(سوانح فضل عمر جلد2 صفحہ 380)

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر بیرونی ممالک میں احمدیوں کی تربیتی اور تبلیغی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دسمبر 1926ء میں ایک انگریزی اخبار ''سن رائز'' مولوی محمد الدین صاحب مبلغ امریکہ کی زیر ادارت جاری ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 566)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نومبر 1926ء میں احمدی بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے ''انصار اللہ'' کے نام سے ایک نئی انجمن قائم فرمائی۔

(تاریخ احمدیت جلد4 صفحہ 565)

1927ء میں لجنہ کی لائبیریری ''امۃ الحی لائبیریری'' قائم کی گئی۔

(سوانح فضل عمر جلد2 صفحہ 380)

1927ء کے آخر میں ہندوؤں کی طرف سے کتاب ''رنگیلا رسول'' اور ''ورتمان'' میں آنحضرت ﷺ کی شان مبارک کے خلاف گستاخیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔ چنانچہ الٰہی تحریک سے 1928ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر برصغیر ہندو پاک میں سیرت النبی ﷺ کے بابرکت جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 29)

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر صدر انجمن احمدیہ نے 15 اپریل 1928ء کو جامعہ احمدیہ کے نام سے ایک مستقل ادارہ کے قیام کا ارادہ کیا۔ جس کے مطابق مدرسہ احمدیہ کی مولوی فاضل کلاس اس عربی کالج کی پہلی دو جماعتیں قرار دے دی گئیں۔ اس طرح ابتدأ میں جامعہ احمدیہ کی چار جماعتیں کھولی گئیں درجہ اولیٰ، درجہ ثانیہ (مدرسہ احمدیہ کی مولوی فاضل کلاس)، درجہ ثالثہ ورابعہ (جماعت مبلغین)۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 20 مئی 1928ء کو اسکا افتتاح فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 18)

1928ء کے جلسہ سالانہ پر حضور نے فضائل قرآن مجید کے عنوان پر ایک بلند پایہ علمی سلسلہ تقاریر شروع فرمایا۔ ان تقاریر میں آپ نے قرآن سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں مضامین بیان فرمائے۔ چند مضامین کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

1. ضرورت قرآن
2. حفاظت و جمع قرآن پر بحث
3. ترتیب قرآن
4. فہم قرآن کے اصول
5. قرآنی قسموں کی حقیقت
6. قرآن کریم کے روحانی کمالات
7. عربی زبان اختیار کرنے کی وجہ
8. متشابہات کا حل

9. مقطعات کا حل
10. قرآن کریم ایک بے نظیر روحانی، جسمانی، تمدنی اور سیاسی قانون
11. قرآن کریم کا کوئی ترجمہ اس کے مضامین پر حاوی نہیں ہو سکتا
12. کتب سابقہ پر افضلیت کے عقلی و نقلی شواہد
13. قرآنی فضیلت کے وجوہ
14. قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل
15. قرآن دعویٰ کے ساتھ دلیل پیش کرتا ہے
16. قرآنی قصص میں آئندہ زمانہ کے لیے پیشگوئیاں
17. بعث بعد الموت کی حقیقت
18. قرآن کریم کی اعلیٰ درجہ کی ترتیب
19. فحش کلامی اور ہر قسم کی بد اخلاقی سے منزہ کتاب
20. روحانی طاقتوں کی تکمیل کے لیے کامل تعلیم
21. عالم معاد کے متعلق اسلام کی جامع تعلیم
22. مسیح موعودؑ کی بعثت سے مسلمانوں کو کیا طاقت حاصل ہوئی
23. صدقہ و خیرات کے بارہ میں اسلامی تعلیم کی جامعیت ذیلی عنوانات
24. عورت اور مرد کے تعلقات پر بحث ذیلی عنوانات
25. کتب سابقہ میں تحریف
26. کلام اللہ کے منفرد نام کی کتاب صرف قرآن کریم ہے
27. مخالفین اسلام کے اعتراضات کا رد (دس اعتراضوں کے جواب)
28. پہلی کتب کی پیشگوئیاں پوری کرنے والی کتاب
29. الفرقان قرآن کریم ہی ہے

30. قرآن کریم کی پہلی اصولی اصلاح ہستی باری تعالیٰ کے متعلق (آٹھ صفات کے متعلق اصلاح)

31. آنحضرت ﷺ کے متعلق سابقہ انبیاً کی پیشگوئیاں

32. قانون شریعت اور قانون طبعی کی باہم مطابقت کا حیرت انگیز سلسلہ

33. قرآن کریم کے سوا اور کسی کتاب کو افضل الکتب ہونے کا دعویٰ نہیں

34. قرآنی علوم سے فائدہ اٹھانے کے اصول

35. قرآن کریم اپنے استعاروں کو آپ حل کرتا ہے

36. شریعت کا بوجھ انسان کے سوا کسی اور پر نہیں ڈالا گیا

37. بعض استعارات کی قرآنی تشریح

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 150-151)

17 جنوری 1930ء سے اہل ملک تک پیغام احمدیت پہنچانے کے لیے اپنے قلم سے ”ندائے ایمان“ کے نام سے اشتہارات کا ایک نہایت مفید سلسلہ شروع فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 178)

اپریل 1930ء سے ”رسالہ جامعہ احمدیہ“ کے نام سے جامعہ احمدیہ کی طرف سے حضرت مولانا میر محمد اسحاق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کی زیر نگرانی ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 182)

1930ء میں ہی تعلیم الاسلام کی طرف سے ایک سہ ماہی اردو انگریزی میگزین جاری ہوا جس کے مدیر اعلیٰ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 183)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 23 جولائی 2022ء)

﴿45﴾

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے

قسط2

(مبارک احمد منیر۔ مربی سلسلہ برکینافاسو)

1931ء–1940ء

تحریک کشمیر

1931ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے کشمیر کے مسلمانان کے حقوق کے لیے کوشش شروع کی اور کشمیر کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد1 صفحہ396)

4اگست 1934ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خاص ہدایت سے مسلمانان کشمیر کے حقوق و مفادات کے تحفظ اور ترجمانی کے لئے سرینگر سے روزنامہ اخبار "اصلاح" جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد5 صفحہ664)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نومبر دسمبر 1934 کے خطبات میں تحریک جدید کی نئی سکیم کا اعلان فرمایا اور تفصیل سے مطالبات کا ذکر فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد7 صفحہ 11)

6جون 1935ء میں امام مسجد لندن مولانا عبد الرحیم صاحب درد نے "دی مسلم ٹائمز" کے نام سے ایک انگریزی اخبار جاری کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد8 صفحہ 227)

جون 1935ء میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے یورپ کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کیلئے "الاسلام" کے نام سے ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ لندن سے جاری فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 227)

مولانا ابو العطا صاحب جالندھری نے جنوری 1935ء میں حیفا (فلسطین) سے ماہنامہ "البشریٰ" جاری فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 283)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے بنیادی حقوق دلانے کے لیے کئی کشمیر کے دورہ جات کیے۔ چنانچہ آپ کو علامہ اقبال کی تجویز پر کشمیر کمیٹی کا صدر بنا دیا گیا۔ اس کے سیکرٹری مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 418)

یکم مئی 1935ء کو حیدر آباد سندھ سے ڈاکٹر عبد العزیز صاحب اخوند نے سندھی زبان میں "البشریٰ" کے نام سے اخبار جاری کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 283)

کینیا کے شہر نیروبی سے 23 جولائی 1936ء میں مخالفین احمدیت کے گندے لٹریچر کے جوابات دینے کے لیے "الہدیٰ" کے نام سے اخبار ہفتہ وار جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 245)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے 14 ستمبر 1936ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے پاکیزہ کلام کی بکثرت اشاعت کرنے مغربی فلاسفروں کے اعتراضات کے جواب لکھنے اور مختلف مذاہب کی پوری تحقیق کرنے اور اسلامی اصول کی علمی روشنی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ایک مجلس کی بنیاد رکھی اور اس مجلس کا نام "انصار سلطان القلم" رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 316)

صدر انجمن احمدیہ کے قواعد و ضوابط جمع کرنے کے لیے کمیٹی بنائی گئی۔ جس کی منظوری حضور نے 14 مئی 1936ء کو عطاء فرمائی اور اسے جنوری 1938ء میں شائع کر دیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 276)

تحریک جدید کے دفتر کا مستقل صورت میں قیام آخر جنوری 1938ء میں ہوا۔ اس کا دفتر قصر خلافت قادیان کے ایک کمرہ میں جو چوبی سیڑھیوں سے ملحق تھا دفتر تحریک جدید قائم کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 57)

31 جنوری 1938ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خاص اجازت سے نوجوانوں کی مجلس کی بنیاد رکھی گئی۔ 4 فروری 1938ء کو حضور نے اس تنظیم کا نام "مجلس خدام الاحمدیہ" رکھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 447)

حضرت مصلح موعودؓ نے وقار عمل کی اصطلاح اپنے ہاتھ سے کام کرنے سے عار نہ سمجھنے کے متعلق استعمال فرمائی۔ اب وقار عمل دنیا بھر میں اپنی مثال آپ بن گیا ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری سے جنوری 1940ء میں تقویم ہجری شمسی شائع کی گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 12)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 26 جولائی 1940ء کو 8 سے 15 سال کے عمر تک کے بچوں کو اطفال الاحمدیہ کے نام سے ایک تنظیم میں شامل کرنے کا فرمایا۔ اسی تقریر میں حضور نے چالیس سے اوپر حضرات کے افراد کے لیے انصار اللہ کی تنظیم کا اعلان فرمایا اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو اس نئی تنظیم کا پہلا صدر مقرر کیا۔

(سوانح فضل عمر جلد 3 صفحہ 29)(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 76)
(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 70-71)

تفسیر کبیر جلد سوم کا پہلا ایڈیشن دسمبر 1940 کو طبع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 137)

1941ء–1950ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر جنوری 1942ء کے آغاز میں قادیان سے ماہنامہ "فرقان" جاری کیا گیا۔ اس کو جاری کرنے والے مجلس رفقاءِ احمد تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 291)

دسمبر 1943ء میں نظارت تعلیم وتربیت کی درخواست اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر "افتاء کمیٹی" کے نام سے ایک نیا ادارہ معرض وجود میں آیا۔ اس سے پہلے 1919ء میں اس کام کے لیے حضرت مولوی سید سرور شاہؓ صاحب، حضرت مولوی محمد اسماعیلؓ صاحب اور حضرت حافظ روشن علیؓ صاحب مقرر کئے گئے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 454)

اس کمیٹی کا احیأ 1952ء میں فرمایا اور پہلے صدر ملک سیف الرحمن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ مقرر کیے گئے اور پہلے سیکرٹری مولانا جلال الدین صاحب شمس کو مقرر فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 49)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لئے 1944ء میں "آل جموں وکشمیر مسلم ویلفیئر ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک ادارہ قائم ہوا۔ یہ ادارہ مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان کی آواز حکومت تک پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 682)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر قادیان میں کالج کے لیے کوششیں کی گئیں۔ چنانچہ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے 2 جون 1944ء کو یونیورسٹی کی طرف سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہوئی کہ حکومت نے کالج کے اجرأ کی منظوری دے دی ہے۔ چنانچہ یکم مئی 1944ء کو تعلیم الاسلام کالج کی انتظامی اعتبار سے ابتدأ ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 20)

26 مئی 1944ء کو فضل عمر ہوسٹل کا قیام دارالانوار کے گیسٹ ہاؤس میں ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 26)

جنوری 1945ء سے مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے "الطارق" کے نام سے ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ جاری کیا گیا جس میں مرکزیہ کی طرف سے ضروری ہدایات و اطلاعات شائع ہوتی تھیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 473)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا ترجمان "مصباح" 1947ء میں فسادات کی وجہ سے بند ہوا تھا چنانچہ اپریل 1950ء میں دوبارہ جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 216)

پاکستان ہجرت کے بعد نومبر 1947ء میں حضورؓ نے جسونت بلڈنگ کے ایک کمرہ میں دفتر بنا کر کام شروع کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 281)

سوئٹزر لینڈ میں اکتوبر 1949 کو ڈچ زبان میں "الاسلام" کے نام سے ایک ماہواری رسالہ جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 87)

1948ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سربراہی میں نئے مرکز ربوہ کی بنیاد رکھی گئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 281)

3 اکتوبر 1949ء کو بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 15)

حضرت مصلح موعودؓ نے دعوٰی مصلح موعودؓ کے بعد مجلس علم و عرفان کا آغاز فرمایا چنانچہ اس دینی حقائق اور قرآنی معارف پر مبنی مجلس کا آغاز مارچ 1947ء کو ہوا جو کہ اگست 1947ء تک جاری رہی۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 621)

حضرت مصلح موعودؓ نے کشمیر کو پاکستان میں شامل کرنے کے لیے بہترین مشورے دیئے اور اس کی اہمیت اجاگر فرمائی نیز فلسطین کی آزادی کے لے بھی کوششیں فرمائیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 324)

جون 1947 میں جماعت احمدیہ کی طرف سے تفسیر القرآن انگریزی کی پہلی جلد شائع ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 663)

17 مئی 1947ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے مجلس تحریک جدید کا قیام عمل میں آیا جس کا کام تحریک جدید سے متعلق امور پر باہمی مشورہ سے فیصلے کرنا اور ان کو حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے بھجوانا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 112)

حکومت ہندوستان کے اخبار الفضل پر پابندی عائد کرنے پر حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر ایک نیا اخبار لاہور سے جاری کیا گیا۔ چنانچہ اس کا پہلا شمارہ 21 نومبر 1949ء کو جاری ہوا اور اس کا نام "رحمت" رکھا گیا جو کہ مئی 1951ء تک کامیابی سے باقاعدگی کے ساتھ نکلتا رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 5)

لوائے احمدیت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری سے خلافت جوبلی 1939ء کے موقع پر لوائے احمدیت لہرایا گیا۔ جھنڈے کے لیے صحابہ کرام سے چندہ لیا گیا اور صحابیات نے سوت کات کر صحابی درزی نے ہی کپڑا تیار کیا۔ جھنڈا سیاہ رنگ کے کپڑے کا تھا۔ جس کے درمیان منارۃ المسیح، ایک طرف بدر اور دوسری طرف ہلال کی شکل سفید رنگ میں بنائی گئی تھی۔ کپڑے کا طول 18 فٹ اور عرض 9 فٹ تھا۔ اس کو بلند کرنے کے لیے 62 فٹ بلند آہنی پول 5 فٹ اونچا چبوترہ بنا کر نصب کی گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 2 بجکر 4 منٹ پر اس چبوترہ کے پاس تشریف لائے اور لوائے احمدیت لہرایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 584، 606-607)

تقسیم ملک سے پہلے قادیان میں جامعہ احمدیہ ہی ایک ادارہ تھا جہاں سے مبلغین فارغ التحصیل ہو کر مختلف مشنوں میں متعین ہوتے تھے۔ پاکستان بننے پر 10 دسمبر 1949ء کو جامعہ احمدیہ کے علاوہ جامعۃ المبشرین ربوہ کا قیام عمل لایا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 113)

کشمیر کے محاذ پر لڑنے کے لئے پاکستان کے بعض افسروں نے ایک پلاٹون بھجوانے کی خواہش کی۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے چالیس پچاس احمدی جوان بھجوائے جو ڈپٹی کمشنر صاحب سیالکوٹ کے ایما پر جموں سرحد پر واقع گاؤں معراجکے میں متعین کئے گئے۔ یہ کمپنی ابھی معراجکے میں ہی تھی کہ حکومت پاکستان کی طرف سے ایک رضا کارانہ بٹالین کے قیام کا منشاء ظاہر ہوا۔ جس پر حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت احمدیہ میں شوق جہاد اور ذوق شہادت کی ایسی روح پھونک دی کہ احمدی جوانوں نے کثرت سے لبیک کہا اور جون 1948ء میں فرقان بٹالین معرض وجود میں آگئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 699)

قادیان کے اہل علم و قلم درویشوں نے 12 جنوری 1948ء کو ”بزم درویشاں“ کے نام سے ایک علمی مجلس قائم کی جس کا مقصد اسلامی طریق پر فن تقریر سکھانا اور دینی اور علمی قابلیت میں اضافہ کرنا تھا۔ بعد ازاں مجلس نے اپنے اجلاس 4 جنوری 1951ء میں قادیان سے ایک ماہنامہ رسالہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس رسالہ کا نام ”درویش“ تجویز فرمایا جس کا پہلا شمارہ ستمبر 1951ء میں شائع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 38)

1951ء–1960ء

1951ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جامعہ نصرت کالج ربوہ کی بنیاد رکھی اور اس کا افتتاح بھی خود کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 314)

اخبار بدر جو کہ 1913ء سے بند ہو گیا تھا دسمبر 1951ء کو دوبارہ قادیان سے جاری کر دیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 394)

وسط 1951ء میں مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری نے رسالہ ’’الفرقان‘‘ جاری کیا۔
(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 34)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 20 فروری 1952ء کو یوم مصلح موعودؓ کی مبارک تقریب کے موقع پر فضل عمر ہسپتال اور دفتر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 399)

اگست 1951ء میں احرار کی جماعت دشمنی اور مغالطہ انگیزیوں کے ازالہ کے لیے ایک رسالہ نکالا گیا۔ جس کا نام ’’التبلیغ‘‘ تھا اور یہ ملک کے تمام بڑے طبقات کو ڈاک کے ذریعہ بھیجا جاتا۔
(تاریخ احمدیت جلد 14 صفحہ 357)

خدام الاحمدیہ کے مرکزی دفتر کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 6 فروری 1952ء کو اپنے دست مبارک سے رکھی اور 5 اپریل 1952ء کو اس کا افتتاح فرمایا۔
(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 83)

خدام الاحمدیہ مرکزیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ 1950ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ مجلس کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ اکتوبر 1952ء میں رسالہ ’’خالد‘‘ جاری ہوا۔ اس رسالہ کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تجویز فرمایا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 413)

ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان کے مستقل مرکزی دفاتر کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مقدس ہاتھوں سے 31 مئی 1950ء کو رکھی گئی تھی۔ 19 نومبر 1953ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دفاتر کا افتتاح فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 109)

جماعت احمدیہ بورنیو کی طرف سے مقامی احمدی جماعتوں کو منظم کرنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے اور غیر مسلموں تک پیغام پہنچانے کے لے دسمبر 1954ء کو peace کے نام سے رسالہ کا اجرا ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 228)

فضل عمر ہسپتال ربوہ کی عمارت جس کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 20 فروری 1952ء کو رکھا اور 21 مارچ 1958ء کو ساڑھے پانچ بجے افتتاح شام کو فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 82)

شروع 1954ء میں جرمن ترجمہ قرآن کی کریم احمدیہ مشن سوئٹزرلینڈ نے چھپوایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 150)

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے 1949ء سے ایک ہفت روزہ "المصلح" کے نام سے جاری کر رکھا تھا جو کہ بعد میں 30 مارچ 1953ء سے روز شائع ہونے لگا۔ یہ عملاً الفضل کا ہی دوسرا ایڈیشن تھا اور اس کی اشاعت وادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 193)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے مئی 1953ء کو حضورؓ کی ذاتی لائبریری اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی مرکزی لائبریری یکجا کر دی گئی۔ اس کے انچارج مکرم مولوی محمد صدیق صاحب واقف زندگی مقرر کئے گئے۔ اس لائبریری کے لئے قصر خلافت کے ساتھ پختہ عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 15 صفحہ 411)

دسمبر 1954ء کو سیدنا المصلح موعودؓ نے اپنے دست مبارک سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 420)

مئی 1955ء میں جماعت احمدیت سیرالیون کی طرف سے مولوی صدیق صاحب امرتسری کی ادارت میں ماہنامہ ''دی افریقن کریسنٹ'' جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 408)

26 مئی 1955ء کو قادیان سے ایک دوماہی رسالہ ''اصحاب احمد'' کے نام جاری کیا گیا جو جولائی 1956ء تک شائع ہوتا رہا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 291)

مولانا ابوالعطاء صاحب نے حیفا (فلسطین) کی طرح ربوہ سے بھی اکتوبر 1957ء سے ربوہ میں بھی البشریٰ نام سے ایک عربی رسالہ کا آغاز فرمادیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 736)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیر ہدایت ربوہ میں نصرت انڈسٹریل سکول مئی 1956ء میں قائم ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے سکول کے اجرا پر ایک مشین خریدنے کے لیے ساڑھے چار صد روپے کا عطیہ دیا۔ علاوہ ازیں مختلف جماعتوں کی لجنہ نے بھی مشینیں خرید کر دیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 350)

حضرت مصلح موعودؓ نے جون 1956ء میں مری کے پہاڑوں پر ترجمہ قرآن املاً کرانا شروع کیا جو خدا کے فضل سے 25 اگست 1956ء کی عصر تک نخلہ میں مکمل ہو گیا۔ 1957ء میں تفسیر صغیر کی اشاعت ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 522)

9 جولائی 1957ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عید الاضحیہ کے موقع پر وقف جدید کی ایک نئی سکیم پیش کی۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 471)

جنوری 1959ء سے سکنڈے نیویا مشن کی طرف سے الحاج سیف الاسلام محمود کی ادارت میں ”ایکٹو اسلام“ ایک ماہنامہ جاری کیا گیا جو سویڈش، نارویجین اور ڈینش تین زبانوں میں چھپنا شروع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 486)

29 مارچ 1960ء کو شام 5 بجے جامعہ احمدیہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 618)

1961ء–1965ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر قادیان میں تبلیغی کلاسیں جاری کی گئیں جن میں قرآن کریم کے علاوہ مشکوٰۃ، قدوری کے درس بھی جاری فرمائے۔ جس سے مبلغین اسلام کی تعداد صدر انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام کام کرنے والے چار مبلغین سے بڑھ کر پندرہ تک جا پہنچی۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 صفحہ 41)

اگست 1965ء سے مولوی نور محمد صاحب کی ادارت میں ماہنامہ ”تحریک جدید“ جاری ہوا۔

(تاریخ جدید جلد 7 صفحہ 120)

29 دسمبر 1962ء کو اڑھائی بجے بعد دوپہر وقف جدید کے مرکزی دفتر کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ 19 اپریل 1964ء کو اس کا افتتاح ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 20 صفحہ 42)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 25 جولائی 2022ء)

﴾46﴿

حضرت مصلح موعودؓ کے کارنامے

قسط 3

(مبارک احمد منیر۔ مربی سلسلہ برکینا فاسو)

حضرت مصلح موعودؓ کے دور خلافت میں بیرونی مشنوں کا قیام احمدیہ مشن لندن

چوہدری فتح محمد سیال صاحب پہلے احمدی مبلغ تھے جو کہ بیرون ملک تبلیغ کے لیے بھیجے گئے چنانچہ 28 جون 1913ء کو آپ روانہ ہوئے۔ ابتداء میں خواجہ کمال الدین صاحب اور چوہدری صاحب اکٹھے کام کرتے رہے لیکن حضرت خلیفہ المسیح الاولؓ کی وفات پر الگ ہو گئے چنانچہ چوہدری صاحب نے براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپریل 1914ء کو مشن کا قیام کیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 314)(سلسلہ احمدیہ جلد 4 صفحہ 147)

سیلون مشن (موجودہ سری لنکا)

سری لنکا میں احمدیت کا پیغام حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں پہنچ گیا تھا۔ لیکن باقاعدہ طور پر 1947ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے 1917ء میں مولوی محمد ابراہیم صاحب کو مبلغ بنا کر بھیجا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 40)

ماریشس مشن

حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کے دورہ خلافت کا پہلا مشن ماریشس میں قائم ہوا۔ چنانچہ حضرت صوفی غلام محمد صاحب 15 جون 1915ء کو ماریشس کی زمین پر پہنچے۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 106)

کینیا مشن

ڈاکٹر فضل الدین صاحب جو کہ صحابی حضرت مسیح موعودؑ تھے یہاں پہنچے اور انہیں سے احمدیت کا بیج بویا گیا۔ لیکن باقاعدہ طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے شیخ مبارک احمد صاحب کو مشرقی افریقہ بھجوایا تاکہ اس خطے میں باقاعدہ مشن قائم کیا جائے۔ چنانچہ شیخ صاحب 23 نومبر 1935ء کو ممباسہ پہنچے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 7)

نائیجیریا مشن

نائیجیریا میں جماعت کا پیغام ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ پہنچا۔ چنانچہ 1916ء میں 21 کی تعداد میں نوجوان حضرات نے بیعت کے خطوط لکھے اور جماعت احمدیہ نائیجیریا کی بنیاد پڑی۔ پھر 1921ء میں حضرت مولانا عبدلرحیم نیر صاحبؓ بطور مبلغ یہاں آئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 27)

سیرالیون مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر مولانا عبدالرحیم صاحب نیر 19 فروری 1921ء کو لندن سے سیرالیون پہنچے اور 21 فروری کو سیرالیون سے گولڈ کوسٹ تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 385)

گھانا مشن

گھانا میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1921ء کو ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب گھانا کے پہلے مبلغ تھے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 31)

امریکہ مشن

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدیت پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب برطانیہ لورپول سے 26 جنوری 1920ء کو امریکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ چنانچہ 15 فروری کو آپ فیلاڈیلفیا پہنچ گئے۔ کچھ مہینہ فیلاڈیلفیا رہ کر آپ نے نیویارک میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ نے 7 اگست 1920ء کے خط

میں لکھا تھا کہ ان کا ارادہ شکاگو جانے کا ہے چنانچہ اگلے ہی مرکز بھیجے گئے خط میں بیان کیا کہ وہ شکاگو پہنچ گئے ہیں۔

(https://www.ahmadipedia.org/content/admin/4/ahmadiyya-muslim-mission-in-the-united-sates-of-america)

ایران کی طرف تبلیغی وفد

1924ء میں شاہزادہ عبدالمجید صاحب لدھیانوی اسی دن ایران کے لیے روانہ ہوئے جس دن کہ حضرت مصلح موعودؓ ولایت کے لئے روانہ ہوئے۔ شاہزادہ صاحب نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ آنریری کام کرکے وہیں 1928ء میں وفات پائی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 374)

بخارا کے تبلیغی وفد

جولائی 1924ء میں ہی مولوی ظہور حسین صاحب اور مولوی محمد امین خان صاحب بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 374)

انڈونیشیا مشن

جماعت احمدیہ کا انڈونیشیا میں نفوذ 1925ء میں ہوا۔ 1925ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے مولوی رحمت علی صاحب کو سماٹرا بھیج کر مشن شروع کیا۔ سماٹرا کے علاوہ جاوا میں بھی 1931ء سے ایک علیحدہ مشن قائم کیا گیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 377)

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994ء souvenir pg 118)

دمشق و فلسطین و مصر میں مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ولایت سے واپس آکر 1925ء کے شروع میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور مولوی جلال الدین صاحب شمس کو ملک شام کی طرف روانہ کیا جنہوں نے دمشق میں اپنا مرکز قائم کر کے کام شروع کر دیا۔ شاہ صاحب دو سال قیام کے بعد حضور کے حکم سے 1926ء میں واپس آ گئے۔ لیکن مولوی جلال الدین صاحب مارچ 1928ء میں دمشق سے نکل فلسطین آ گئے اور حیفا میں اپنا مرکز قائم کر لیا۔ فلسطین پہنچ کر مولوی صاحب نے حضور کے حکم سے مصر میں تبلیغی دورے شروع کر دیے۔ مصر میں اس سے قبل شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کے ذریعہ احمدیت کا بیج بویا جا چکا تھا۔ شیخ صاحب 1922ء میں ابتداءً طلب علم کے لئے مصر گئے تھے مگر اس کے بعد وہاں تبلیغ میں مصروف ہو گئے اور کئی سال قیام کر کے اچھا کام کیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 1 صفحہ 376)

تنزانیہ مشن

تنزانیہ میں پہلا مشن 1934ء میں قائم ہوا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 408)

پولینڈ مشن

حضرت مصلح موعودؓ نے احمد خان ایاز صاحب کو پولینڈ بھیجا چنانچہ یہ 22 اپریل 1937ء کو پولینڈ کے دارالحکومت وارسا پہنچے اور شہر سے 7 میل پر ایک نئی بستی Boernerowo میں کمرہ حاصل کر کے کام کا آغاز کیا۔ جلد ہی عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے 13 جنوری 1937ء کو حکومت پولینڈ نے انہیں ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا، جس کی وجہ سے یہ مشن بند کرنا پڑا۔ بعد ازاں دسمبر 1990ء میں جماعت کی حکومت نے رجسٹریشن کی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 19)

اٹلی مشن

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر جنوری 1937ء کو ملک محمد شریف صاحب سپین سے اٹلی چلے گئے اور مشن کا آغاز کیا گیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد2صفحہ 23)

ارجنٹائن مشن

1936ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر مولوی رمضان علی صاحب 25 جنوری 1936ء کو ارجنٹائن کے لیے روانہ ہوئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد2صفحہ 26)

مسقط مشن

1949ء میں ایک احمدی دوست محمد یوسف صاحب بی، ایس، سی جو ان دنوں مسقط حکومت کے فوڈ آفیسر تھے، لاہور آئے تو حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر مولوی روشن الدین صاحب فاضل واقف زندگی کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اور فرمایا کہ وہ ریاست میں ذریعہ معاش تلاش کریں اور اپنی فیملی کے خود اخراجات برداشت کرنا ہوں گے۔ چنانچہ فروری 1949ء کو مسقط پہنچے اور کام شروع کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد13 صفحہ 170)

جرمنی مشن

حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر مولوی مبارک علی صاحب ستمبر 1922ء کو لندن سے روانہ ہوئے اور برلن پہنچے اور مسجد کے لیے زمین کی کوشش کی۔ 1923ء کے آخر میں مولوی مبارک علی صاحب اور غلام فرید صاحب کی کوششوں سے برلن میں جرمنی کا پہلا مشن قائم ہو گیا۔ یہ مشن مئی 1924ء کو بند ہو گیا۔ جنوری 1949ء کو چوہدری عبد الطیف صاحب بی اے واقف زندگی کے ہاتھوں جاری کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد13 صفحہ 137)،(ahmadipedia.org)

6 مئی 1935ء کو تحریک جدید کے ماتحت بیرونی ممالک میں جانے والے مجاہدین کا پہلا قافلہ جو مندرجہ ذیل مبلغین پر مشتمل تھا، قادیان سے روانہ ہوا؛

1۔مولوی غلام حسین صاحب ایاز (سنگاپور) 2۔صوفی عبدالغفور صاحب (چین)
3۔صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز (جاپان)

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 201)

جاپان مشن

صوفی عبدالغفور صاحب نیاز 4 جون 1935ء کو کیوبا (جاپان) پہنچے اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔جنگ عظیم دوم کی وجہ سے مشن بند کرنا پڑا چنانچہ دوبارہ 1969ء میں مشن قائم ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 218)

سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 41 کے مطابق پہلے مبلغ مکرم عبدالقدیر صاحب نیاز تھے جنھوں نے کوبے میں مشن قائم کیا۔ اس کے بعد صوفی عبدالغفور جالندھری صاحب جاپان میں مبلغ مقرر ہوئے۔

ہانگ کانگ (چین) مشن

چین کا پہلا احمدیہ مشن صوفی عبدالغفور صاحب بھیروی نے قائم کیا جو کہ 27 مئی 1935ء کو ہانگ کانگ پہنچے۔

(ahmadiapedia.org)

یوگینڈا مشن

یوگینڈا میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994ء souvenir pg 106)

ملائیشیا مشن

ملائیشیا میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 113)

Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 408 میں ملائیشیا میں جماعت کے قیام کا سن 1947ء لکھا ہے۔

سنگاپور مشن

سنگاپور میں جماعت احمدیہ کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994ء souvenir pg 115)

سپین مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم فروری 1936ء کو ملک محمد شریف گجراتی صاحب کو قادیان سے روانہ فرمایا۔ ملک صاحب 10 مارچ 1936ء کو سپین کے دارالحکومت میڈرڈ میں وارد ہوئے۔ لیکن جلد ہی ملکی حالات کی وجہ سے وہاں سے جانا پڑا۔ بعد ازاں 10 جون 1946ء کو مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب اور مولوی محمد اسحاق صاحب میڈرڈ میں وارد ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 295)

اٹلی مشن

نومبر 1936ء میں سپین قیامت خیز جنگ کا میدان بن گیا تھا جس کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ملک محمد شریف صاحب کو سپین سے اٹلی چلے جانے کا ارشاد فرمایا۔ اٹلی سے پہلی رپورٹ 25 جنوری 1937ء کی لکھی ہوئی مرکز پہنچی۔ ان کی دو تین سال کی محنت سے تیس افراد احمدیت کی آغوش میں آ گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 296) (ahmadipedia.org)

البانیہ ویوگوسلاویہ مشن

البانیہ کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولوی محمد الدین صاحب کو 18 اپریل 1936ء کو قادیان سے روانہ فرمایا۔ تین ماہ تبلیغ کے بعد مقامی ملاؤں کی شرارت کے باعث مجبوراً ملک چھوڑنا پڑا اور آپ یوگوسلاویہ تشریف لے گئے اور خدمت دین میں مصروف ہو گئے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 22)(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 309)

حبشہ مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر اگست 1935ء کو ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ابن حضرت ماسٹر عبد الرحمٰن صاحبؓ حبشہ تشریف لے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 261)

برما مشن

مارچ 1935ء کو مولانا احمد خاں صاحب نسیم تبلیغ احمدیت کے لیے برما تشریف لے گئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر زیر آبادی لوگوں میں تبلیغ کرنی شروع کی۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 282)

سلسلہ احمدیہ کی جلد 2 صفحہ 38 پر مولانا احمد خاں نسیم صاحب کے برما آنے کی تاریخ اپریل 1938ء لکھی ہوئی ہے۔

فرانس مشن

1946ء میں ملک عطاء الرحمٰن صاحب اور مولوی عطاء اللہ صاحب کو فرانس بھیجا گیا لیکن باقاعدہ طور پر حکومت کی اجازت سے 22 جون 1948ء کو مشن کی بنیاد پڑی۔

(ahmadipedia.org)

جنوبی افریقہ مشن

جنوبی افریقہ میں مشن کی بنیاد 1946ء میں پڑی۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg408)

لائبیریا مشن

لائبیریا مشن کی بنیاد رکھنے کی سعادت صوفی محمد اسحاق صاحب کے حصہ میں آئی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر 3 جنوری 1956ء کی صبح بذریعہ بحری جہاز منروویا Monrovia پہنچے۔ جبکہ لائبیریا میں جماعت کا پیغام 1917ء میں لٹریچر کے ذریعہ پہنچ چکا تھا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 540)

سکنڈے نیویا مشن

1932ء میں حضرت مصلح موعودؓ کو عالم رؤیا میں دکھایا گیا کہ "ناروے، سویڈن، فن لینڈ اور ہنگری" کے لوگ احمدیت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس خواب کی عملی تعبیر وسط 1956ء میں رونما ہوئی جب احمدیہ مشن کی بنیاد پڑی جو خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کا آخری یورپین مشن تھا۔ اس نئے مشن کے افتتاح کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے کمال یوسف صاحب مرکز احمدیت سے 12 اپریل 1956ء کو روانہ ہوئے۔ حضورؓ نے چوہدری عبد اللطیف صاحب بی اے انچارج جرمنی مشن کو ہدایت فرمائی کہ وہ بھی مشن کے افتتاح کے لئے ان کے ساتھ سویڈن کے شہر گوٹن برگ پہنچیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 479)

ہالینڈ مشن

1947ء میں باقاعدہ طور پر حضرت مصلح موعودؓ نے حافظ قدرت اللہ صاحب کو نیدر لینڈ کے پہلے مبلغ کے طور پر بھیجا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 76)

بینن مشن

بینن مشن کی بنیاد 1957ء میں پڑی۔

فلیپائن مشن

1957ء میں جماعت کا پہلا فلیپائن میں مشن قائم ہوا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 409)

ڈنمارک مشن

جماعت احمدیہ کا نفوذ ڈنمارک میں 1958ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 79)

اوسلو(ناروے) مشن

کمال یوسف صاحب کچھ عرصہ گوٹن برگ میں مقیم رہنے کے بعد سٹاک ہالم میں منتقل ہو گئے جہاں ڈیڑھ سال تک اشاعت اسلام میں مصروف رہے بعد ازاں 28اگست 1958ء کو آپ نے اوسلو میں اپنا مشن قائم کر لیا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 409)

(تاریخ احمدیت جلد18صفحہ 483)

souvenir pg ،Ahmadiyya Muslim Association USA 1994

80پر ناروے میں جماعت کے مشن کے قیام کا سن 1957ء لکھا ہے۔

ٹوگو مشن

دسمبر 1960ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے مرزا لطف الرحمن صاحب کو ٹوگو بھیجا۔ لیکن جون 1961ء کو ان کو حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ یہاں سے نکل جائیں۔ بعد ازاں 29 دسمبر 1961ء کو قاضی مبارک احمد صاحب ٹوگو پہنچے اور جماعت کا قیام کیا۔

(ahmadipedia.org) (سلسلہ احمدیہ جلد2صفحہ 578)

گیمبیا مشن

1961ء میں جماعت احمدیہ گیمبیا کے مشن کی بنیاد پڑی۔ جبکہ 1921ء سے ہی یہاں جماعت کا پیغام پہنچنا شروع ہو گیا تھا۔ یہاں مشن کی کوشش کی جاتی رہی لیکن ویزہ کے مسائل اور وہاں کی مسلم کمیونٹی کی مخالفت کی وجہ سے اجازت نہ دی جاتی۔ اس دوران بعض لوکل مبلغین کو بھی یہاں تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ جیسا کہ جولائی 1960ء کو مکرم احمد جبرائیل سعید صاحب گھانا سے گیمبیا پہنچے۔ آخر حکومت کی اجازت ملنے پر مولانا چوہدری محمد شریف صاحب 12فروری 1961ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور 9مارچ 1961ء کو گیمبیا پہنچے۔

(https://ahmadiyyatmosques.wordpress.com/gambia)

(سلسلہ احمدیہ جلد2صفحہ 562)

آئیوری کوسٹ مشن

یہاں جماعت کا مشن 1961ء میں قیام عمل میں آیا۔ آئیوری کوسٹ کے پہلے مبلغ مکرم قریشی مقبول صاحب تھے جو کہ 22نومبر 1960ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور 22جولائی 1961ء کو آئیوری کوسٹ پہنچے۔ پہلے آپ نائیجیریا پہنچے اور ویزے کے حصول کی کوشش کرتے رہے۔ اس دوران سینیگال، گیمبیا اور گھانا بھی گئے چنانچہ آخر کار گیمبیا سے آپ کو آئیوری کوسٹ کا ویزہ مل گیا۔

(سلسلہ احمدیہ جلد2 صفحہ 574)

ٹرینیڈاڈ مشن

یہاں جماعت کا نفوذ مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب کے ہاتھ سے 1952ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 62)

سرینام مشن

یہاں جماعت کا نفوذ 1956ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 65)

سلسلہ احمدیہ حصہ دوم صفحہ 689 پر جماعت کے نفوذ کا سن 1952ء لکھا ہے۔

سویڈن مشن

جماعت احمدیہ کا سویڈن میں نفوذ 1956ء میں ہوا۔ سید کمال یوسف صاحب اور چوہدری عبد الطیف بی اے صاحب 14جون 1956ء کو گوٹھن برگ پہنچے اور مشن کی ابتدا کی۔ 7اگست 1956ء کو ایک سویڈش مرد نے احمدیت قبول کی جن کا اسلامی نام سیف الاسلام محمود رکھا گیا۔

(ahmadipedia.org)

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 82)

سویٹزرلینڈ مشن

جماعت احمدیہ کا سویٹزرلینڈ میں نفوذ 1946ء میں ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر 13 اکتوبر 1946ء کو مکرم عبد اللطیف صاحب، مولوی غلام احمد بشیر صاحب اور شیخ ناصر احمد صاحب زیورچ پہنچے۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 85)

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 116)

عدن مشن

عدن میں سب سے پہلے احمدیت کا نام احمدی ڈاکٹروں کے ذریعہ پہنچا۔ 1946ء میں 5 احمدی ڈاکٹر یہاں کام کر رہے تھے چنانچہ ان کے کہنے پر حضورؓ نے مولوی غلام احمد صاحب مبشر کو بطور مبلغ عدن بھجوایا۔

(سلسلہ احمدیہ حصہ 2 صفحہ 118)

اردن مشن

مولوی رشید احمد صاحب چغتائی واقف زندگی مارچ 1948ء کو حیفا سے شرق الاردن کے دارالسلطنت عمان پہنچے اور ایک نئے احمدیہ مشن کی بنیاد ڈالی۔ یہ مشن جولائی 1949ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ شام اور لبنان تشریف لئے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 2)

پرتگال مشن

جماعت احمدیہ کا پرتگال میں نفوذ 1952ء میں ہوا۔

(Ahmadiyya Muslim Association USA 1994 souvenir pg 88)

گیانا مشن

گیانا میں جماعت کا پہلا مشن 1960ء میں کھولا گیا۔

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 409)

فجی مشن

فجی میں بھی پہلا جماعت کا مشن 1960ء میں کھولا گیا۔ یہاں جماعت کا تعارف ایک احمدی چوہدری عبد الحکیم صاحب کے ذریعہ پہنچا جو 1925ء میں کاروبار کے سلسلہ میں یہاں آئے تھے۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر جماعت کے پہلے مبلغ شیخ عبد الواحد صاحب 11 اکتوبر 1960ء کو فجی پہنچے۔

(سلسلہ احمدیہ جلد 2 صفحہ 570)

(Welcome to ahmadiyyat the true Islam pg 409)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”دنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مِل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اِس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اِس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔“

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 613-614)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں کا وارث بننے کی توفیق عطا کرے نیز اس عظیم الشان علمی خزانے کو جو آپؓ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں اس سے مستفید ہونے کی بھی توفیق ملے۔ آمین ثم آمین

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 28 فروری 2022ء)

﴿47﴾

درمدح حضرت مصلح موعودؓ

(مولانا ظفر محمد ظفرؔ)

اے تخیّل گر رسائی پر تجھے کچھ ناز ہے
تا سرِ عرشِ بریں تیری اگر پرواز ہے
شاخ ہائے سدرہ پر گر تُو نشیمن ساز ہے
عالمِ ملکوت سے تُو کچھ اگر ہم راز ہے
تو مرے محمود کے احسان کی تصویر کھینچ!
نقش ان کے حسن کا در پردۂ تحریر کھینچ!
پنجۂ تسخیر سے بالا مہِ کامل نہیں
توڑنا تارے فلک کے یہ کوئی مشکل نہیں
غیر ممکن کچھ بیانِ جذبہ ہائے دل نہیں
اور بیروں از احاطہ بحرِ بے ساحل نہیں
پر احاطہ مردِ کامل کا بہت دشوار ہے
یہ وہ نکتہ ہے جہاں ادراک بھی لاچار ہے
دیدۂ ظاہر میں اے محمود اک انساں ہے تُو
اہلِ دل کی دید میں پر بحرِ بے پایاں ہے تُو
صورتِ زیبا میں اپنی یوسفِ کنعاں ہے تُو
سیرت حسنہ میں اپنی مظہرِ رحماں ہے تُو

احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
دیر سے آیا ہے تُو اور دُور سے آیا ہے تُو
یعنی اِک نورِ ازل کے نُور سے آیا ہے تُو
حضرتِ احمد سے پہلے تین تھے ایسے بشر
حق تعالیٰ کی بشارت سے ملے جن کو پسر
حضرت ابراہیمؑ اول دوم یحییٰ کے پدر
سوم مریمؑ محصنہ جس پر تھی مولیٰ کی نظر
تیری پیدائش نے احمد کو کھڑا ان میں کیا
ہیں یہی وہ تین جن کو چار تُو نے کر دیا
ارضِ ربوہ پر ہیں جب سے آپ جلوہ گر ہوئے
اس کے ذرّے جگمگا کر ہم سرِ اختر ہوئے
آپ کی ہمّت سے ہی آباد اُجڑے گھر ہوئے
اور قائم از سرِ نَو مرکزی دفتر ہوئے
بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے

تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ
عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفر
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر

نوٹ: یہ نظم سلور جوبلی کے موقع پر قادیان میں پڑھی گئی۔ نیا مرکز ربوہ بننے کے بعد اس نظم میں مولانا نے چند اشعار کا اضافہ کیا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴾48﴿

اے فضلِ عمرؓ

(مبارک احمد عابد)

اے فضل عمر! تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکرِ سخندانہ
ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی
یہ گردشِ روزانہ یہ گردش دورانہ
ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ
دکھ درد کے ماروں کو سینے سے لگاتا تھا
تو سوچتا ہی نہ تھا اپنا ہے یا بیگانہ
قدرت نے جنہیں بخشا اک نورِ یقیں محکم
ہائے وہ تیری آنکھیں وہ نرگسِ مستانہ
ہاں علم و عمل میں تھا اک پیکر عظمت تُو
قرآن کا شیدائی اللہ کا دیوانہ
اسلام کی مشعل کو دنیا میں کیا روشن
اور تُو نے اجاگر کی سرگرمیٔ فرزانہ
ہمدم ہے جواں اب بھی ربوہ کی فضاؤں میں
وہ روحِ بزرگانہ وہ شفقتِ پدرانہ

عابدؔ ہے دعا میری محمود کے مقصد کو
دنیا میں ملے جلدی اک نصرتِ شاہانہ
اے فضلِ عمر تیرے اوصافِ کریمانہ
یاد آکے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿49﴾

پسر موعودؓ

(عبد السلام اسلام)

بارگاہِ ایزدی میں مہدیٔ آخر زماں
گڑگڑائے عظمت اسلام ہو یا رب عیاں
تھی ندِا غیبی ملے گا تجھ کو رحمت کا نشاں
ایک بیٹا یعنی تقدیسِ حَرم کا پاسباں
گھر میں عیسیٰ کے ہوا پیدا وہی موعود دیکھ!
حاملِ اوصافِ کامِل طفلِ نومولود دیکھ!
جس کی منزل آسمانوں سے پرے مقصود ہے
جس کے بازو میں کوئی پروازِ لامحدود ہے
بُت کدہ جس کی نگاہوں نے کیا نابود ہے
غزنوی محمود سے بڑھ کر مِرا محمود ہے
جس نے ہے یاجوج اور ماجوج کو پسپا کیا
ایستادہ جس کی ہیں تائید میں ارض و سما
اے بشیر الدین ، اے محمود ، اے فضل عمر!
تُو ہے اسمِ بامسمّٰی اے ہمارے راہبر!
ہے مقابل دشمنِ دیں کے تُو مثلِ شیر نر!
ہوگئے ایوانِ باطل آج پھر زیر و زبر

بوم کتنی دیر ٹھہرے گا ہُما کے سامنے!
سر تو جھکوا دے گا شیطاں کا خدا کے سامنے
کس قدر حق نے عطا کی ہے تجھے عقلِ سلیم
دم بخود ہیں تیرے آگے آج یونانی حکیم
باغِ ہستی میں ہے تیری موجِ دَم بادِ نسیم
آرزوئے دید ہے تجھ کو سَدا مِثلِ کلیم
ہے تجلّی نُور کی یہ پیکرِ خاکی تِرا
مظہرِ قدرت ہے تُو انداز اَفلاکی تِرا
سازِ فطرت تُو بجاتا ہے عجب انداز سے!
زیر و بم میں نے لئے ہیں تیرے سوز و ساز سے!
ہائے دشمن ہیں کہاں واقف بھلا اِس راز سے!
مُردے زندہ ہو گئے تیرے لَبِ اعجاز سے!
نکتہ چیں کوتہ نظر دیکھے گا کیا پَرواز کو؟
اَہلِ دل ہی جانتے ہیں تیرے دل کے راز کو!

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 20 فروری 2021ء)

﴿50﴾

دن رات مسیحا کی دعاؤں کا صلہ ہے

(ضیاء اللہ مبشر)

دن رات مسیحا کی دعاؤں کا صلہ ہے
وہ شخص جو رحمت کا نشاں بن کے ملا ہے
پیغمبرِ لولاک نے دی جس کی نشانی
مولا نے کہی عرش سے خود جس کی کہانی
وہ مصلحِ موعود نوشتوں میں تھا مذکور
چرچا تھا فلک پر تو فرشتوں میں تھا مذکور
اک نور تھا ممسوحِ رضامندئِ باری
اک چشمۂِ عرفان ہوا آپ سے جاری
وابستہ تھی تقدیر امم ذات سے اُس کی
آتی تھی صداقت کی مہک بات سے اُس کی
وہ سخت ذہین اور فہیم اور ذکی تھا
پُر علم تھا وہ ظاہر و باطن میں تقی تھا
بیواؤں، یتیموں کا، اسیروں کا سہارا
قوموں کے مقدر کا درخشندہ ستارا
وہ پاک، وجیہ ، مظہرِ حق، نور جبیں پر
گویا کہ خدا عرش سے اترا ہے زمیں پر

اے فضلِ عمر زندہ ہے ہر لمحہ ترا نام
تاریخ کے سینے پہ چمکتا ہے ترا کام

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 18 فروری 2022ء)

﴾51﴿

”ان کے لئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں“

(م م محمودؔ)

”اُن کے لیے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں“
جلتے تھے جو، امیر خلیفہ سے ہے تَواں
دِکھتے نہیں ہیں خود وہ، جو کہتے تھے زعم سے
دیکھیں گے بار کیسے اٹھائے گا یہ گراں
ماتم کناں ہیں وہ بھی، سو کرتے ہیں اب فُغاں
پھولے گی نہ یہ فصل، جو کرتے تھے بد گماں
”دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا“
اُس کے حضور میں جسے کہتے تھے نوجواں
مصلح اُسی کو دیکھو، خدا نے بنا دیا
منکر جو تھے وہ سب ہوئے گمنام و بے نشاں
عطرِ رضائے یار سے ممسوح جو ہوا
خامہ فسوں تھا جس کا، سخنور گُہر فشاں
”ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا“ نے کی
فضلِ خدا سے آج گواہ اس پہ ہر زباں
فضلِ عمر نے رکھی تھی یورپ میں جو بِنا
مسرور کو بھی قصر خدا نے دیا وہاں

فرزندِ ارجمند نے پہنی تھی جو رِدا
پہنائی اُس کے سبط کو قادر نے اِس زماں
گویا کہ خود خدا ہے جو اُترا مِنَ السَّمَاء
روحِ خدا کی باتیں یہ کرتا ہے جب بیاں
محمود کو ظفر کی ہوئی جو خبر عطا
پوری ہوئی ہے اب وہ بِساں سیلِ بے کراں
شعلہ بیان تھا وہ، تو شیریں سخن ہے یہ
لب بستہ کو خدا نے مرے دی ہے وہ زباں
تھا ذی شکوہ جس جگہ، مسرور اب وہاں
پر کیف وہ سماں ہے جو ہوتا نہیں بیاں
نکہت بھی منفرد ہے تو ہر گُل بھی ہے جدا
ایسا شجر کہ جس پہ نہ آئے کبھی خزاں
وہ میر اس سپہَ کا، یہ سالار اب ہوا
ٹھہرا نہیں کوئی بھی، جو تھا مطلق العناں
عاجز ہوں میں کہ لکھوں جو سینہ میں ہے نہاں
مہتاب ہیں یہ ہر دو، میں ہوں ناقص اللّساں

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 19 فروری 2022ء)

ادارہ الفضل آن لائن کی دیگر کتب

1. اسلامی اصطلاحات کا بر محل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک و شہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ارشادات نور
5. کتاب تعلیم
6. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور اس حوالے سے مضامین
7. مجدد دین اسلام۔ تعارف و کارہائے نمایاں
8. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
9. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
10. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد اول
11. حیات نورالدینؓ
12. دعا، ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے
13. قرآنی انبیاء
14. معلمین وقف جدید کے لئے مشعل راہ

15. جامع المناھج والاسالیب
16. مقام و عظمت خلافت
17. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد دوم
18. الفضل کی اہمیت، افادیت اور قلم کے استعمال کی ترغیب
19. مسز ناصر کی کہانی، مسز ناصر کی زبانی
20. واقعہ افک
21. اداریے (حنیف محمود کے قلم سے) جلد سوم
22. قرآنی سورتوں کا تعارف
23. سیدنا حضرت امیر المؤمنین کا دورہ امریکہ 2022ء
24. ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
25. سیدنا حضرت مصلح موعودؓ (روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اوراق سے)
26. لجنہ اماء اللہ کے سو سال (زیر تکمیل)
27. اداریہ جات ماہ رمضان (زیر تکمیل)
28. اداریے بلحاظ ترتیب مضامین جلد اول (زیر تکمیل)
29. بچوں کی تقاریر از فرخ شاد (زیر تکمیل)
30. ہجری شمسی مہینوں کا تعارف (زیر تکمیل)